An International Urdu Magazine Globally circulated

مدیر: رانا عبدالرزاق خان

سہ ماہی قندیلِ حق انٹرنیشنل لندن

شمارہ: 37

جولائی، اگست، ستمبر 2026ء

QINDEEL-E-HAQ

A.R. Khan: +44-7886304637 E-Mail : ranarazzaq52@gmail.com

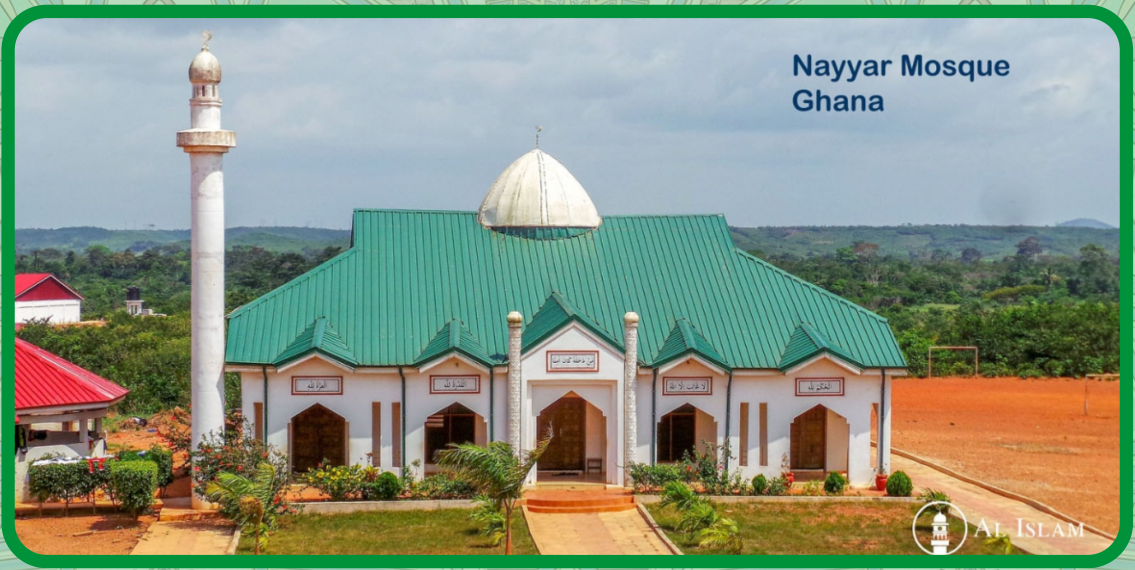

مسجد نیّر، گھانا

مسجد مریم، آئرلینڈ

مسجد بیت السلام، یوکے

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	اداریہ۔ باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم	5
2	انوارِ مدینہ۔ جناب شیخ عبدالحکیم صاحب شملوی	6
3	دربار مہدی علیہ السلام سے انتخاب	7
4	سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کی تعریف عربی قصیدہ	8
5	سیرت المہدی سے انتخاب	9
6	موجودہ زمانہ کا اوتار۔ قسط 2۔ ملک فضل حسین صاحب	11
7	خالق کائنات کی آیات۔ میر اللہ بخش تسنیم	26
8	غزل۔ پروفیسر مبارک احمد عابد	26
9	ہمارا شفیع کون؟ بجواب ہمارا شافع کون۔ حضرت عبدالسلام کاٹھ گڑھیؓ	27
10	نعت حضرت قاضی محمد ظہورالدین صاحب اکملؓ	34
11	عظیم خلیفہ رسول ﷺ حضرت عمر بن خطابؓ	35
12	فتح کا جھنڈا۔ چوہدری صفدر نذیر جاوید گولیکی واقف زندگی۔ کینڈا	38
13	خلافت۔ مولوی عزیز الرحمٰن منگلا صاحب	58
14	احمدیوں کے عقائد کے بارے میں چند جھوٹے دعوے اور ان کے جواب۔ جمیل احمد بٹ	59
15	تشنہ روحوں کو پلا دو شربت وصل بقا۔ محترم جناب حکیم خلیل احمد صاحب	70
16	سکھ مذہب سے اسلام احمدیت کا سفر۔ گروگرمندر سنگھ سے عطاالہادی بننے والے کی کہانی اس کی زبانی	72
17	فضائل قرآن مجید۔ محترم جناب امین اللہ خان صاحب سالک	79
18	قریش مکہ جیسے مفکرین	80
19	شکست دیں گے اب اہلِ باطل کو نونہالانِ احمدیت	83
20	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ محمد احمد پانی پتی	84
21	جذبات مومن۔ خواجہ عبدالکریم المومن صاحب	96
22	حاصلِ خدا کے فضل کا ساماں ہے آج کل	96
23	خلافت کی بیعت اور اطاعت کی اہمیت	97

مجلس ادارت

نگران اعلیٰ و مدیر
رانا عبدالرزاق خان۔ لندن

نائب
بی اے کنساس، امریکہ

ایڈیٹوریل بورڈ
ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز۔ لندن
ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر۔ تنزانیہ
کولمبس خان۔ جرمنی
انجنیئر محمود مجیب اصغر۔ لندن
خواجہ محمد افضل بٹ۔ امریکہ
شہزادہ قمر الدین مبشر۔ گلاسگو
صفدر نذیر گولیکی۔ واقف زندگی
نجم الثاقب کاشغری
جمیل احمد بٹ
رند ملک

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
24	حقہ پانی۔ناجی سبزہ واری۔ربوہ	103
25	ارتقائے زندگی۔نسیم سیفی صاحب	103
26	مشکلیں مجھ پر پڑی اتنی کہ آساں ہوگئیں۔انجینئر محمود مجیب اصغر۔سویڈن	104
27	ظہورِ اسلام کب ہوا؟ ڈاکٹر محمد داؤد مجوکہ۔جرمنی	109
28	جہاں میں احمدیت کامیاب وکامراں ہوگی۔عبدالرحمٰن خادم	116
29	اصلاحِ نفس کے چند مجرب نسخے۔م ط بلوچ	117
30	رانا عبدالرزاق خاں صاحب عاصی صحرائی۔ایک عہد ساز ادبی چراغ کا سفرِ زندگی۔نعیم اللہ باجوہ آسٹریلیا	119
31	اُردو ادب کا چاند۔ڈاکٹر عبدالکریم خالد صاحب	122
32	اکرام کی بارش۔امۃ الباری ناصر صاحبہ	123
33	مارِ مہربان صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ مرحومہ کا ذکر خیر۔پروفیسر آصف علی پرویز۔لندن	124
34	غزل۔سید سمیع الحسن شاہ حجازی فن لینڈ	128
35	میں پاکستان ہوں۔رانا عبدالرزاق خان	129

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

جلسہ سالانہ کی اہمیت

بانئ جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمۃ اللہ پر بنیاد ہے۔اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لیے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 341)

اسی طرح شاملینِ جلسہ سالانہ کو اپنی دعاؤں سے یوں سرفراز فرمایا:

’’ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسے کے لیے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے۔تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔‘‘

(اشتہار 7 دسمبر 1892ء۔مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 342)

اداریہ

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار لے چکا ہے تو امتحاں ہمارا

رانا عبدالرزاق خان

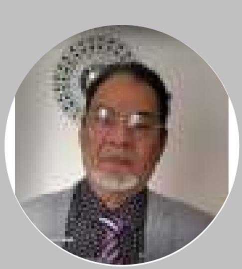

اے دشمن اسلام کے متوالو! تم ایک سو سینتیس 137 سال سے جماعت احمدیہ کا مقابلہ کر رہے ہو۔ مگر کامیابی تمہارے نصیب میں نہیں۔ کس کس بھونڈے طریقے سے تم نے مقابلہ نہیں کیا۔ مگر شکست تمہاری قسمت میں لکھی جا چکی ہے۔ ایک اقتباس اپنے ہی عالم کا پڑھ لیجئے۔

مولانا عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر ''المنیر'' نے اپنے اخبار میں متعدد بار جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی پر اظہار فرمایا۔ چنانچہ لکھا۔

المنیر 23 فروری 1954ء ''ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں سے اکثر تقویٰ، تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری، مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر رحمہم اللہ وغفرلہم کے بارے ہمارا حسنِ ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں............ اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لیے تکلیف دہ ہوں گے............ لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر (نور اللہ مرقدہم و برمضاجعہم) کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔ تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کے کام کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں (گزشتہ ہفتہ روس اور امریکہ کے دو سائنسدان ربوہ وارد ہوئے) اور دوسری جانب 1953ء کے عظیم تر ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا 57-1956ء بجٹ لاکھ روپیہ کا ہو۔ ''1953ء کے وسیع ترین فسادات کے بعد جن لوگوں کو یہ وہم لاحق ہو گیا ہے کہ قادیانیت ختم ہو گئی یا اس کی ترقی رک گئی، انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ پاکستان میں پہلی مرتبہ بلدیاتی اداروں میں بلکہ (بعض اطلاعات کی بناء پر) مغربی پاکستان اسمبلی میں قادیانی ممبر منتخب ہو گئے۔'' (المنیر 23 فروری 1954ء)

اس کے علاوہ 1974 میں بذریعہ حکومتی ہتھکنڈوں کے ڈاکو پارلیمنٹس سے ناٹ مسلم قرار دینا اور 1984 میں ضیاء الحق آرڈیننس کے ذریعہ احمدیوں کو اسلامی اصلاحات سے روکنے میں مددگار نہ ہو سکا۔ پھر منکرین پاکستان کی سیاسی جماعتوں نے ملک میں اپنی جگہ بنانے کی سر توڑ کوشش میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر احمدیوں کو ہر محکمے سے بے دخل کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اب احمدی پاکستان کی بیوروکریسی کے علاوہ

عالمی اور یورپی ،امریکی،کینیڈین بیوروکریسی میں مضبوط ہو چکے ہیں۔پاکستانی سرکاری بےعمل مسلمان ان کا منہ چڑھا رہے ہیں۔ (کھسیانی بلی کھمبا نوچے)والی بات ہے۔

آپ بیسیوں احمدی جرنیلوں، کے اعزازات کو نہ روک سکے۔ڈاکٹرعبدالسلام کےنوبل پرائزکونہ روک سکے،اب نویدمنیرکو صدر پاکستان کی طرف سے اعزاز ملنے پر کیوں ماتم کناں ہو۔پاکستان بنتے وقت بھی تمہارے کانگرسی اجداداسی قسم کے اوچھے ہربے آزماتے رہے ہیں۔کانگرس کے کفش بردارو! یہ تمہارے بس کی بات نہیں۔قبریں مٹانے اور مینار گرانے سےکوئی ترقی نہیں رک سکتی۔آؤ سامنے آؤ اور اہل ایمان بنو۔اہل شیطان نہ بنو۔خدا جس کو عزت دینا چاہے اس کو تم کسی طرح بھی عزت سے محروم نہیں کر سکتے۔تم لوگ ننگ اسلام ہو۔تمہارے کم فہم اجداد نے اسلام کو اپنی بدعملی سے بدنام کردیا ہے۔ساری دنیا میں اسلامی اتحادکو پارہ پارہ کرنے والےتم اورتمہارے اکابرین ہیں۔ایک مملکت خداداد ملنے پر آپ اپنے رب کے مشکور نہ ہو سکے۔اس ملک کو آپ بےعمل لوگوں اپنی کرتوتوں سے بدنام کر رکھا ہے۔خودکشکول لے کر سارے ممالک سے گداگری کر رہے ہو۔نہ خدا پر ایمان ہے نہ رسول پر۔جو پیسے والا ملتا ہے اس کے چمچے بن جاتے ہو۔آؤ جماعت احمدیہ کامقابلہ کرناہےتو قرآن کومقدم رکھو۔اورقرآن سے راہنمائی لو۔تاکہ خداتم پر رحم کرے۔مگرسن لو اب احمدیت کی اطاعت کےبغیرکوئی چارہ نہیں۔آؤصدق دل سے بیعت کرواورلشکر اسلام کےخلیفہ کی فوج میں داخل ہوجاؤ۔

❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁

انوارِمدینہ

جناب شیخ عبدالحکیم صاحب شملوی

رہے لب پہ یا رب ثنائے مدینہ
بنا دے مجھے بھی گدائے مدینہ
وہ شام و سحر کی اذانوں کے نغمے
ملتی کس درجہ دلکش صدائے مدینہ
ہو صلِّ علیٰ احمد ورد میرا
میرا دل ہو اور ہو ہوائے مدینہ
دیا میں نے دنیا کو امن و اماں پھر
وہ جاں بخش تھی اک ندائے مدینہ
ہو اسلام کو غلبہ یا رب دوبارہ
بلند ہر طرف ہو لوائے مدینہ
مٹے ظلمتِ کفر ہوں نور افشاں
زمانے میں انوار ہائے مدینہ
مجھے رکھنا یا رب تو اہلِ وفا میں
رگ و پے میں میرے سمائے مدینہ

(جنوری،فروری1960ء)

❁❁❁❁❁❁❁

تیری امداد اور تائید کو دُور دُور سے لوگ آویں گے

دربار امام مہدی علیہ السلام سے خصوصی انتخاب

ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبیؐ دیا جو خاتم المؤمنینؐ، خاتم العارفینؐ اور خاتم النبیینؐ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے ارشاد ہے کہ اس وقت تو اکیلا ہے اور تیرے ساتھ کوئی نہیں لیکن ایک وقت آئے گا کہ لوگ تیرے پاس دور دور سے آئیں گے۔ یَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ تو لوگوں میں پہچانا جاوے گا اور تیری شہرت کی جاوے گی۔ تیری امداد اور تائید کو دور دور سے لوگ آویں گے۔ پھر کہا کہ لوگ کثرت سے آویں گے اور تو ان سے نرمی اور اخلاق سے پیش آنا۔ اُن کی ملاقات سے مت گھبرانا۔ وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ پھر آخر کار فرمایا۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَ انْتَهٰى اَمْرُ الزَّمَانِ اِلَيْنَا ۔ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۔ یعنی جب خدا تعالیٰ کی فتح اور نصرت آوے گی اور زمانہ کا امر ہماری طرف منتہی ہوگا تو اس وقت کہا جاوے گا کہ کیا یہ سلسلہ حق نہیں؟ اب لاہور اور امرتسر کے لوگ اور ایسا ہی پنجاب کے لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ براہین کی اشاعت کے وقت مجھے کوئی جانتا نہیں تھا۔ حتیٰ کہ قادیان میں بہت کم لوگ ہوں گے جو مجھے پہچانتے ہوں گے۔ پھر یہ امور کس طرح پورے ہو رہے ہیں۔ اگرچہ یہ پیشگوئیاں بدرجہ اتم ابھی پوری نہیں ہوئیں لیکن جس قدر الہامات کا ظہور ہو رہا ہے وہ طالب حق کے لئے کافی ہے۔ اب کیا یہ میری بناوٹ ہے کہ ایک انسان آج سے چوبیس سال پہلے آج کل کے واقعات کا نقشہ کھینچ سکتا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ ہزارہا مخلوق کا مرجع ہوگا۔ خصوصاً جبکہ ایک مدت تک ان امور کا ظہور نہ ہوا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ امور کسی فراست کا نتیجہ نہیں ہو سکتے۔ ان امور کو دیکھ کر میں کہہ سکتا ہوں کہ جس قدر نشانات خدا تعالیٰ نے میری تائید میں ظاہر کئے وہ اپنی تعداد اور شوکت میں ایسے ہیں کہ بجز حضرت نبی کریم ﷺ کل انبیاء و مرسلین سے ایسے ثابت نہیں ہوئے لیکن اس میں میرا کیا فخر ہے۔ یہ سب کچھ تو اس پاک نبیؐ کی فضیلت ہے۔ جس کی امت میں ہونے کا مجھے فخر حاصل ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 28)

سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف

(حضرت میرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ کے عربی قصیدہ سے)

وإن إمامي سيد الرسل أحمدُ

یقیناً حضرت احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے امام جملہ انبیاء کے سردار ہیں۔

رضيناه متبوعا وربّي ينظُرُ

حاضر ناظر خدا کی قسم ہے کہ ہم نے اسی کو اپنا متبوع اختیار کیا ہے۔

ولا شك أن محمدا شمس الهدى

بلاشبہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کے آفتاب ہیں۔

إليه رغِبْنا مؤمنين فنشكُرُ

ہم پورے ایمان کے ساتھ آپ سے قلبی لگاؤ رکھتے ہیں اور شکر گزار ہیں۔

له درجات فوق كل مدارجِ

تمام نبیوں کے مدارج سے بلند آپؐ کے درجات ہیں۔

له لمعاتٌ لا يليها تصوُّرُ

حضورؐ کی روحانی تجلیات تک انسانی تصور کی رسائی نہیں۔

له لمعاتٌ لا يليها تصوُّرُ

کیا خدا کے اس برگزیدہ نبی کے بعد کوئی اور چیز میرا دل لبھا سکتی ہے؟

أبعدَ رسول الله وجهٌ مُنوَّرُ

کیا اس عظیم رسول کے مقابلہ پر کوئی چہرہ روشن نظر آ سکتا ہے؟

عليك سلامُ الله يا مَرْجَعَ الورى

اے کل مخلوقات کی جائے پناہ! تجھ پر خدا کا سلام۔

لكل ظلامٍ نورُ وجهك نيِّرٌ

ہر چھوٹی بڑی تاریکی کو دور کرنے کے لیے تیرے چہرہ کا نور آفتاب درخشاں ہے۔

ويحمدك الله الوحيد وجندُه

خدائے یگانہ اور اس کے سب فرشتے تیری تعریف کرتے ہیں۔

ويُثني عليك الصبحُ إذ هو يَجشُرُ

ہر صبح اپنے طلوع کے وقت تیری ثناخواں ہوتی ہے۔

مدحتُ إمامَ الأنبياء وإنه

بلاشبہ میں نے امام الانبیاء کی مدح کی ہے مگر در اصل آپؐ

لأرفَعُ مِن مدحي وأعلى وأكبرُ

میری مدح سے بہت بلند، بہت اعلیٰ اور عظیم تر ہیں۔

دَعُوا كلَّ فخرٍ للنبي محمّدٍ

ہر فخر کامل نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص سمجھو۔

أمامَ جلالةِ شأنه الشمسُ أحقَرُ

آپؐ کی جلالتِ شان کے سامنے تو سورج بھی حقیر ترین ہے۔

وصلُّوا عليه وسلِّموا أيها الورى

اے انسانو! اس عظیم نبی پر سلام اور درود بھیجتے رہو

وذَرُوا له طُرقَ التشاجر تُؤجَروا

اور اس کے کسی قسم کا اختلاف اور جھگڑا نہ کرو تم کو اجر ملے گا۔

ووالله إني قد تبعتُ محمّدًا

بخدا میں ہر قدم پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر رہا ہوں۔

وفي كل آنٍ من سناه أُنوَّرُ

اور میں ہر لحظہ آپؐ کی مبارک روشنی سے مستفید ہو رہا ہوں۔

(حَمَامَةُ الْبُشْرٰی)

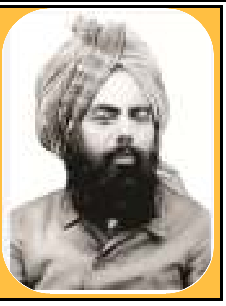

سیرت المہدی سے انتخاب

آتھم نے ایک خوف زدہ انسان کی طرح اپنا چہرہ بنایا

{1}بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ آتھم کے مباحثہ میں مَیں بھی موجود تھا۔ جب حضرت صاحب نے اپنے آخری مضمون میں یہ بیان کیا کہ آتھم صاحب نے اپنی کتاب اندرونہ بائبل میں آنحضرت ﷺ کو (نعوذ باللہ) دجّال کہا ہے۔ تو آتھم نے ایک خوف زدہ انسان کی طرح اپنا چہرہ بنایا۔ اور اپنی زبان باہر نکال کر کانوں کیطرف ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ میں نے یہ کہاں لکھا ہے یا کب لکھا ہے یعنی نہیں لکھا۔

{2}بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے لدھیانہ والے مباحثہ میں مَیں موجود تھا۔ حضرت صاحب الگ اپنے خادموں میں بیٹھ جاتے تھے اور مولوی محمد حسین الگ اپنے آدمیوں میں بیٹھ جاتا تھا اور پھر تحریری مباحثہ ہوتا تھا۔ میں نے دورانِ مباحثہ میں کبھی حضرت صاحب اور مولوی محمد حسین کو آپس میں زبانی گفتگو کرتے نہیں سنا۔ ان دنوں میں لدھیانہ میں بڑا شور تھا۔ مولوی محمد حسین کے ملنے والوں میں ایک مولوی نظام الدین صاحب ہوتے تھے جو کئی حج کر چکے تھے۔ اور طبیعت ظریف رکھتے تھے وہ ایک دفعہ حضرت صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپؑ نے خلافِ قرآن شریف وفات مسیح کا یہ کیا عقیدہ نکالا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ”میں نے قرآن شریف کے خلاف کچھ نہیں کہا۔ بلکہ میں تو اب بھی تیار ہوں کہ اگر کوئی شخص قرآن سے حیات مسیحؑ ثابت کر دے۔ تو فوراً اپنے عقیدہ سے رجوع کرلوں گا۔ مولوی نظام الدین نے خوش ہوکر کہا کہ کیا واقعی آپؑ قرآن شریف کی آیات کے سامنے اپنے خیالات کو ترک کر دیں گے؟ حضرت صاحب نے کہا۔ ہاں میں ضرور ایسا کروں گا۔ مولوی نظام الدین نے کہا۔ اچھا پھر کیا ہے۔ میں ابھی مولوی محمد حسین کے پاس جاتا ہوں۔ اور پچاس آیتیں قرآن کریم کی حیات مسیحؑ کے ثبوت میں لکھوالاتا ہوں۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا پچاس کی ضرورت نہیں۔ میں تو اگر ایک آیت بھی نکل آئے گی تو مان لونگا۔ اس پر مولوی نظام الدین خوشی خوشی اٹھ کر چلے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد سر نیچے ڈالے واپس آئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کیوں مولوی صاحب آپ آیتیں لے آئے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے مولوی محمد حسین صاحب سے جا کر یہ کہا تھا کہ مولوی صاحب! میں نے مرزا صاحب کو بالکل قابو کرلیا ہے اور یہ اقرار کروالیا ہے کہ اگر میں قرآن کریم کی ایک آیت بھی ایسی پیش کردوں جس میں حیات مسیحؑ ثابت ہوتو وہ مان لیں گے اور اپنے عقائد سے توبہ کرلیں گے۔ مگر میں نے انہیں کہا تھا کہ ایک آیت کیا میں پچاس آیتیں لاتا ہوں۔ سو آپ جلد آیتیں نکال دیں تا میں ابھی ان کے پاس جا کر اُن سے توبہ کرالوں۔ اس پر مولوی صاحب نے سخت برہم ہوکر کہا کہ اے اُلّو! تم نے یہ کیا کیا۔ ہم تو اسے قرآن سے نکال

کر حدیثوں کی طرف لاتے ہیں اور تم اسے پھر قرآن کی طرف لے آئے۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب! تو کیا قرآن میں کوئی آیت مسیحؑ کی حیات ثابت نہیں کرتی؟ مولوی صاحب نے کہا تم تو بے وقوف ہو۔ اسے حدیثوں کی طرف لانا تھا کیونکہ قرآن میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ مولوی نظام الدین نے کہا کہ میں نے کہا کہ ہم تو پھر قرآن کے ساتھ ہیں۔ جب قرآن سے مسیحؑ کی وفات ثابت ہوتی ہے تو ہم اس کے مخالف حدیثوں کو کیا کریں۔ اس پر مولوی صاحب نے مجھے گالیاں دینی شروع کر دیں اور کہا کہ تو بے وقوف ہے تجھے سمجھ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ میاں عبداللہ صاحب کہتے ہیں کہ اس کے بعد مولوی نظام الدین صاحب نے حضرت صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پیر سراج الحق صاحب نے اپنی کتاب تذکرۃ المہدی حصہ اوّل میں یہ واقعہ بیان کر کے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ مولوی نظام الدین صاحب نے یہ بھی سنایا کہ جب میں نے مولوی محمد حسین صاحب سے یہ کہا کہ ہم تو پھر قرآن کے ساتھ ہیں تو مولوی صاحب نے سخت برہم ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس کی روٹی بند کر دو۔ (پیر صاحب لکھتے ہیں کہ مولوی نظام الدین صاحب کو مولوی محمد حسین کی طرف سے روٹی ملا کرتی تھی) اس پر میں نے ہاتھ باندھ کر مولوی محمد حسین سے (ظرافت کے طور پر) کہا کہ مولوی صاحب میں قرآن کو چھوڑ دیتا ہوں۔ خدا کے واسطے میری روٹی نہ بند کرنا۔ اس پر مولوی محمد حسین صاحب سخت شرمندہ ہوئے۔

پیر صاحب نے لکھا ہے کہ جب مولوی نظام الدین نے عملاً اسی طرح ہاتھ باندھ کر اس مکالمہ کو حضرت صاحب کے سامنے دہرایا تو حضرت صاحب بہت ہنسے اور پھر فرمانے لگے کہ دیکھو ان مولویوں کی حالت کہاں تک گر چکی ہے نیز میاں عبداللہ صاحب سنوری بیان کرتے تھے کہ میں پہلے مولوی محمد حسین بٹالوی کا بڑا معتقد ہوتا تھا اور اس کے پاس جا کر ٹھہرا کرتا تھا پھر حضرت صاحب کی ملاقات کے بعد بھی جب کبھی مجھے حضرت صاحب مولوی محمد حسین کے پاس کوئی خط وغیرہ دے کر بھیجتے تھے تو میں اس سے اسی عقیدت کے ساتھ ملتا تھا۔ لیکن جب اس نے حضرت صاحب کی مخالفت کی تو مجھے اس سے نفرت ہوگئی۔ اور میں نے کبھی اس کی صورت تک دیکھنی پسند نہیں کی۔

خاکسار نے میاں عبداللہ صاحب سے دریافت کیا کہ مخالفت سے پہلے مولوی محمد حسین کا حضرت صاحب کے ساتھ کیسا تعلق تھا۔ آیا ایک عام برابری کا سا تعلق تھا یا وہ حضرت صاحب کے ساتھ عقیدت اور اخلاص رکھتا تھا۔ میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ وہ حضرت صاحب سے عقیدت رکھتا تھا۔ چنانچہ جب کبھی کوئی حضرت صاحب کا کام ہوتا تو وہ شوق اور اخلاص سے کرتا تھا اور اس کی باتوں سے پتہ لگتا تھا کہ اس کے دل میں آپ کی محبت اور ادب ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ براہین احمدیہ پر جو مولوی محمد حسین نے ریویو لکھا تھا اس سے بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ مخالفت سے پہلے مولوی محمد حسین حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ کافی عقیدت رکھتا تھا۔ یہ ریویو بڑا مبسوط و مکمل ہے اور اپنے حجم کے لحاظ سے گویا ایک مستقل کتاب کہلانے کا حق دار ہے۔

(سیرت المہدی جلد اوّل،، روایت 275،276، ایڈیشن 2008ء)

موجودہ زمانہ کا اوتار (قسط دوئم)

مؤلفہ۔ملک فضل حسین صاحب

مرسلہ:ابن مومن۔قادیان

ہندو شاعروں کے نزدیک بھی یہی بگڑا ہوا زمانہ اوتار کے آنے کا محتاج ہے

مگر ہم چاہتے ہیں کہ ذیل میں چند مشہور ہندو شاعروں کی کچھ نظمیں بھی درج کر دیں جن میں کہ زمانہ موجودہ کی خرابی بربادی اور گراوٹ کا نقشہ کھینچتے ہوئے ایشور سے اوتار بھیجنے کی منتیں،خوشامدیں،اور التجائیں کی گئی ہیں۔اور اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ جب اسی زمانہ میں اوتار بھیجنے کا وعدہ کیا گیا تھا تو وہ کیوں پورا نہیں کیا جاتا۔ہمیں اُمید ہے کہ مندرجہ ذیل اشعار جو رقّت،دردسوز اور گداز میں ڈوبے ہوئے ہیں۔پوری توجہ سے پڑھے جائیں گے۔تا کہ یہ امر اور بھی اچھی طرح عیاں ہو جائے کہ ایشوری اَوتار کے آنے کا یہی وقت ہے نہ کہ لاکھوں سال پورآنی۔کرشن اشٹمی

کرشن آیئے (لالہ رونق رام صاحب شاؔد)

آیئے کرشن اشٹمی اے کرشن آیئے	اپنی سُریلی بانسری کی دُھن سنایئے
بھارت سے نام مِٹ چلا ہے پریم اور پیار کا	پریم اور پیار کا سبق آکر بڑھایئے
سدّ دھرم کی گلانی ہے اب حد سے بڑھ گئی	پھر اس کی ستھاپنا کرنے کو آیئے
بھارت نو اسی کنس کے بھائی بنے بہت	ان کے سُدھار کا کوئی سادھن بتایئے
چھوٹی ہوئی ہے آریہ جاتی کی نبض اب	پھر مُنہ میں اسکے گیتا کا امرت چوایئے
جاتی ہماری کھاتی ہے پد پد پہ ٹھوکریں	جیون کی نیتی آن کے اس کو بتایئے
سر چڑھ رہا ہے دیش کے ششوپال پاپ کا	چکّر گھما کے اپنا سر اس کا اڑا دیئے
رہ رہ کے یادشاہ کو آتی ہے آپ کی	اپنے سے کا پھر اسے بھارت دکھایئے

(پرتاپ اگست 1925ء صفحہ 2)

بنسری والے آجا

بنسری والے مُد ہر، بنسی بجاتا آجا	دل کو جو موہ لے وہ راگنی گاتا آجا
سخت مشکل میں گرفتار میں بھارت والے	قوم کی بگڑی کو اے کرشن بناتا آجا

لاج رکھی تھی دروپدی کی سبھا میں تو نے	لاج بھارت کی ہیں کہ چیر بڑھاتا آجا
گھور کلجگ کو ستو جگ سے پلٹ دے بھگون	گلشن ہند کو گلزار بناتا آجا

(پرتاپ، 10 ستمبر 1928ء صفحہ 47)

ہندی نظم۔گھنشیام آج آؤ (ساہتیہ رتن اِیش دت پانڈے شریش)

بھارت پکارتا ہے گھنشیام آج آؤ	بگڑی دَشا بنانے گھنشیام آج آؤ
رنج دیش بھاؤ بھوشا تیج دیش گر رہا ہے	پھر سے اسے اُٹھا نے گھنشیام آج آؤ
رِیشی گیانیوں کا چِت بھی جس نے چُرا لیا ہے	مُرلی کا وِشو موہی وہ سورسنا نے آؤ
جھنڈا نہ دھرم کا کب گر جائے پر لے ہے	سب کام چھوڑ بھگون اسکو اُٹھانے آؤ
اتی کلانت ہو گیا۔ بھارت اننت دُکھ سے	سکھ شانتی کے ٹھکانے گھنشیام آج آؤ
مریاد رِش دہرا کی اب شریش مٹ رہی ہے	کرنے دیا۔ دیالو! گھنشیام آج آؤ
کرُونیش ! دیش کی ہم کیا درد شا سنائیں	دھن دھام لٹ رہا ہے گھنشیام آج آؤ

(براہمن سروسوا ٹاوہ جلد 29 نمبر 4 صفحہ 199)

آ۔آ۔کہ وقت ہے یہی صورت دیکھا ہمیں (از جناب تصوّر ڈراماٹسٹ لُدھیانوی)

آ۔ آ دکھا جمال یشودھا کے نونہال	دِل کی لگی بُجھانے کو گھونگھٹ سے رُخ نکال
بھارت کے آسمان پہ چمک بن کے تو ہلال	اَوجِ فلک سے بڑھ گیا ہے کیا؟ تیرا اکمال
خواہش ہے تیرے دید کی ہر جاں نثار کو	اور ہے تلاش تیری دلِ بے قرار کو
سُن التجا ہماری اَے غم خوار بیکساں	پھرتے ہیں تیرے بندے بھٹکتے کہاں کہاں
ہر چشم اشکبار ہے ہر لب پہ ہے فغاں	جَور وستم کا سِکّہ ہے ہر چار سُو رواں
آ آ کہ وقت ہے یہی صورت دکھا ہمیں	آ۔آ۔کہ قیدِ غم سے تو کر دے رہا ہمیں

بس انتظار اب نہ آئے موہن دکھایئے

بس انتظار اب نہ آئے موہن دکھایئے	تیرا ہی واسطہ، تجھے دیتا ہوں آیئے
ہیں غم رسیدہ سینے سے اپنے لگایئے	بگڑی ہوئی ہماری ہے حالت بنایئے
مدّت ہوئی ہے دیدہ دِل وا کئے ہوئے	اور اک فقط تمہاری تمنّا لئے ہوئے

(پرتاپ کرشن نمبر صفحہ 12۔20 اگست 1927ء)

اے کرشن-آ بامِ رفعت پر چڑھا دے ہند کو(لالہ رام رکھا مل صاحب برق)

نیم بسمل ہیں ۔ تڑپتے ۔ اور ہوا حالِ دگر	دانے دانے کو ترستے ہیں ترے نورِ نظر
بانسری والے ذرا آ جلد اس کی لے خبر	بوستانِ ہند پھر وقت خزاں سے بسر

اے کرشن آ تا نہیں کوئی سبب اس کا نظر

نغمہ توحید پھر اگر سُنا دے ہند کو

نغمہ توحید پھر اگر سُنادے ہند کو	پست ہے یہ اوج کی صورت دکھائے ہند کو
گر رہا ہے قعرِ ذِلّت میں اُٹھادے ہند کو	روش باغِ جناں پھر سے بنا دے ہند کو
اسے کرشن آ بامِ رفعت پر چڑھا دے ہند کو	ڈھونڈتے ہیں ہند کے دن رات تُجھ کو مرد و زن
پھر ترستے ہیں تیرے دیدار کو اہل وطن	پھر مئے عرفاں پلا دے ساقیِ بزمِ کہن
خون دل سے سینچ دیں تا بادہ کش اُجڑا چمن	برقؔ دل میں ہندوؤں کے پھر لگا ایسی لگن

(پرتاپ کا کرشن نمبر 11 اگست 1925ء صفحہ 32)

آ وقت ہے امداد کا(شری یُت پر یتیم جی مہاراج احمد آبادی)

وہ قول جو رَن میں دیا	اب وقت ہے اُس کو نبھا
ہم سے ہے گر کوئی گِلا	بہرِ کرم اُس کو بُھلا
فریاد ہے ۔ فریاد ہے،	آ ساعت امداد ہے،
اُفتاد پر اُفتاد ہے	بیدا د پر بیداد ہے
اس بے نواؤں کی نوا	بے آسروں کا آسرا

آ وقت ہے امداد کا

آ دستگیر بیکساں!

آ دستگیر بیکساں !	اے سایۂ بے مائیگاں
تُو ہے نصیرِ عاجزاں !	سُن درد دِلوں کی داستاں
دھن دھام کی خواہش نہیں	گلفام کی خواہش نہیں
صمصام کی خواہش نہیں	کچھ نام کی خواہش نہیں

خواہش ہے یہ دیدار ہو	اوتار ہو۔ ساکار ہو
بھارت کا بیڑا پار ہو	آ آ کہ ہیں مٹنے کو ہم
صبر و سکوں ہے کالعدم	پر تیم تجھے تیری قسم

(اخبار آنند لاہور 18 چیت سموت 1987ء بکرمی صفحہ 27)

یہی نہیں۔ اور بھی بہت سی نظمیں اسی رنگ میں ڈوبی ہوئی نقل کی جا سکتی ہیں جو ہمارے پاس موجود ہیں، مگر چونکہ ان سب کا نقل کرنا، اس مختصر سے رسالہ میں قطعی دشوار ہے۔ اس لئے ہم فی الحال انہی پر اکتفا کرتے ہیں لیکن محولہ بالا مضامین اور نظمیں بجائے خود بھی اتنی کافی ہیں کہ جن سے معلوم کرنا کچھ بھی مشکل نہیں رہتا۔ کہ موجودہ زمانہ ہی وہ زمانہ ہے۔ جسے ہندو گرنتھوں میں کلجگ ہاں گھور کلجگ کہا گیا ہے۔ اور یہی وہ زمانہ ہے۔ جو اپنی بدیوں، بدکاریوں، پاپوں اور گناہوں کے لحاظ سے پچھلے تمام زمانوں کو مات کر رہا ہے۔ اور اس کی یہی زبوں حالی بزبان حال اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ اس مصیبت کے وقت آسمانی مدد پہنچے اور کوئی خدا کا بندہ آ کر اس حالت کو بدلے۔ پس ہمارے وہ ہندو بھائی جو بعض خودغرض لوگوں کے کہنے میں آ کر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ابھی اوتار کے آنے میں لاکھوں سال باقی ہیں۔ آئندہ کے لئے اس قسم کے گمراہ کُن، نقصان دہ اور ضرر رساں خیالات سے اپنے دلوں کو پاک کرلیں، کیونکہ جب وہ زمانہ آ گیا جس میں اوتار کا آنا ضروری ہے۔ جب وہ زمانہ آ گیا کہ جس کی نشانیاں پہلی کتابوں میں درج تھیں۔ جب وہ زمانہ آ گیا کہ جس میں بدی و بدکاری اپنی انتہا کو پہنچ جائے۔ اور لوگ بھی اس کی حالت کو دیکھ کر بلبلا اٹھیں، اور دن رات یہی دعائیں کریں، التجائیں کریں، اور فریادیں کریں کہ اے بھگوان! دُنیا تباہ ہوگئی برباد ہوگئی۔ اس کی خوبیوں پر پانی پھر گیا۔ اور یہ ظلمت و جہالت میں گرفتار ہو کر غارت ہونے کو ہے۔ اِس لئے اس کی مدد کرو۔ اور اس وقت اپنا کوئی اوتار بھیجو۔ تو کیا ان حالات کو دیکھتے ہوئے اور انسانی طبائع کی اس خواہش اور تڑپ پر نظر ڈالتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نہیں صاحب ابھی تو لاکھوں برس گزرنے پر اوتار آئے گا؟

جب وقت کے مطابق اوتار آ گیا تو اُسے قبول کرنا چاہیے

چونکہ کلجگ آ چکا ہے۔ اس کی نشانیاں پوری ہو چکی ہیں اور خود دل بھی بول اُٹھے ہیں۔ کہ یہی وہ زمانہ ہے۔ جبکہ کرشن اوتار کا آنا ضروری ہے۔ اس لئے اپنے آپ کو زیادہ دیر تک ورطہ ضلالت میں ڈالے رکھنا یقیناً دانشمندانہ فعل نہیں اور پھر ایسی حالت میں جبکہ خدا نے دنیا کی ہدایت درہنمائی کے لئے اپنا پیارا بھیج بھی دیا۔ اور اس نے اپنے مشن کا آغاز بھی کر دیا۔ تو کیا عقلمندی ہے کہ گھر آئی نعمت کو ٹھکرایا جائے اور غضب الٰہی کا نشانہ بنا جائے؟

پس وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً ایشور نے دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اوتار بھیجے۔ وہ اس زمانہ کے اوتار کے بھی پیغام کو سُنیں۔ اس کی باتوں پر کان دھریں۔ ان پر عمل کریں اور اپنی مراد کو پہنچیں اور اگر کوئی لکیر کا فقیر اس تمام بحث کو پڑھ جانے کے بعد بھی یہی رٹا لگائے کہ ہم کس طرح اس وقت کسی شخص کو اوتار مان سکتے ہیں جبکہ ہماری کتابوں میں صاف لکھا ہے۔ کہ کلگی بھگوان تب آئیں گے۔ جبکہ

معترضین کی پیش کردہ علامتیں بھی پوری ہو چکیں

”تمام ہندوستان میں جھوٹ ہی جھوٹ پھیل جاوے گا۔ ہتیا، کرودھ، لوبھ از حد بڑھ جاوے گا۔ برہمن لوگ ویدوں کا پڑھنا قطعی ترک کر دیں گے۔ تمام ورن آشرم بگڑ جاوے گا۔ ورن شکر پیدا ہوں گے۔ درختوں کو پھل نہ لگیں گے۔ بارش نہ ہوگی۔ لوگ مندروں میں بھول کر بھی نہ جائیں گے۔ جب

تپ برت دنیا سے نیست ونابود ہوجائیں گے۔ بیٹا باپ کو، باپ بیٹے کو ترک کردے گا۔سب آچارنشٹ ہوجاویں گے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ ان میں سے کونسی بات ہے جو اس وقت پوری نہیں ہوگئی اور وہ کونسا امر ہے۔جس کی تائید ہم نے خود ہندو ایڈیٹروں ہی کے قلم سے نہیں کروادی۔کیا ایڈیٹر سناتن دھرم پر چارک کے مضمون میں نہیں پڑھا۔ کہ اس وقت سبھی ورن پتِت ہو چکے ہیں۔کیا۔دُوسرے اقتباسوں میں یہ نہیں لکھا کہ یہ تمام بدیاں اور گناہ حد سے زیادہ پھیل گئے ہیں۔عبادت اور ریاضت کرنے والے نہیں رہے اور جو کرتے بھی ہیں وہ ڈھونگ ہیں۔جب اس قسم کے حالات پیدا ہوچکے اوران کی تائید ہندو ایڈیٹر بھی کر چکے تو پھر یہ کہنا کہ ابھی اوتار کا آنا مشکل ہے کیونکہ درست مان لیا جائے۔

شودر واعظ اور براہمن سامعین

اگر کہا جائے کہ ہمارے ہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اوتار کے آنے سے قبل شودر لوگ وکتا (واعظ) اور براہمن لوگ ان کے غلام ہوکر شروتا۔(سامعین) ہوں گے۔راجہ کی سختیوں سے یہ براہمن تنگ آکر جنگل میں بھاگ جاویں گے۔ برہمنوں کے گھروں رشیوں کے آشرم، دیو مندر اور ہون کُنڈوں میں ہڈیوں کے ڈھیر ہی ڈھیر پائے جائیں گے۔تو اس کے متعلق بھی ہم عرض کریں گے کہ جب بقول ایڈیٹر سناتن دھرم پر چاک براہمن اپنے فرض سے گر چکے ہیں۔تو کیا ایسی حالت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت یہ نشانی کہاں پوری ہوئی؟ کیا آج کل انگریز، جرمن اور چھوٹی ذات کے پروفیسر کالجوں میں برہمن کہلانے والوں کو نہیں پڑھاتے؟ کیا اس زمانہ میں ادنیٰ ذات کے لوگ سٹیج پر کھڑے ہوکر لیکچر نہیں دیتے اوران کے سامعین برہمن نہیں ہوتے؟ کیا اس وقت دنیا کے مختلف مخالف میں اٹلی، مسولینی، لینن اور سٹالن جیسے خودمختار فرمانرواؤں کے خون سے بہت سے عالم اپنے وطن نہیں چھوڑ گئے؟

یہ نشانیاں تو بُدھوں کے وقت ہی پُوری ہوچکی ہیں

ہم تو یہ بھی کہیں گے کہ یہ نشانیاں آج ہی نہیں بلکہ اس سے بھی بہت پہلے ہاں بدھوں کے وقت ہی پوری ہوچکی تھیں۔جب کہ سب وَرن شنکر ہو گئے تھے۔براہمنوں کی عظمت جاتی رہی تھی۔ہون یگیہ بند ہوگیا تھا۔شودر استاد اور براہمن شاگرد بن گئے تھے۔اور یگیہ شالہ وغیرہ کو ناپاک کردیا گیا تھا۔اگر اس وقت یہ حالت بدھوں کے ہاتھوں ہوئی۔تو اب خود ہندو بھی اپنے دھرم کرم کو جواب دے چکے ہیں۔

اب ہندو بھی انہیں پورا کررہے ہیں۔؟

اس وقت خود براہمن ہی اچھوتوں اور شودروں کو وکتا بنا رہے ہیں۔اور خود شروتا بن رہے ہیں۔اس وقت خود براہمن کہلانے والے ہی اپنے ہون کنڈوں کو شورروں کے ذریعہ۔ ناپاک کررہے ہیں۔مندروں کو بھرشٹ کررہے ہیں۔کیونکہ ہون کنڈوں میں ہڈیوں کے ڈھیر سے یہی مراد ہے کہ ان کی پاکیزگی عظمت اور حرمت جاتی رہیں گی۔اور یہ تو اسی وقت چلی گئی جب بھی ورن بگڑ گئے۔اور شودروں کے ساتھ بیٹھ کر ہون کرنے سے ان کی پاکیزگی میں فرق آ گیا۔کیا کانگریسی مہا سبھائی اور سماجی خیال کے لوگ ہوں گنڈ اور مندروں میں اچھوتوں کو لے جاکر ان کو قدامت پسند ہندوؤں کے نقطہ خیال کرنا پاک نہیں بنا رہے؟ پس اگر یہ کوئی خاص نشانی ہے تو وہ پوری ہوچکی ہے۔

انسانی عمر کا اوسط بھی گھٹ چکا ہے

اگر کہا جائے کہ اُس وقت ''انسانوں کی عمر گھٹ کر 16 سال کی رہ جائے گی۔لڑکیاں ۵ ویں ٦ سال کی عمر میں اولاد پیدا کریں گی'' تو اس کے متعلق بھی ہم بتادیں کہ یہ جو کچھ کہا گیا ہے اگر اس کو حرف بحرف صحیح سمجھا جائے تو ایسا ہونا محال ہے۔اور اگر اس سے مراد یہ لیجائے کہ آخری۔نی بان میں انسانی عمر

کا اوسط پہلے نگوں کی نسبت بہت گھٹ جائے گا۔ توضیح ہے۔ اور حقیقت میں اس جگہ یہی بتانا مقصود ہے کہ اسوقت انسانی عمر بہت کم رہ جائے گی۔ نہ یہ کہ ہر ایک کی عمر 16 سال ہوجائے گی۔ کیونکہ اگر ہم یہ مان لیں کہ سبھی کی عمر 16 سال رہ جائے گی تو اس سے منوجی مہاراج کے اس قول کی تکذیب لازم آتی ہے۔

’’ اروگاہ سر و سِدھ آرتھا چتر ورش شتا یوشہ	کرتے تریتادی شُوہی اسے شام آئیر ہبترستی پادشہ

(منوادھیائے 1 شلوک 83)

اس میں بتلایا گیا ہے کہ ست یگ میں انسانوں کی عمر 40 سال کی ہوتی ہے۔ تریتا میں تین سو سال دواپر میں 200 سو سال اور کلجگ ہیں 100 سال پس اگر مہا بھارت کا یہ قول درست ہے۔ تو منو کا قول جھوٹا۔ اور اگر منو کا درست تو مہا بھارت کا یہ کہنا نا قابل تسلیم کہ کلجگ کے آخر میں انسانوں کی عمر 16 سال ہوگی۔ لیکن اگر دونوں بزرگوں کے اقوال کا احترام منظور ہو تو پھر یہ مان لینے میں کوئی حرج نہیں کہ کلجگ کے آخر میں انسانی عمر اپنی اوسط سے بہت گر جائے گی۔ اور یہ حقیقت ہے۔ اس وقت کے اوسط عمر کا ست یگ سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے۔ تو صاف نظر آجاتا ہے کہ فی زمانہ انسانی عمر کا اوسط بہت ہی گر چکا ہے۔ پس 16 سال کہنا یہ معنی نہیں رکھتا کہ حقیقت میں سبھی کی عمر 16 سال ہوجائے گی۔ بلکہ اس کا صرف یہی مطلب ہے کہ عام اوسط عمر بہت ہی کم رہ جائے گی۔

چھوٹی عمر کی لڑکیوں کا حاملہ ہونا

باقی رہا لڑکیوں کا 5۔6 سال کی عمر میں حاملہ ہونا ہو یہ بھی مبالغہ سے خالی نہیں۔ اور اگر اس کو مبالغہ نہ کہا جائے تو پھر یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ اس وقت بہت چھوٹی عمر میں لڑکیاں حاملہ ہوجایا کریں گی اور قرین قیاس بھی یہی ہے۔ اور یہ نشانی اس وقت پوری ہو چکی ہے۔ اس امر کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ 9۔10 سال کی لڑکیاں حاملہ ہو رہی ہیں۔ جیسا کہ ذیل کے بیانات سے ظاہر ہے:۔

لالہ کر مچند جی وَید نے لکھا ہے کہ:

’’ آج سے 25,20 برس پہلے پنجاب میں نوجوان لڑکے اور نوجوان لڑکیاں ایک جگہ کھیلا کرتے تھے۔ ان میں کبھی گندے خیالات پیدا نہ ہوتے تھے۔ لیکن آج آپ 12،10 برس کے بچوں کو زنا کرتے پائیں گے۔ 10 برس کی کئی لڑکیاں حاملہ سنی گئی ہیں۔

(رسالہ مادہری ورش 6 کھنڈ 2 صفحہ 823)

مسٹر گابا بیرسٹرایٹ لاء اپنی کتاب ’’انکل شام‘‘ میں امریکہ کی بدیوں اور بدکاریوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:’’ڈاکٹر ایڈتھ ہوکر کا بیان ہے کہ بہت تربیت یافتہ اور امیر گھرانوں میں بھی یہ بات کوئی غیر معمولی بات نہیں کہ آٹھ سات برس کی لڑکی کے عاشق پیدا ہوجائیں جو کہ عموماً اس کے ہم عمر ہی ہوتے ہیں اور جن کے ساتھ اس کے زنا شوئی کے تعلقات بھی ہوتے ہیں اور بعض اوقات وہ دوسروں کے سامنے ہیں یہ کام کرتے ہیں۔ ایک نہایت تربیت یافتہ خاندان کی سات سالہ لڑکی کے اپنے بڑے بھائی اور اس کے چند دوستوں کے ساتھ بُرے تعلقات تھے۔ اسی طرح پانچ بچوں ٹور جو کہ اعلیٰ طبقہ کے علاقے میں رہتے تھے آپس میں بدفعلیاں کرتے تھے۔ ان میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ سب سے بڑے لڑکے کی عمر صرف دس برس تھی۔ اور یہ بچے فخریہ دوسرے بچوں سے اپنی ان حرکات کا ذکر کیا کرتے تھے۔ (انکل شام صفحہ 72)

گاندھی جی نے بھی اپنے اخبار ینگ انڈیا 26 اگست 1927ء میں لڑکپن کی شادی کی بدولت:

نیم جان بچےلڑکےاورلڑکیاں ہمارسوسائٹی میں نابالغ والدین سے پیدا ہوجاتے ہیں۔(منقول از مدرانڈیا اُردو)

سردار بہادر کپتان ہیراسنگھ نے بھی اسمبلی ہال میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ۔

کیا یہ گناہ نہیں ہے کہ وہ قدامت پسند ہندو نو یا دس سال کی ایک بیٹی کو اور ایک دس سال کے لڑکے کو خاوند کہہ کر پکارتے ہیں۔ یہ نہایت درجہ شرمناک ہے۔موجودہ نسل اور آنے والی نسل کی یہ بدنصیبی ہے کہ...... نو یا دسال کی لڑکیاں جوخود ابھی بچیاں ہیں۔اور جنہیں بیویاں بننے کی بجائے اپنی گڑیوں سے کھیلنا چاہیے۔بچوں کی مائیں بنتی ہیں۔(منقول از اُردو ترجمہ مدرانڈیا صفحہ 40)

یہی نہیں اور بھی بہت سے حوالجات اس قسم کے نقل کئے جاسکتے ہیں جن سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کثرت سے ایسی مثالیں موجود ہیں۔ جو اس امر کا ثبوت ہیں کہ فی زمانہ بہت ہی خوردسال لڑکیاں حاملہ ہوجاتی ہیں۔

مبالغہ آمیز اَور شاعرانہ کتابوں کی علامتوں میں بھی مبالغہ سمجھئے

لیکن اس قسم کے ثبوت دینے کے بعد بھی ہم یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ جو لوگ مہابھارت یا پورانوں کی اس قسم کی باتوں کو ظاہری طور پر حرف بحرف پورا ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں۔انہیں یہ بھی تو خیال کرنا چاہیئے کہ جن کتابوں سے اس قسم کی باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ان میں تو قدم قدم پر ہر ایک امر کے متعلق مبالغہ سے کام لیا گیا ہے اگر کسی کی تعریف لکھتی ہے تو ایسی کہ اسے آسمان پر چڑھا دیا۔اگر کسی کی مذمت کی تو اس کی بھی انتہا کردی۔واقعات لکھے تو وہ بھی مبالغوں سے پُر بادشاہوں کا ذکر کیا تو ان کی عمروں اور زمانہ حکومت کے متعلق بھی اتنا مبالغہ کردیا کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔انسانوں کی عمریں لکھیں تو سینکڑوں ہزاروں سال، زمانہ کی مقدار کا حساب لکھا تو اربوں سال تک پہنچا دیا۔الغرض جس مضمون پر قلم اٹھایا اسی کو مبالغہ آمیز بنادیا اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ کتابیں نظم میں ہیں۔اور نظم میں رنگینی اور زور بھی پیدا ہوتا ہے جب کہ اس میں مبالغہ اور رنگ آمیزی سے کام لیا جائے۔پس اگر کلجگ اور گھور کلجگ کی نشانیاں بتلاتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ اس وقت سب جگہ جھوٹ ہی جھوٹ پھیل جائے گا۔یا سبھی مکار دغاباز ہوجائیں گے۔یا لڑکیاں 6،5 سال کی حاملہ ہوا کریں گی۔تو سمجھ لیجئے کہ اس کا باعث شاعرانہ تخیلات اور مبالغہ آمیزی ہے۔پس جن کتابوں کے اندر بات بات میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہو۔ان کتابوں کے مفہوم کو دیکھنا چاہیے نہ کہ ایک ایک لفظ کی صداقت پر اَڑ جانا اور یہ توقع رکھنا کہ ان میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔وہ حرف بحرف درست اور حقیقت پر مبنی ہے۔پھر یہ بات بھی یادرکھنے کے قابل ہے کہ پرانی کتابوں میں اوتار کی پہچان کے لئے جس قدر علامتیں مذکور ہیں۔وہ اس لئے بطور گواہ کے ہیں۔اور گواہ مدعی کے بعد ہوتا ہے۔اور اس لحاظ سے ممکن ہے کہ بعض علامات زیادہ صفائی کے ساتھ بعد میں بھی پوری ہوجائیں کہ جن کا پورا ہونا مدعی کے بعد ہی مقدر ہو

کیا گھور کلجگ نہیں آیا؟

اور اگر یہ کہا جائے کہ ہمارے ہاں تو یہ لکھا ہے کہ

’’اس وقت صرف کلجگ ہے۔جس وقت گھور کلجگ ہوجاوے گا۔۔۔۔۔تب کلجگ کا اخیر ہوگا (اور) اس وقت بھگوان خود کرپا کریں گے اور نش کلنک اوتار دھارن کریں گے۔‘‘

مگر ہم نہیں سمجھتے کہ کلجگ اور گھور کلجگ میں کیا فرق ہے۔اگر گھور کلجگ کے یہ معنی ہیں کہ اس وقت بدی اور بدکاری حد وانتہا تک پہنچ جائے گی۔تو کیا

زمانہ ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں؟ کیا ابھی کسی گھور کلجگ کا انتظار ہے؟ اور دنیا میں اور زیادہ پاپ دیکھنے کی خواہش ہے؟ کیا موجودہ حالت کچھ کم ہے جو مزید کی توقع رکھی جاتی ہے؟ مگر ہم بتلائے دیتے ہیں کہ اگر نش کلنک اوتار کے زمانہ سے پہلے گھور کلجگ کا آنا ضروری ہے تو لیجیے ہم خود ایک دو ہندوؤں کی شہادت دلائے دیتے ہیں کہ گھور کلجگ بھی آ گیا ہے۔

ایک ہندو شاعر کا اقبال

گذشتہ صفحات میں لالہ موہن لال عاقلؔ کا یہ شعر نقل ہو چکا ہے کہ: گھور کلجگ کو ستو جگ سے پلٹ دے بھگوان۔ جس کا یہی مطلب ہے کہ موجودہ زمانہ ہی گھور کلجگ ہے۔ جس کے متعلق ایشور سے درخواست کی گئی ہے کہ اس کو اب ست یگ میں بدل دیا جائے۔

پنڈت راج نرائن صاحب کی شہادت

ایک اور شہادت بھی سُن لیجئے۔ جس سے معلوم ہو جائے کہ اگر ابھی گھور کلجگ نہ آیا تھا۔ تو وہ اب آ گیا ہے۔ پنڈت راج نرائن ارمانؔ نے اپنے اخبار ایشیا (دہلی) میں لکھا تھا کہ: ”رگوید کے یم سُوکت میں ایک موقعہ پر یہ ذکر آتا ہے کہ یمی بہن اپنے بڑے بھائی یم سے پوچھتی ہے کہ کیا میری اور تیری شادی ہو سکتی ہے۔ اس پر یم جواب دیتا ہے کہ ”اے بہن! ایسا زمانہ بھی آ جائے گا۔ جب بھائی بہن کی شادی ہونے لگے گی۔ تُو میرا خیال چھوڑ کر اپنے پَتی (خاوند) کی خواہش کر جس کے ساتھ تیری تمام عمر گذرے۔“

گویا رگوید کے اس سُوکت میں یم اور یمی نے اس گفتگو سے یہ ثابت کیا ہے کہ ابھی شروع عالم کا زمانہ ہے۔ ابھی ایسی بیہودگیاں نہیں ہو سکتی۔ البتہ کبھی آئندہ ایسا زمانہ آ جائے گا۔ چنانچہ وہ زمانہ آجکل آ گیا ہے۔ شہر نارتھ اونیوشک میں حقیقی بھائی بہن کی شادی کی رسوم گرجا میں باقاعدہ ادا کی گئی ہیں۔ مگر شکر ہے کہ یہ بیحد مذموم رسم ہندوستان سے نہیں بلکہ یورپ سے شروع ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب گھور کلجگ شروع ہو گیا ہے۔ ابھی دیکھئے دنیا میں اور کیا ہوتا ہے۔“ (اخبار ایشیا دہلی 3 اپریل 1924ء صفحہ 3)

بھوشیہ پران کی گواہی

یہی کیوں ہم اس سے بھی زیادہ معتبر گواہی یعنی بھوشیہ پوران کے مصنف کی شہادت سناتے ہیں۔ بھوشیہ پوران پرتی سرگ پرب 3 ادھیائے 22 شلوک 11، 12 میں لکھا ہے کہ:۔

”دیوتاؤں کی ترپتی (سیری) کے لئے ست یگ میں من میں ایشور کی پُوجا کی جاتی تھی۔ تریتا یگ میں اگنی کی پُوجا اور یگیہ دان وغیرہ افعال اور دواپر یُگ کے اندر دیوتاؤں کو بُت پرستی پیاری تھی۔ اب گھور کلجگ آنے پر ایشور کی پُوجا سب سے اعلیٰ ہے۔“

اصل حوالہ میں صاف لکھا ہے۔ ”کلاؤ تورونے پراپتے“ جس کے صاف یہی معنی ہیں کہ بھوشیہ پوران کی تصنیف کے وقت ہی (جو صدیوں پہلے کی تصنیف ہے،) گھور کلجگ آ چکا ہے اور اگر اس حوالہ سے بھی تسلی نہیں ہوئی تو ہم خود شری کرشن جی مہاراج ہی کی گواہی سنائے دیتے ہیں:۔

شری کرشن جی کی گواہی

”اے منیوا آپ مجھ پر خوش ہوں۔ مَیں نے جو کام کرنے تھے وہ کر لئے۔ اب یہ گھور کلجگ کا آغاز ہو چکا ہے۔ اب سبھی آدمی، اور عورتیں پاپ میں پھنس جائیں گے۔“ (بحوالہ کُورم پران منقول از کورم پوران آلو چنا صفحہ 87)

اصل شلوک میں صاف لکھا ہے:۔اِدم کلی یُگم ۔سم پراپتم ادھونا شُبھم ۔کہ یہ گھور کلجگ جو منحوس ہے اب آ گیا ہے
یہ حوالہ بتا تا ہے کہ گھور کلجگ شری کرشن جی مہاراج کی آخری عمر میں ہی شروع ہو گیا تھا۔نہ کہ ابھی آئندہ آئے گا۔پس اب جبکہ خود بھوشیہ پوران کے مصنف اور شری کرشن جی مہاراج نے ہی فرما دیا کہ گھور کلجگ ہزاروں برس پہلے ہی شروع ہو چکا ہے۔تو اس کے لئے اور زیادہ حوالجات کی کیا ضرورت ہے؟اس میں جو لوگ حضرت کرشن قادیانی کے مانتے ہیں یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ کھور کلجگ ابھی نہیں آیا۔وہ مندرجہ بالا چار شہادتوں کا چشم وا سے مطالعہ کریں۔تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ گھور کلجگ آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گیا۔

کیا کلجگ کے چوتھے حصّہ میں کلکی اَوتار نے آنا تھا؟

اور اگر اس قسم کی شہادتوں اور گونا گوں یکتیوں اور دلیلوں سے بھی کسی کو تسلّی نہ ہو۔اور یہی بات زبان پر لائے کہ چونکہ ہمارے ہاں صاف طور پر لکھا ہے کہ ایشوری اوتار۔ اس وقت آئے گا۔جبکہ ’’سُورج چند ماں اور برہسپتی پوکھیہ نشتر میں آن کر ایک راشی پر ہوں گے۔‘‘اور یہ علامت ابھی لاکھوں سال بعد ہوگی۔کیونکہ ابھی کلجگ کے 5023 سال گزرے ہیں۔بقایا سال 426967 ہیں۔اور کلجگ کے چوتھے چرن (حصّہ) میں بھگوان کا کلکی اوتار ہوگا۔تو جو ہندو بھائی اس قسم کی باتوں پر یقین کئے بیٹھے ہیں۔وہ خود ہی غور کریں کہ آخر یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ مریض تو اس وقت تڑپ رہا ہو بلاک رہا ہو۔اور مارے درد اور کرب کے اس کی حالت پریشان ہو۔اور معالج کے بلانے کے لئے التجائیں یہ التجائیں کرتا ہو۔مگر اس کو یہ کہا جائے۔ابھی معالج نہیں آسکتا ہے جب ہم نے خود ہندو اصحاب ہی کی تحریروں اور نظموں سے یہ دکھا دیا کہ زمانہ کی حالت بگڑ چکی ہے۔اور اس وقت بعینہ وہی حالت ہے جس کی طرف گیتا میں اشارہ کیا گیا ہے۔اور یہی وہ وقت ہے جس میں کہ گیتا کے اعلان کے مطابق ایشوری اوتار کے آنے کی ضرورت ہے تو ایسی حالت میں یہ کہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے کہ ابھی لاکھوں سال کے بعد اوتار آئے گا؟

ایک ہندو فاضل کے نزدیک ایسا ہونا محال ہے۔اور پھر قابل غور بات یہ بھی ہے کہ اس علامت کے متعلق بعض کا خیال ہے کہ ایسا ہونا محال ہے۔جیسا کہ راؤ بہادر چنتا منی وَید ایم اے لکھا ہے کہ

جب یہ کلی یُگ ختم ہوگا۔تب سوریہ، پُشیہ۔نکشتر اور برہسپتی ایک ستھان پر آجائیں گے۔یہ کلپنا (وہمی بات) ہے۔پھر لکھتے ہیں کہ:۔

گنت سے نہیں معلوم کیا جاسکتا کہ یہ یوگ (اجتماع) کب ہوگا۔کیونکہ ان سب کا ایک راشی پر آنا ناممکن ہے۔‘‘پھر لکھتے ہیں کہ:۔

’’راشی لفظ سے یہاں عام میش وغیرہ راشی ہیں بلکہ یہاں یُتی کے معنی میں ہے۔اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ مہا بھارت کے زمانہ میں میش وغیرہ راشیاں لوگوں کو معلوم نہ تھیں۔چندر، سوریہ، برہسپتی اور پشیہ نکشتر کی یُتی ناممکن نظر آتی ہے۔ (مہا بھارت میمانسا صفحہ 4)

ہر چند کہ ہم اس قسم کی علامات کو دیگر یقینی قطعی اور بین دلائل وعلامات کے سامنے کوئی خاص وقعت نہیں دے سکتے۔لیکن پھر بھی ہم نے ایک ہندو فاضل کا اعتراف دکھا دیا۔کہ ستاروں کا یہ اجتماع محال ہے۔

اسی طرح اس اجتماع کے متعلق بعض کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ علامت لاکھوں سال بعد نہیں بلکہ ہر 12 سال کے بعد ظاہر ہوتی رہتی ہے۔یہی نہیں بلکہ بعض کا خیال ہے کہ یہ 1919ء میں اپنی شرائط کے ساتھ پوری ہو چکی ہے۔جیسا کہ مندرجہ ذیل ہندو پنڈتوں کی شہادتوں سے ظاہر ہے۔

لیجئے وہ علامت پوری بھی ہوگئی

شری یُت گنیش دت شرم گوڑ اِندر فرماتے ہیں کہ:۔

”ہندوؤں کی کتابوں میں ہر ایک یگ کی عمر کا ذکر پایا جاتا ہے۔موجودہ یگ کو کلی یگ بتایا جاتا ہے۔ ہر ایک کرم کانڈی یگیہ وغیرہ کرنے والا ہندو اپنے مذہبی مراسم شروع کرنے سے قبل سنکلپ کرتا ہے،کلی یگے پرتھم چرنے وغیرہ یعنی ابھی کلی یگ کا پہلا چرن (حصہ) ہی چل رہا ہے۔کیونکہ کلجگ کی عمر (موجودہ حساب میں)432000برسوں کی مانی گئی ہے جس میں سے آج تک 5032 سال گذرے ہیں۔جس کی رُو سے ابھی تو کل یگ کے ختم ہونے میں426968 برسوں کی دیر ہے۔لیکن شریمد بھاگوت (پوران) کے بارھویں سکندھ میں یہ ایک شلوک ہے جس میں ست یگ کے شروع ہونے کا صاف ذکر کر ہے۔

یدا چند رش شور یشچ تھا تسیو بر ہسپتی	ایک راشیو سمیش تدا بھوتی تت کِرتم

یعنی جب سورج چاند اور برہسپتی پوکھیہ کر راشی میں پہنچتے ہیں تب ست یک کا آغاز ہوتا ہے۔“

اور اسکے مطابق سب لوگ (اجتماع) بکرمی 1976 ، شک 1841 ساون کرشنا 14 شنی وار کو ہو چکے۔اور اُسی دن سے ست یگ شروع ہوا ماننا چاہیئے۔“(رسالہ گنگا جنوری 1931ء صفحہ 277)

اب وہ ہمارے ہندو دوست جو اس علامت کو پورا ہوتے دیکھنا چاہتے تھے دیکھ لیں کہ 1919ء یا سمت 1976 بکرمی میں سب کچھ ہو گیا۔مختلف سیارے ایک راشی میں جمع بھی ہو گئے۔اور ست یگ بھی شروع ہو گیا۔اور اگر مزید گواہ کی ضرورت ہو تو ہم آپ کی خاطر وہ بھی پیش کئے دیتے ہیں اور وہ بھی محض اس لئے کہ آپ کے دل میں کوئی وسوسہ باقی نہ رہ جائے۔

شری پنڈت یوگندر ناتھ رائے جیوتش شاشتری (بنگال) اپنے ایک محققانہ مضمون میں محولہ بالا شلوک نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

جس وقت چاند،سورج اور پوکھیہ نکشتر میں آیا ہوا براہسپتی ایک راشی میں آجائیں تب ہی ست یگ کا آغاز ہوگا۔یہ پیشگوئی پہلے شاستر میں لکھی ہے ۔(اور ہم نے گنتی کے ذریعہ معلوم کیا ہے کہ ہے 326 (یہ سمت غالباً بنگال میں رائج ہے۔11 ساون روی وار مطابق 27 جولائی 1919ء کو ست یگ شروع ہو گیا ہے۔(سالہ براہمن سروس اٹاوہ جنوری 1930ء صفحہ 79)

اس علامت کے متعلق چند سال ہوئے۔پنڈت راج نارائن صاحب ارمانؔ نے ایک اور حساب پبلک کے سامنے پیش کرتے ہوئے ثابت کیا تھا کہ علامت یکم اگست 1933ء کو پوری ہو جائے گی اور یہ خیال ایک مقبول ہوا کہ کئی ایک ہندو پنڈت اسکے قائل ہو گئے اور ان سب نے بالاتفاق یہ امر تسلیم کر لیا کہ یہ علامت موجودہ فرضی حساب کی رُو سے لاکھوں سال بعد ظاہر نہیں ہوگی۔ بلکہ یہ 1943ء میں یقینی طور پر ظاہر ہو جائے گی۔جیسا کہ ان کی شہادتوں سے ظاہر ہے

پنڈت راج نارائن جی ارمان کی رائے

پنڈت راج نرائن صاحب کا تحقیقی خیال اور انکی ارمان کی رائے ،تائید میں دیگر ہندو پنڈت صاحبان کی تصدیقی رائیں اخویم مہاشہ محمد عمر صاحب کے ہندی رسالہ ورتمان یگ کا اوتار میں جمع کر دی گئی ہیں۔ناظرین اصل حوالہ جات وہاں سے ملاحظہ فرمالیں۔

اس جگہ یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ جب یہ علامت 1919ء یا 1943ء میں پوری ہوئی تو کلکی اوتار علامت ظاہر ہونے سے قبل کیسے آگئے؟ سو اس

کے جواب میں یہ عرض کردینا کافی ہے کہ علامت بطور گواہ ہو اور مدعی کا پہلے آنا ضروری ہے۔پس ماموریا اوتار کے ظاہر ہونے کے بعد ہی اسکی تصدیق میں آسمانی یا زمینی نشانات یا علامات ظاہر ہوں تو کوئی قابل اعتراف بات نہیں ہوسکتی۔پس اب جبکہ ہم خود ہندو پنڈت صاحبان کی تحریروں سے ہی دکھلا دیا۔یہ علامت بھی ظاہر ہوچکی ہے۔تو کیا اب بھی اس زمانہ کے ایسوری اوتار پر ایمان لانے میں کوئی عذر باقی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر مستر د! اٹھو، بلکہ دوڑ اور جلد سے جلد اس صداقت، ہاں اس نُور اور دویہ جیوتی کو حاصل کے وجو تمہارے دلوں کو پاک، دماغوں کو روشن اور منور کرنے کے لئے اس زمانہ کا اوتار آسان سے لایا ہے۔

اس یُگ کا ایشوری اُوتار مسلمانی روپ ہیں کیوں ظاہر ہوا؟

اس جگہ ہم اس وسوسہ کا بھی ازالہ کردیں۔جو بعض ہندو بھائیوں کے دلوں میں پیدا ہوتا رہتا ہے کہ شری کرشن جی مہاراج کا اوتار ہندووٗں کے گھر پیدا ہونا چاہیئے تھا نہ کہ مسلمانی روپ میں ظاہر ہوتا؟ مگر ایسے بھائیوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ پرماتم کی دیا اور محبت صرف ایک قوم کے لئے ہی خاص نہیں بلکہ ساری قوموں کے ساتھ ہے۔جس طرح اس کا سورج، اُس کا چاند، اُس کی ہوا اُس کا پانی ساری دنیا کی ساری قوموں کیلیئے ہے نہ کہ کسی الگ قوم کیلیئے؟ اسی طرح اس کا آسمانی پانی روحانی الہام اور گیان بھی ساری قوموں اور ملکوں کے لئے عام ہے۔اور جس طرح اُس کا گیان ہندووٗں میں مختلف اوتاروں اور رشیوں کے ذریعہ ظاہر ہوا۔اسی طرح دوسرے ملکوں اور قوموں میں بھی مختلف روپوں اور صورتوں میں ظاہر ہوتا رہا ہے۔پہلے زمانوں میں تو خدا کے ما مورالگ الگ ملکوں اور قوموں میں آتے رہے۔اگر موجودہ زمانہ کا اوتار اپنے آقا حضرت نبی کریم ﷺ کی طرح ساری قوموں اور ملکوں کے لئے آیا ہے۔اس میں شک نہیں کہ جس طرح ہندو شاستروں میں آخری زمانہ میں اوتار کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔اسی طرح یہودیوں، عیسائیوں، بدھوں اور مسلمانوں کو بھی مسیح ،متیا اور امام مہدی کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔اور ان سبھی قوموں کو یہی اطلاع دی گئی ہے کہ آخری زمانہ میں اُن کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے ایک اوتار ظاہر ہوگا۔چنانچہ سمجھدار اور حقیقت بین ہندو وِدوان بھی اس بات پر متفق ہیں کہ مختلف قوموں کو جس جس اوتار کے ظاہر ہونے کی خبر دی گئی ہے۔وہ ایک ہی وجود کے ذریعہ پوری ہوگی۔اس کا نام مسیح ،مہدی نشکلنک وغیرہ وغیرہ ہوگا۔جیسا کہ مرقوم ہے:۔

نہکلنک اوتار آ آ اے امام دو جہاں	منتظر ہیں ہم کہ اب ہوتا ہے کب تیرا ظہور
تو مسلمانوں کا مہدی نصاریٰ کا مسیح	تو شہ مکان پستی تو شہنشاہِ طیور

(ویر بھارت امرتسر اگست 1937ء)

اسی طرح سوامی بھولا ناتھ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

دنیا کی تمام مذہبی کتب میں لکھا ہے کہ اب کسی ایسی ہستی کا ظہور ہے ہونے والا ہے۔اُس کے آنے سے تمام تکالیف دور ہوجائیں گی۔ہندو کہتے ہیں کہ پُورن برہمن نشکلنک اوتار ظاہر ہوں گے مسلمانوں کا عقیدہ ہے امام مہدی کا ظہور ہوگا۔سکھوں کا خیال ہے کہ کلگی اوتار ہوگا۔اور عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰی خدا سے ایک ہوکر تشریف لائیں گے لیکن اب یہ جاننا باقی ہے کہ یہ تمام ہستیاں الگ الگ ہوں گی یا ایک ہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روحانی ہستی ایک ہی ہوگی۔ہندو اسے اپنی نظر سے دیکھیں گے مسلمان اپنی نظر سے۔سکھ اور عیسائی اسے اپنی اپنی نظر سے دیکھیں گے۔گویا ہر ایک کی اپنی اپنی نظر ہوگی۔اُن کو کوئی دوسرا خیال نہ کرے گا۔''(ست یُگ ستمبر 1941 صفحہ 13)

ایڈیٹر صاحب ست یگ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’تمام مذاہب کے ماننے والے اُسے ایک عقیدت کی نظر سے دیکھیں گے، الگ الگ ناموں سے پکاریں گے۔ جیسے اوتار، مسیح، مہدی وغیرہ۔

(ست یگ ستمبر 1941ء صفحہ 19))

ان تینوں حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ ہمارے بعض ہندو بھائی بھی یقین رکھتے ہیں کہ آنے والا اوتار ایک ہی شخص سبھی قوموں کیلئے ہوگا۔ اور وہ ایک ہی ہوگا۔ اور وہی مہدی مسیح اور کلکی کے ناموں سے پکارا جائے گا اور یہی حضرت کرشن قادیانی نے اپنے متعلق فرمایا ہے۔ جس کا حوالہ شروع صفحات میں درج ہو چکا ہے۔ پس جب یہ ظاہر ہے کہ آنے والا بھی قوموں کے لئے ہو گیا۔ اور ہر ایک قوم کی ہدایت کے لئے آئے گا۔ اس لئے اس کے نام ان قوموں کے تعلق کی بناء پر مختلف ہوں گے۔ ویسے ہوگا وہ ایک ہی وجود۔

قدیم پیشگوئی کے مطابق حضرت کرشن قادیانی وِشنویش کے گھر اور سنبھل نگری میں ہی پیدا ہوئے۔

باقی رہا یہ کہا کہ کلکی اوتار و سنبھل نگری میں وشنویش کے گھر پیدا ہوں گے اور حضرت کرشن قادیانی، مرزا غلام مرتضی صاحب کے ہاں قادیان میں پیدا ہوئے۔ سو اس کے متعلق بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ پیشگوئی کے اصل الفاظ کو ظاہر پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں سنبھل یا وشنویش کسی خاص جگہ یا شخص کا نام نہیں بلکہ یہ صفاتی نام ہیں۔ جن کے ہمیں معنی معلوم کر کے اصل حقیقت کا پتہ لگانا ہوگا کیونکہ اگر ظاہری الفاظ پر حصور رکھا جائے تو پھر بعض دیگر اختلافی بیانات کی تطبیق مشکل ہو جائے گی۔ مثلاً ایک جگہ لکھا ہے کہ کلکی اوتار وشنویش کے گھر پیدا ہوں گے۔ ایک جگہ لکھا ہے ان کے والد کا نام وشنو گپت ہوگا۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ وہ وشنو کے مندر میں ظاہر ہوں گے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ یہ شنبھل میں پیدا ہوں گے دوسری جگہ لکھا ہے وہ سنبھل میں پیدا ہوں گے پس اگر ظاہری الفاظ پر تکیہ کیا جائے تو مذکورہ بالا اختلافوں کو مٹانا محال ہو جائے اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ سنبھل یا شنبھل نام کے گاؤں ہندوستان میں کئی پائے جاتے ہیں۔ اب کون فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ کس گاؤں میں پیدا ہوں گے۔ مگر بات دراصل یہی ہے کہ ان ناموں کے معنی کرنے ہوں گے اور ان معنوں میں جو حقیقت پوشیدہ ہوگی۔ اسی کو دیکھ کر معلوم کرنا پڑے گا کہ آپ کا ظہور کس کے گھر اور کس جگہ ہوگا۔ سو جب ہم والدہ کے نام کے معنوں پر غور کرتے ہیں۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کے والد کا نام وشنویش اس لئے تجویز کیا گیا ہے کہ اسکے ذریعہ خدا کا جلال دونیا میں ظاہر ہوگا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے ذریعہ ہی خدا کا جلال ظاہر ہوا کیونکہ انہی کے فرزند ارجمند نے خدا کی طرف سے مامور ہو کر دنیا میں وشنو کا یش پھیلایا۔ اور اسکے جلال کو ظاہر کیا۔ پس یہاں وشنویش سے مراد کوئی خاص معروف شخص نہیں بلکہ وہ شخص مراد ہے جس کے ذریعہ خدا کا جلال ظاہر ہو۔ اسی طرح سنبھل یا شنبھل نگری سے مراد اس نام کے معروف مقامات سے کوئی مقام نہیں۔ بلکہ اس سے مراد وہ جگہ ہے۔ جو کلکی بھگوان کے ظاہر ہونے پر عام مخلوق کیلئے شانتی امن اور سلامتی بخشنے والی ہوگی۔ کیونکہ سنبھل (شم کے معنی شانتی۔ سلامتی۔ بھل کے معنی دان یا خیرات کرنے والا۔ مطلب یہ ہوا کہ شنبھل وہ جگہ ہے جو دوسروں کو سلامتی بخشے۔ ان کی مرادیں لائے۔) کے معنی یہی ہیں وہ تیرتھ یا زائرین کے جمع ہونے کی جگہ جو دوسروں کا کلیان یا بھلائی کرے۔ اور انہیں اطمینان سلامتی اور شانتی بخشے۔ اور یہ صفت حضرت کرشن قادیانی کے ظہور کے باعث قادیان میں ہی صاف نظر آتی ہے۔ اس وقت تک ہزاروں نہیں لاکھوں اشخاص اِس سنبھل نگری سے سلامتی اور شانتی حاصل کر چکے ہیں اور آئندہ بھی کروڑوں اس سے شانتی اور

کلیان پائیں گے کیا اور ہمارے بیان کی تائید سنسکرت کی ایک مشہور لغت سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ:

''شنبھل کے معنی کلیان دائیک تیرتھ ہیں۔ اور وہ گاؤں جہاں کلکی اوتار ہوگا۔'' (پدم چندر کوش ص 377)

عرصہ ہوا دہلی کے ایک بھدر پرش پنڈت بالمکند جی بھی کلکی اوتار کی آمد کے متعلق اعلان کرتے ہوئے اپنے اشتہار میں لکھ چکے ہیں کہ ''سنبھل سے مراد کوئی معروف نگری نہیں بلکہ سنبھل وہی ہے جہاں نش کلنک جی پرگٹ (ظاہر)، ہوں۔ (اشتہار بعنوان شری نشکلنک بھگوان کا اوتار مطبوعہ دہلی)

پس جبکہ ہمارے خیال کی ایک مشہور پنڈت جو سنسکرت زبان کا ماہر اور لغت نویس ہے تائید کر رہا ہے۔ اور صاف لفظوں میں لکھ رہا ہے کہ شنبھل (کوئی یہ نہ کہے کہ سنبھل اور شنبھل میں فرق ہے۔ نہیں بلکہ سنسکرت میں س کی جگہ ش اور ش کی جگہ س بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ جیسے سری کرشن۔ شری کرشن۔ ہری پرساد۔ ہری پرشاد۔ احمدی مہاجر) کے معنی وہ زیارت گاہ تیرتھ یا نہ زائرین کے جمع ہونے کا مقام ہے۔ جہاں سے لوگوں کو شانتی ملے گی۔ اور ان کا کلیان ہوگا۔ یعنی وہ دارالامان ہو۔ تو ایسی حالت میں یہی ماننا درست ہوگا کہ قدیم بزرگوں کی پیشگوئی قادیان دارالامان پر ہی صادق آتی ہے۔ کیونکہ یہی وہ جگہ ہے۔ جو اس وقت مخلوق خدا کا کلیان کر رہی ہے۔ اور اسی سے نور کی شعاعیں نکل نکل کر باقی دنیا کو بھی روشن اور منور کر رہی ہیں۔ اور یہی وہ مقدس مقام ہے کہ جو تمام قسم کے فتن سے مامون ہے۔ اور دَارالامن والامان کہلاتا ہے۔ چنانچہ خدا کی وحی نے پہلے سے بتادیا کہ **من دخلہ کان امنا**۔ یہ موٹے خط میں کئی سالوں سے مسجد مبارک کی دیوار پر لکھا ہوا موجود ہے۔ ع ''امن است درمقام محبت سرائے ما'' بھی الہام ہے۔

ہجوم خلق سے ارض حرم ہے، زمین قادیاں اب محترم ہے بھی مشہور ہے۔

اوتار کے روپ میں ایشور مجسم ہو کر نہیں آیا کرتا

کیا ہمیشہ ایشور ہی مجسم ہو کر آیا؟

گذشتہ صفحات میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اُسے پڑھ کر اور یہ جان کر بھی کہ ایشوری اوتار کے آنے کا یہی وقت ہے۔ پھر بھی ہمارے بعض قدامت پرست بھائی یہ کہے بغیر نہ رہیں گے کہ ہماری کتابوں میں عموماً اور گیتا میں خصوصاً یہ نہیں لکھا کہ جب جب دھرم کا زوال اور ادھرم کی ترقی ہوگی۔ تب تب ایشور کسی انسان کو دنیا کی اصلاح کیلئے مامور کرکے بھیجے گا۔ بلکہ صاف لفظوں میں یہی لکھا ہے کہ ایسے موقع پر خود ایشور ہی انسانی جسم اختیار کرکے آئے گا۔ کیونکہ پہلے بھی جس قدر اوتار آئے وہ انسان نہ تھے بلکہ خود خدا تھے جن میں سے بعض انش اوتار اور بعض پورن اوتار۔ اور اب بھی جس اوتار کو آنا ہے وہ خود ایشور ہوگا نہ کہ کوئی انسان ہے لیکن جو بھائی اس قسم کے خیالات دلوں میں جمائے بیٹھے ہیں۔ وہ سخت غلطی اور گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اور انہیں جس قدر بھی جلد ممکن ہو اس طور کے فاسد اور غلط عقائد سے توبہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس قسم کا عقیدہ کھلا کھلا کفر اور خدائے قدوّس کی توہین و تذلیل کرنے والا ہے؟

ہمیشہ انسان ہی اوتار ہو کر آتے تھے

انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ پہلے بھی ایشور نے دنیا کی بہبودی و بھلائی کیلئے انسانوں کو ہی بھیجا تھا۔ اور اب بھی ایک انسان کو ہی بھیجا ہے۔ اور آئندہ بھی اگر کبھی ضرورت پڑی تو کسی انسان کو ہی بھیجے گا۔ اور جن کو ہمارے بھائی خدائے مجسم اور ہم (نبی و رسول) سمجھتے ہیں وہ بھی انسان ہی تھے۔ ہاں اُن میں اور تمام انسانوں میں یہ فرق تھا کہ وہ الٰہی طاقتوں اور قدرتوں کے مظہر تھے، اُسکے جلال اور کمال کے پرتو تھے، اس کی نصرتوں اور تائیدوں کے حامل تھے،

خدا ان کو محبوب رکھتا تھا اور ان پر اپنا کلام نازل کرتا تھا۔ اور جو مشن لے کر وہ دنیا میں آتے تھے اس میں ان کی امداد کرتا تھا، اور دنیا والوں کی شدید مخالفت کے باوجود آخر کار انہی کو مظفر و منصور بناتا تھا۔ اور انہی کے ذریعہ اپنے ارادوں اور منشاؤں کو مخلوق پر ظاہر کرتا تھا، اور انہی کے واسطہ سے دنیا کو نیکی و راستی کی راہوں پر چلاتا تھا، وہ بظاہر یکہ و تنہا ہوتے تھے، دنیوی ساز و سامان سے خالی ہوتے تھے، لاؤلشکر سے محروم ہوتے تھے۔ مگر مقابلہ بڑے بڑے جبّار اور قہار لوگوں سے ہوتا تھا، ہاں ایسے لوگوں ہو جو عام حالات میں ان جیسوں کا چٹکی بجاتے میں خاتمہ کر دیں۔ مگر چونکہ وہ خدا کے محبوب، اس کے نائب، اور اس کی تجلّیوں کے جلوہ گاہ ہوتے تھے۔ اور اپنی امداد اور نصرت ان کے شامل حال ہوتی تھی۔ اس لئے وہ یکہ و تنہا ہوتے ہوئے بھی، ظاہری ساز و سامان اور لاؤ لشکر سے محروم ہوتے ہوئے بھی اپنے بھیجنے والے کی امداد سے، ان بڑے بڑے سرکش اور صاحب اقتدار لوگوں پر فتح پا کر دنیا میں حق صداقت کے جھنڈے گاڑ دیتے تھے۔ دنیا میں جب کبھی بھی ظلم و جور کی آندھی چلی، دنیا میں جب کبھی بھی کفر وعصیاں کی تاریخی چھائی، دنیا میں جب کبھی بھی بے دینی و بدچلنی کا زور ہوا۔ دنیا میں جب کبھی کبھی دھرم کی گلانی اور ادھرم کی وردھی ہوئی۔ تب تب خدا نے انہی لوگوں کے ذریعہ کفر وعصیان و جور کا خاتمہ کیا۔ اور دُنیا میں امن و سلامتی کی حکومت قائم کی۔ اور انہی کے ذریعہ کفر وعصیان کو بیخ و بُن سے اُڑایا۔ اور حق وصداقت کا بول بالا کیا۔ اور انہی کے ذریعہ دھرم کی حفاظت اور ادھرم کا ناش کروایا۔

اوتاروں میں ذاتی طاقت محیر العقول کام کہ نیکی نہیں ہوتی بلکہ عطیہ الٰہی ہوتی ہے

ان کی طاقتیں قطعاً ایسی نہ تھیں کہ وہ ظالموں کا مقابلہ کر سکتے اور اُن پر فتح پاتے۔ ان کی ذاتی قدرتیں ایسی نہ تھیں کہ دنیا سے بدی و بدکاری مٹا دیتے یا انسانی طبائع میں انقلاب پیدا کر کے اور انہیں کفر وعصیاں کی دلدل سے نکال کر نیکی اور پاکیزگی کی چوٹی پر لا بٹھاتے مگر چونکہ خدا کی مدد اور نصرت ان کے ساتھ ہوتی تھی اور وہی ان کے ذریعہ اپنی قدرتوں اور طاقتوں کا اظہار کرتا تھا۔ اور اسی کے ارادہ سے یہ سب کام ہوتے تھے۔ اور وہی ان کی یہ رہبری و رہنمائی کرتا تھا، اس لئے یہ اتنے بڑے بڑے کام جو عام حالات میں قطعی ناممکن ہیں وہ آسانی کے ساتھ انجام دے لیتے تھے۔ چونکہ ان کے ذریعہ جو کام انجام کو پہنچتے تھے۔ وہ انسانی طاقتوں سے کہیں بالا ہوتے تھے۔ اس لئے وہ لوگ جو الٰہی اسرار سے ناواقف تھے۔ ٹھوکر کھا گئے۔ اور انہوں نے اپنی نادانی سے یہی سمجھ لیا کہ جن لوگوں کے ذریعہ اس قسم کے خارق عادت، غیر معمولی اور مہتم بالشان کام انجام کو پہنچے، وہ خدا ہی تھے۔

بھٹی میں پڑی لوہے کی سلاخ کی مثال اُس مسئلہ کو حل دیتی ہے

حالانکہ یہ خیال سراسر کم فہمی پر مبنی تھا۔ اور معرفت کی کمی اور حقیقت سے بے خبری کا نتیجہ تھا۔ انہیں اتنی بھی بصیرت حاصل نہ تھی کہ وہ آگ میں پڑی ہوئی اس سلاخ کی ماہیت کو جان کر ہی اس رمز سے واقف ہو جاتے کہ جس طرح وہ سلاخ آگ کے اثر میں آ کر آگ ہی نظر آتی ہے۔ اور جس میں آگ جیسی ہی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے اور جو آگ کی طرح ہی سُرخ، روشن اور دہکتی ہے اور جو آگ ہی کی مانند دوسروں کو جلانے اور راکھ بنا دینے کی قدرت رکھتی ہو حالانکہ وہ سلاخ آگ نہیں بلکہ لوہے کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ جس میں ذاتی طور پر قطعاً ایسی طاقت نہیں ہوتی کہ کسی کو جلا سکے یا خفیف سا چینکا بھی لگا سکتے۔ مگر چونکہ وہ آگ کے اثر میں ہوتی ہے۔ اس کے رنگ میں رنگین ہوتی ہے۔ اس لئے اس سے وہی کام ظہور میں آتے ہیں جو آگ کا خاصہ ہیں۔ اگر لوگوں کو آگ اور لوہے کی سیخ میں اختیار کرنے کا ہی شعور ہوتا تو ان کو انبیائے کرام اور ایشوری اوتاروں کے متعلق بھی غلطی لگتی اور وہ کبھی بھول کر بھی ان کو

ایشور یا خدا نہ سمجھتے ،مگر چونکہ وہ معرفت الٰہی سے محروم اور روحانی اسرار سے ناواقف تھے،اس لیئے وہ ان خاص الخاص انسانوں کے محیرّ العقول کاموں کو دیکھ کر یہی سمجھ بیٹھے کہ وہ انسان نہیں خود خدا تھے۔

اوتار خُدا نہیں،خدا نما ہوتے ہیں

حالانکہ یہ خیال حقیقت سے کوسوں دور تھا۔کیونکہ جن لوگوں کو یہ خدا سمجھ بیٹھے،وہ خدا نہیں بلکہ خدا نما تھے،اُس کے زیر اثر تھے،اُس کے رنگ میں رنگین تھے۔اُس کی صفات کا مظہر تھے۔اُس کے جلائل کا آئینہ تھے۔اور اس کے ہاتھ کا محض آلہ نہ کہ خود خدا؟ وہ چونکہ خدا کے مقرب،اس کے پیارے،اس کے محبوب اور اسی کے ہاتھوں تربیت پائے ہوئے اور اُسی کے ارادوں کو پورا کرنے کے لئے دنیا میں آئے تھے۔اس لئے وہ جو کچھ کرتے تھے۔وہ خدا کی نصرت اور امداد سے کہتے تھے۔بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتے تھے خود خدا کرتا تھا۔وہ جو کچھ کہتے تھے تو وہ خدا کہتا تھا۔

بشری احتیاجیں ان کے ساتھ لگی ہوئی تھیں پھر وہ خدا کیسے

مگر اس پر بھی وہ خدا نہیں انسان تھے اور انسانی کمزوریاں اور بشری احتیاجیں اُن کے ساتھ لگی ہوئی تھیں۔اُن کا کھانا،پینا،چلنا پھرنا،باتیں کرنا۔چونکہ سب خدا کیلیئے اور اس کے منشاء کو پورا کرنے کے لئے ہوتا تھا۔اس لئے وہ وہی کچھ کرتے تھے جو خدا کا منشاء ہوتا تھا۔ان سے وہی امور ظہور میں آتے تھے،جو خدا چاہتا تھا۔وہ چونکہ اپنا سبھی کچھ خدا کے اختیار میں دے چکے تھے۔اس لیئے خدا ہی ان کو جس طرح چلاتا وہ چلتے جو کہلواتا وہ کہتے تھے۔ان کے کام،ان کے نہیں بلکہ خدا کے کام ہوتے تھے مگر اس پر بھی وہ خدا نہیں بلکہ انسان تھے۔وہ اگر غیب کی باتیں بتاتے تھے،تو یہ ان کی ذاتی طاقت نہ تھی بلکہ خدا سے اطلاع پا کر ایسا کرتے تھے۔وہ اگر نے بڑے بڑے صاحب اقتدار حکمرانوں پر فتح پاتے تھے۔تو اپنے ذاتی بل پر نہیں بلکہ خدائی امداد کے ذریعہ۔وہ اگر بڑے بڑے گرانڈیل اور صاحب طاقت لوگوں کو میدانِ جنگ میں خاک وخون میں لت پت کر دیتے تھے۔تو اپنی ذاتی قدرت کی بنا پر نہیں بلکہ محض اپنی نصرت کے ساتھ۔ان کا وقتاً فوقتاً دنیا میں آ کر انقلاب پیدا کر دینا۔اور مخالف حالات کے ہوتے ہوئے بھی کامیاب ہونا اپنے ذاتی اوصاف یا لیاقتوں کی بدولت نہ تھا۔بلکہ ایشوری شکتی اور اسی کی سامرتھ کے طفیل تھا۔اور یہ صرف ہمارا ہی خیال نہیں بعض سمجھدار ہندو بھی اسکی تائید کرتے ہیں۔

اس امر کی تائید ایک پنڈت صاحب بھی کرتے ہیں

جیسا کہ پنڈت ہنومان پرشاد پوودار کے مندرجہ ذیل بیان سے ظاہر ہے۔فرمایا کہ:

’’مہا پُرش لوگ۔یوگ۔گیان۔پریم اور آنند میں ایشور کے سماں ہو کر بھی ایشور کے اطاعت شعار ہی رہتے ہیں۔ایشور کے ارادہ اور خواہش کے خلاف ان کی طاقت استعمال نہیں ہوئی۔اسکی یہی وجہ ہے کہ وہ اس بات کو جانتے ہیں کہ ان کے اندر ایشور ہی کام کر رہا ہے لوگ سِدھی (مراقبہ) سے حاصل شدہ گیان (عرفان) پریم (محبت) شکستی وطاقت،ایشوریہ (جلال) آنند (مسرت) وغیرہ سبھی چیزیں پرمیشور ہی کی ہیں۔ان کی خواہش ایشور کی خواہش ہوتی ہے۔ان کی زندگی کے تمام افعال ایشور کے افعال ہوتے ہیں۔ایشور کی صفات قدرت وغیرہ کو حاصل کر کے ایشور کی پرِتی مورتی (خدا نما) پیکر بن کر دنیا کی بھلائی کیلیئے چلتے پھرتے ہیں۔(رسالہ کلیان گورکھپور جلد نمبر 8 نمبر 4 صفحہ 762) (باقی۔۔۔۔۔)

خالقِ کائنات کی آیات

جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم

یہ شمس و قمر ابر و ہوا ارض و سماوات
سب انفس و آفاق کے خالق کی ہیں آیات
ہے خاک کے ذروں کی سر عرش رسائی
حیرت سے فلک تکتا ہے بندوں کے مقامات
ہے علم وہی علم جو لے جائے خدا تک
جو کچھ بھی ہے باقی وہ ہے شیطان کی خوافات
آدم نے دیا صلح کا پیغام جہاں کو
ابلیس نے ایجاد کئے جنگ کے آلات
انسان حقیقت میں بہت کم ہیں جہاں میں
ہیں بیشتر انسان کی صورت میں جمادات
ہم صلح و محبت کا جنہیں دیتے ہیں پیغام
کرتے ہیں وہی سنگ فشانی سے مدارات
بس سمجھو یقیناً کہ وہ دم توڑ رہا ہے
جو دین ہے اس دور میں محرومِ نشانات
ہے زندہ جاوید مُحمّد کی صداقت
باقی نہیں دنیا میں نشانِ ہبل و لات
دل نرم، نظر گرم، جگر خوف سے خالی
ہیں بندۂ مومن کی یہ مخصوص علامات
تکتی ہے حقارت کی نظر سے ہمیں دنیا
یا رب ہے یہی کیا تیری پوجا کی مکافات
آساں نہیں منزلِ مقصودِ مسلماں
اس راہ میں آتے ہیں خطرناک مقامات
مٹی کو یونہی روند کے غافل نہ گزر جا
ہر ذرے میں پوشیدہ ہیں قوموں کی حکایات
تسلیم و رضا بندۂ مومن کا وطیرہ
شیطان کا شیوہ ہے مکر فخر و مباہات
ہیں بر سرِ پیکار عقاید سے عقاید
تسنیم خیالات کو کھاتے ہیں خیالات

(الفرقان ربوہ، مئی 1960ء)

غزل

پروفیسر مبارک احمد عابدؔ۔ امریکہ

باغِ احمد میں مثالِ عندلیب اک شخص ہے
جس کے گُن گاتے ہیں شاعر اور ادیب اک شخص ہے
سردیوں کی دھوپ ہے وہ گرمیوں کی چاندنی
ہر کسی موسم میں ہر دل کے قریب اک شخص ہے
لاکھ کوشش سے بھی جن کی تشنگی بجھتی نہیں
ایسی روحوں کا مسیحا اور طبیب اک شخص ہے
پیار ہے سب سے اسے نفرت کسی سے بھی نہیں
اس زمانے میں بھی وہ ایسا نجیب اک شخص ہے
جس کے اک اک لفظ سے مسرور ہو جاتی ہے جاں
ایسا خوش گفتار، محفل میں خطیب اک شخص ہے
جو بڑے ہیں اس کی خاطر دست بستہ ہیں کھڑے
اور چھوٹوں کے دلوں کے بھی قریب اک شخص ہے
دور رہ کر بھی تو اس سے روز مل لیتا ہے تو
تو مبارک احمد عابدؔ خوش نصیب اک شخص ہے

ہمارا شفیع کون ہے؟

بجواب ہمارا شافع کون ہے؟

حضرت عبدالسلام صاحب کاٹھ گڑھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ضلع ہوشیار پور

حضرت عبدالسلام کاٹھ گڑھ۔ضلع ہوشیار پور انڈیا کے مشہور صحابی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام ہیں۔کاٹھ گڑھ کے رئیس تھے۔آپ کے ذریعہ اس علاقہ میں احمدیت انتہائی تیزی سے پھیلی اور مضبوط ہوئی۔آپ کے تفصیلی حالات تاریخ احمدیت کاٹھگڑھ مصنفہ رانا عبد الرزاق خان میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔آپ کی مندجہ بالہ نایاب کتاب انوار احمدیہ مشین پریس قادیان سے ایک صدی قبل شائع ہوئی تھی۔قارئین قندیل کے لئے اقساط میں شائع کی جارہی ہے۔

عرض حال

مجھے ایک پادری صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ان سے کچھ مذہبی بات چیت ہوئی آخر جب میری بات کا جواب نہ دے سکے تو مجھے دو چار چھوٹے چھوٹے رسالے دیئے اور کہا ان کو پڑھو اور غور کرو۔ان میں ایک رسالہ ہمارا شفیع کون ہے۔؟ مصنفہ پادری جی۔ایچ راوس صاحب ڈی ڈی تھا۔اس رسالہ کو میں نے بغور کئی دفعہ پڑھا۔اس میں کوئی معقول بات نظر نہ آئی۔بہت سی باتیں بلا دلیل تھیں اور بہت سی بودی بلا دلیل تھیں۔اور بہت سے بودے اعتراض اسلام پر کئے ہوئے تھے۔اس خیال سے کہ عام لوگوں کو دھوکہ نہ لگے۔میں نے اس کا جواب لکھا ہے۔اگرچہ رسالہ جس کا جواب لکھا گیا ہے چھوٹا سا ہے۔اور اس کا جواب بڑا ہے۔میں نے بہت چاہا کہ رسالہ کا حجم چھوٹا ہو مگر چونکہ سوال ہمیشہ چھوٹا سا ہوتا ہے اور اس کا جواب بڑا ہوتا ہے۔اسلئے اس رسال کا حجم کچھ بڑھ گیا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو میرا ارادہ ہے کہ مسیحی مذہب کے چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ ہیں ان کا جواب لکھا جائے۔اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ''کیا انجیل منسوخ ہوگئی۔'' کا جواب ''بیشک انجیل منسوخ ہوگئی'' لکھنے کا ارادہ ہے۔

والسلام

خاکسار عبدالسلام (ساکن کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ایک شخص بآنامی جس کو بچپن ہی سے چوری کی عادت پڑگئی تھی۔پہلے تو وہ چھوٹی چیزیں چرایا کرتا تھا مگر رفتہ رفتہ وہ اس کام میں ماہر ہوگیا۔جس کا مال اسباب اس کی نظر چڑھ جاتا۔اس کو جب تک چُرا نہ لیتا اس کو چین نہ آتی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سوداگر جس نے کہ دور دراز کے ملکوں میں سفر کرکے اور طرح طرح کی تکالیف جھیل کر بہت سا مال اسباب جمع کیا ہوا تھا۔بڑی بڑی حویلیوں اور مکانات بنوائے باغ اور کوئیں لگوائے۔ہزار روپیہ طلائی اور نقرہ،زیور،موتی اور جواہرات چھوڑ امرا۔

اس کے پیچھے ایک اس کا دس برس کا لڑکا رہا اور اس کی بیوی تھی۔ سوداگر کی بیوی اس کو بہت محبت اور پیار سے رکھتی۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی لڑکا یا لڑکی نہ تھی۔ ایک دن جاڑے کے موسم میں جب کہ ہوا تیز چل رہی تھی اور اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ چور نقب لگا کر اندر آ گھسا۔ والدہ تو اس بچہ کی سو رہی تھی مگر وہ بچہ ''ج'' نامی جاگ رہا جو نہی کہ اس نے چور کو دیکھا۔ شور مچانا شروع کیا۔ اس چور نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ اس کے گھر کا مال اسباب لے کر چلتا ہوا۔ صبح جب بڑھیا اٹھی۔ تو اس نے دیکھا کہ اس کا لڑکا مرا پڑا ہے اور گھر کا تمام اسباب بکھرا ہوا ہے اور جو عمدہ اور قیمتی مال زیور جواہرات تھے۔ وہ چرائے گئے ہیں۔ اس پر اس نے رونا پیٹنا شروع کیا۔ محلہ کے لوگ جمع ہو گئے۔ سب نے افسوس کیا۔ پولیس میں اطلاع کی گئی۔ پولیس نے بہت کوشش کی مگر چور کا کچھ پتہ نہ چلا۔

بآ چور کی جرئت بڑھتی جاتی تھی۔ کئی ایک چور اس کے شاگرد بن گئے۔ اب ایک خاص مجمع ان چوروں کا ہو گیا۔ جس جگہ جاتے وہاں سے بہت سامال اسباب لاتے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک دفعہ سرکاری خزانہ پر بھی ہاتھ مارا۔ سرکار نے اس کے پکڑنے کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ کسی کے پھندے میں نہیں آتا تھا۔ ایک دفعہ ایک میلہ کے اوپر اس نے فقیرانہ بھیس بدلا ہوا تھا۔ ساتھ اس کے وہ بدمعاش اس کے چیلے بھی تھے۔ کسی نے مخبری کر دی کہ یہ وہ ڈاکو ہے جس کی کہ سرکار پکڑنے کی کوشش کر رہی ہے۔ آخر کار وہ پکڑا گیا اور سرکاری قید خانہ میں رکھا گیا۔

اس کا مقدمہ بادشاہ کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے اپنے تمام جرموں کا اقرار کیا کہ بے شک میں نے لوگوں کو قتل کیا۔ اس بڑھیا کے لڑکے کا گلا گھونٹا اور ساتھ ہی بہت نادم اور پشیمان ہوا۔

بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کوئی عذر ہے تو پیش کرو۔ خواہ اصالتاً خواہ وکالتاً تب اُس نے جھٹ ایک وکیل کھڑا کر دیا۔ جس نے کھڑے ہو کر کہا۔

وکیل:: بے شک اس نے یہ جرم فی الواقعہ کئے ہیں اور بے شک یہ اپنی عمر بھر چوری کرتا رہا ہے اور لوگوں کا مال اسباب لوٹتا رہا ہے مگر یہ بادشاہ کے بیٹے یعنی شہزادہ کو بہت اچھا آدمی سمجھتا ہے اور ان کو نیک اور دیانتدار آدمی سمجھتا ہے اور اس کا یہ پختہ خیال ہے کہ وہ میری خاطر اور سب گناہ گاروں کے لئے مر گیا ہے۔ جو اُس کو اچھا آدمی سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ گمان ہے کہ جو کچھ ہم کرتے جائیں۔ ہمیں کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔ خواہ کسی کی جان لیں۔ یا اسباب لوٹ آئیں۔ ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ ہمارے گناہوں کی گٹھڑی تو شہزادہ صاحب نے اٹھائی ہوئی ہے اور اس نے ہمارے گناہوں کے لئے جان دی ہے۔ اس لئے یہ بری ہونے کے لائق ہے۔ تب بادشاہ نے کہا

بادشاہ:: اول تو میرا کوئی بیٹا ہی نہیں۔ ہاں ایک شخص میرا خادم ضرور ہے اور میرا مقرب ہے اور میں نے لوگوں کے لئے اس کو استاد مقرر کیا ہے کہ وہ لوگوں کو نیک راستہ بتادے اور نیک کاموں کی ہدایت کرے اور برے کاموں سے ڈراوے اور ان کو یقین دلاتے کہ جو ہمارے حکم اور قوانین پر چلے گا۔ ان کو آرام اور سکھ ہوگا۔ دنیا میں شریف کہلاوے گا۔ ہم ان کو بڑے آرام اور عمدہ باغوں اور مال و دولت کے وارث بنائیں گے۔ ظالم لوگوں نے اس کو پھانسی چڑھا دیا۔ وہ تو پھانسی چڑھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اس نے بہت واویلا اور شور مچایا کہ اے بادشاہ تو نے مجھے اکیلا کیوں چھوڑ دیا۔ وہ تمہاری خاطر نہیں مرا۔ بلکہ ظالموں نے پھانسی دینے کی کوشش کی۔ ہم نے اس کی پکار سنی۔ مگر تم کہتے ہو کہ میں نے پکار نہیں سنی اور تمہاری کتابیں تو ثابت کر رہے ہیں کہ اس نے اچھا نمونہ نہیں دکھلایا۔ پھر تم اس سے کیا امید رکھتے ہو کہ تمہاری خاطر مرا۔

اگر تم یہ ہی سمجھو کہ اس کو اچھا آدمی سمجھنے سے تمہارا چھٹکارا ہو جاوے گا تو اس طرح سے میرا تمام قانون باطل ہو جاتا ہے۔ مجھے پھر قانون بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ جو چاہے جرم کرے کوئی ڈاکہ مارے۔ اور چوری کرے اور لوگوں پر ظلم کرے۔ بدمعاشی کرے اور زنا کرے۔

صرف یہ یقین رکھے کہ میرا غلام اچھا آدمی ہے اور وہ ہمارے لئے مر گیا۔

اور اس طرح سے میری تمام بادشاہی میں بدامنی پھیلتی ہے۔ میری بادشاہی میں جس قدر آزادی ہو کہ جو جس کا دل چاہے۔ کرے۔ تو کمزوروں پر ظلم ہوگا۔ زبردست زیردستوں کو دبالیں گے۔ ''اندھیر نگری چوپٹ راجہ'' ہوگا سو میں بادشاہت بڑی دانائی اور حکمت سے کرتا ہوں۔ اور مجھے ہر طرح کا اختیار ہے۔ میں خود مختار ہوں۔ جو عمدہ صفات ہیں۔ وہ مجھ میں ہیں۔ میں کسی کا محکوم نہیں بلکہ حاکم ہوں۔ بعض دفعہ جب کہ میں دیکھتا ہوں کہ ایک شریر کی اصلاح اس طرح سے ہوتی ہے تو میں اُس کو چھوڑ بھی دیتا ہوں۔ اس پر رحم کرتا ہوں۔ مجھے رحم کرنے کا اختیار ہے۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ جب تک میں اس کو سزا نہ دوں تو اس کی اصلاح نہ ہوگی۔ تو میں سزا بھی دیتا ہوں اور سخت سزا دیتا ہوں۔ رحم اور عدل دونوں مجھ میں ہیں۔

وکیل:: بے شک یہ بات حضور کی درست ہے۔ پہلے آپ کی بادشاہت میں ایسا ہی چلا آیا ہے کہ آپ کے خادم قوموں کو جگاتے رہے اور نیک کاموں کی طرف لگاتے رہے اور قانون سرکار پر چلانے کی کوشش کرتے رہے مگر اب شاہزادہ صاحب کو مان لینا ہی کافی ہے۔

بادشاہ:: میرا قانون جزا اور سزا کے لئے ایک ہی ہے۔ اگر میں ایسا کروں کہ لوگ قانون پر نہیں چلیں تو ملک برباد ہو جاوے۔ اس میں شک نہیں کہ سب لوگ قانون پر نہیں چلتے مگر جب میں دیکھتا ہوں کہ اس شخص نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اگر اس کو معاف کر دوں۔ تو اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ تو میں معاف بھی کر دیتا ہوں۔ چنانچہ ایک ہفتہ کا ذکر ہے کہ ایک نوجوان جان نامی میری عدالت میں پیش ہوا۔ اس نے ایک شخص کو مارا۔ میں نے مقدمہ کی تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ اس نے لڑائی جھگڑا کیا ہے۔ تو میں نے اس کو اس وعدہ پر رہا کر دیا کہ آگے کو کسی کے ساتھ دنگہ وفساد نہ کرنا۔ اس نے ہاتھ باندھ کر سماجت کی اور بہت ہی نادم ہوا کہ اس دفعہ میرا قصور معاف کریں۔ پھر میں کسی کو دکھ نہ دوں گا۔ چنانچہ اس شرط پر میں نے اس کو رہا کر دیا لیکن لوگوں نے بھی اس کو سمجھایا کہ ان کاموں سے بعض آ۔ اسی دن سے اس نے عہد کر لیا کہ میں دنگا وفساد کے نزدیک نہ جاؤں گا۔ چنانچہ وہ اب وہ نیک اور صالح آدمی ہے اور لوگوں کی خدمت میں لگا ہوا ہے۔ غرباء کی پرورش اور خدمت کرتا ہے۔ حلیم اور منکسر المزاج آدمی ہے۔ اسی اس طرح مقدمات بھی پیش ہوتے ہیں۔ بعض میں سزا بھی دیتا ہوں تا کہ اسی طرح سے ان کی اصلاح ہو جاوے۔

بادشاہ نے جب دیکھا کہ اس کے پاس کافی دلیل اپنی رہائی کے لئے نہیں ہے۔ تو اس نے اس کے لئے پھانسی کا حکم دے دیا۔

عزیزاں! ہم اس دنیاوی بادشاہ سے بڑھ کر ایک احکم الحاکمین بادشاہ کی رعایا ہیں۔ وہ ہمارا سچا بادشاہ اور خالق مالک رازق ہے۔ جس طرح کے اس بادشاہ کی رعایا تین طرح کی تھی اس طرح اس بادشاہ حقیقی کی مخلوق بھی تین طرح کی ہے۔

(1) بعض نیک صالح اور پرہیزگار ہیں۔ کسی کو دُکھ نہیں دیتے۔ سب کو سکھ اور آرام پہنچانا چاہتے ہیں۔ ہر وقت مخلوق کی بھلائی میں لگے رہتے ہیں۔ لوگوں کو نیک کاموں کی ہدایت کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے بچنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ خدا کو سب قدرت والا، عظمت والا، شوکت والا، جزا دینے والا، رحیم عادل، بغیر محنت کے دینے والا، سچی محنت کو ضائع نہ کرنے والا سمجھتے ہیں۔

(2) بعض ہم سے ایسے بھی ہیں کہ کبھی وہ نیک کام کرنے لگ پڑتے ہیں۔ جب کوئی واعظ یا مناد منع کرے۔ تو دل نرم ہو جاتے ہیں اور نیکی اور رات کی طرف طبیعت جھکتی ہے۔

(3) بعض ہم میں سے اس ''با'' چور کی طرح ہے کہ وہ خدا اور اس کے احکام کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ جہاں نیک مجلس ہو۔ وہاں سے وہ دور بھاگتے ہیں۔ شرارت اور فسق وفجور میں بڑھتے جاتے ہیں۔

یہ تین طرح کی مخلوق دنیا میں پائی جاتی ہے۔ایسی تقسیم بائبل نے بھی کیا ہے۔

ایسا ہی اس بادشاہ کی طرح اللہ تعالیٰ نے جو کہ اصل بادشاہ ہے۔مخلوق کی اصلاح اور بھلائی کے لئے قانون بنائے ہیں۔اور اپنی طرف سے رسولوں کو ان بھلائی کے لئے بھیجا ہے۔تا کہ لوگوں کو بُرے کاموں سے منع کریں۔اور اللہ کے عذاب سے ڈراویں۔اور اس کے وعدوں کی خوشخبری دیں۔

چنانچہ جناب موسیٰ نے اپنی قوم کو تعلیم دی اور کہا کہ صرف میرا اچھا آدمی بن لینا کچھ کام نہ آوے گا بلکہ اگر نجات چاہتے ہو تو شریعت اور قواعد پر عمل کرو۔اور وہ شریعت یہ ہے۔

خروج باب 2 آیت 11 پھر خدا یہ سب باتیں بولا اور کہا کہ خداوند تیرا خدا جو تجھے زمین مصر سے اور غلامی کے گھر سے نکال لایا۔میں ہوں۔میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہو۔تو اپنے لئے مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے۔مت بنا۔تو ان کے آگے اپنے تیئں مت جھکا اور نہ انکی عبادت کر۔کیوں کہ میں خداوند تیرا خدا غیّو ر خدا ہوں۔

تواریخ باب 33 آیت 8 اور میں بنی اسرائیل کے پاؤں کو اس سرزمین سے جو میں نے ان کے باپ دادوں کو عنایت کی ہے ہرگز نہ ٹلواؤنگا۔بشرطیکہ وہ خبرداری سے ان سب باتوں پر جو میں نے انہیں فرمائیں اور اس ساری شریعت اور حکموں پر اور قانون پر جو موسیٰ نے دئے عمل کریں۔

خروجباب 2 آیت 13:: تُو اپنے ماں باپ کو عزت دے۔تا کہ تیری عمر اس زمین پر جو خداوند تیرے خدا تجھے دیتا ہے۔دراز ہوے۔تُو خون مت کر۔تُو زنا مت کر۔تُو چوری مت کر۔تُو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی مت دے۔تُو اپنے پڑوسی کی جورو اور اس کے غلام اور اس کی لونڈی اور اس کے بیل اور اس کے گدھے اور کسی چیز کا جو تیرے پڑوسی کی ہے لالچ مت کر۔

خروج باب 21 آیت 12:: جو کوئی کسی مرد کو مارے اور وہ مرجاوے۔تو وہ البتہ قتل کیا جاوے۔

خروج باب 21 آیت 23:: جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔دانت کے بدلے دانت۔ہاتھ کے بدلے ہاتھ۔پاؤں کے بدلے پاؤں۔جلانے کے بدلے جلانا۔زخم کے بدلے زخم۔چوٹ کے بدلے چوٹ۔

خروج باب 22 آیت 19:: جو کوئی چارپائے سے مباشرت کرے۔جان سے مارا جائے۔

خروج باب 24 آیت 12:: اور خداوند نے موسیٰ کو کہا کہ پہاڑ پر مجھ پاس آ۔اور وہاں رہ۔اور میں تجھے پتھر کی لوحیں اور شریعت اور احکام جو میں نے لکھے ہیں دونگا۔تا کہ تو انہیں سکھلاوے

احبار باب 1 آیت 2:: اگر کوئی تم میں سے خداوند کے لئے قربانی لانا چاہے۔تو تم اپنی قربانی مویشی یعنی گائے بیل اور بھیڑ بکری سے لاؤ۔

احبار باب 10 آیت 8،9،10 پھر خداوند نے خطاب کر کے ہارون کو فرمایا کہ جب تم جماعت کے خیمے میں داخل ہو تو تم میں سے کوئی یا کوئی چیز جو نشان کرنے والی ہو۔نہ پیجو۔نہ تُو اور نہ تیرے بیٹے تا نہ ہو کہ تم مرجاؤ اور یہ تمہارے لئے اور تمہارے قرنوں میں ہمیشہ تک قانون ہے۔تا کہ تم حلال اور حرام اور پاک اور ناپاک میں تمیز کرو۔اور تا کہ تم سارے احکام جن کو خداوند نے موسیٰ کے وسیلے تم کو فرمایا بنی اسرائیل کو سکھلائے۔

استثناء باب 6 آیت 1،2 وہ شریعتیں اور حقوق اور احکام ہیں۔جو خداوند تمہارے خدا نے مجھے فرمائے کہ میں تمہیں سکھلاؤں۔تا کہ تم اس سرزمین میں جس کے وارث ہوئے جاتے ہو۔ان پر عمل کرو۔تا کہ تُو خداوند اپنے خدا سے ڈرتا رہے۔اور اس کے سب حقوق اور اس کے سب حکموں کو جو میں تمہیں فرماتا ہوں حفظ کرے۔

احبار باب 12 آیت 3 آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جاوے۔احبار باب 13 آیت مبرص ناپاک ٹھہرایا جاوے۔
احبار باب 18 آیت 3 سوتم میری شریعت حفظ کرو۔اوران مکروہ فعلوں میں سے جوتم سے آگے گئے۔کوئی کام نہ کرو۔اوراپنے تیئں ان سے گندہ نہ کرو۔میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔۔احبار باب 24 آیت 4 اگرتم میری شریعتوں پر چلوگے اور میرے کلموں کو حفظ کروگے۔اوران پر عمل کروگے تو میں تمہارے لئے وقت پر مینہ برساؤں گا۔
زبور:: مبارک وہ آدمی جوشریروں کے صلاح نہیں چاہتا۔اورخطا کاروں کی راہ میں کھڑا نہیں رہتا۔اورٹھٹھا کرنے والوں کے جلسے میں نہیں بیٹھتا۔ بلکہ خداوند کی شریعت میں مگن رہتا ہے۔۔امثال باب 28 آیت 7 وہ جوشریعت کوحفظ کرتا ہے دانشور بیٹا ہے۔
واعظ باب 10 آیت 1 وہ جوگڑھا کھودتا ہے وہ اس میں گرے گا۔اوروہ جودیوارکوتوڑتا ہے اسے سانپ ڈسے گا۔جوپتھروں کوسرکاتا ہے سوان سے دکھ پاتا ہے۔ملاکی باب 4 آیت 4 تم میرے بندے موسیٰ کی شریعت کو یادرکھو۔
یہ قواعد شریعت ہے۔جس سے سکھ اور آرام ملتا ہے اوراس پر چلنے والا مبارک ہے۔خدا کا فضل ہوتا ہے۔مینہ برستا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے احسان جتا کر فرماتا ہے کہ میں نے تم کو مصر کی غلامی سے نکالا۔میں تمہارا خداوند ہوں۔میرے حکموں پر چلو۔میری شریعت میں مگن رہو۔میری شریعت کوحفظ کرو۔ اورلوگوں کوشریعت سکھلاؤ۔اگرتم شریعت پر چلوگے تو پاک اورصاف ہوجاؤگے۔
کوئی مکروہ فعل نہ کرو۔جس سے تم گندے ہوجاؤ۔زنا نہ کر۔چوری نہ کر۔خون نہ کر۔لالچ نہ کر۔جھوٹی گواہی نہ دے۔یہ احکام ہیں۔جن کی بابت خداوند نے تاکید کی ہے۔اگران پر عمل کروگے مبارک ہوگے۔پاک اورصاف ہوگے۔اس کے علاوہ خداوند نے چھٹکارے کا کوئی اورطریقہ نہیں بتایا ۔ہمیشہ سے اس کا یہ وہی قانون رہا ہے کہ جوشریعت پر عمل کرے گا۔اس پر فضل ہوگا۔اوررحمت ہوگی۔کسی جگہ اُس نے کسی نبی کونہیں کہا کہ ایک میرا اکلوتا بیٹا ہے۔اس پرصرف ایمان لے آؤ۔تونجات ہوگی۔بلکہ ہزاروں انبیاء نجات کا یہی طریقہ بتاتے آئے ہیں جیسا کہ آپ کوانبیاء کی کتب کے حوالہ جات سے معلوم ہوا ہے۔
یسوعی صاحبان ہمیں بتلاویں کہ کس نبی کی معرفت خداوند نے فرمایا ہے کہ تم کواعمال کی ضرورت نہیں ہے۔شریعت لعنت ہے بلکہ خداوند تاکید کرتا ہے کہ تم میری شریعت کوحفظ کرو۔اوراس پر عمل کرواورکوئی مکروہ فعل نہ کرو۔کہیں نہیں لکھا کہ جو چاہو کرتے جاؤ اور پیٹ بھر کر گناہ کرو۔یسوع نے تمہارے گناہ کی سزا بھگت لی اورتم کونجات ہوگی۔بلکہ نجات اس کے فضائل اوراعمال صالح سے ہے۔
عیسائی:: موسیٰ کی شریعت منسوخ ہوگئی۔وہ اس لئے بھیجی تھی کہ اس پر عمل نہیں ہوسکتا۔آخراپنے اکلوتے بیٹے کو پھانسی پر چڑھایا۔کہ لوگوں کے گناہوں کی سزا بھگتے۔
مسلمان:: آپ کس طرح سے موسیٰ کی شریعت کومنسوخ کرتے ہیں بلکہ یسوع مسیح صاحب نے توشریعت پر عمل کرنے کی تاکید کی ہے اوریہی نجات کا ذریعہ بتایا ہے چنانچہ نیا عہدنامہ میں لکھا ہے۔
مقتی باب 5 آیت 17 یہ خیال مت کروکہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کوآیا۔میں منسوخ کرنے کونہیں آیا بلکہ پوری کرنے کوآیا ہوں۔کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اورزمین ٹل نہ جائیں۔ایک نقطہ یا شوشہ کا ہرگز نہ ٹلے گا۔جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔پس جو کوئی ان حکم جموں میں سے سب سے چھوٹے کوٹال دیوے۔اورویسا ہی آدمیوں کوسکھاوے۔آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا۔پر جو

کہ عمل کرے اور سکھلاوے۔ وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائے گا۔

آپ خیال فرمائیں۔ یسوع صاحب کس زور اور طاقت کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ میں خیال مت کرو کہ تم شریعت کے بندھن سے چھوٹ کر آزاد ہو جاؤ گے اور جو چاہو کرتے پھرو۔ تمہیں باز پرس نہ ہوگی۔ اور تم یہ خیال نہ کر بیٹھو کہ احکام مٹادئے گئے نہیں بلکہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شعشہ توریت کا ہر گز نہ ٹلے گا اور جو ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹال دے گا۔ وہ خدا کی بادشاہت میں ادنیٰ ہوگا۔ اس کا درجہ سب سے نیچے ہوگا اور وہ ذلیل ہوگا اور جو عمل کرے گا وہ بلند اور اعلیٰ مقام پر ہوگا۔

اے عیسائیوں تم کس بات پر اتراتے پھرتے ہو۔ اور اپنے میں پھولے نہیں سماتے کہ ہماری نجات بغیر اعمال کے ہوجاوے گی۔ اگرچہ ہم توریت کے حکموں کو ٹال دیں۔ تب بھی بڑے کہلائیں گے۔ یہ تمہارا خام خیال ہے کیونکہ یسوع صاحب تو بلند با آواز بلند پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اگر تم نجات اور فضل چاہتے ہو تو عمل کرو۔ اور تورت کے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی بغیر عمل کئے نہ چھوڑو۔ خدا کا خوف کرو۔ یسوع صاحب کو کیا تم منہ نہ دکھلاؤ گے۔ اور اُس کے سامنے اپنے کیا نیک اعمال پیش کروگے۔ جب تمہاری یہ دلیری ہے کہ ہمارے گناہ کی سزا خدا نے اپنے چھوٹے بیٹے کو دے دی۔ ہمیں کسی قسم کا فکر نہیں۔ ہماری بداعمالی کی سزا ہم کو نہیں ملے گی۔

یسوع صاحب نے ایک جگہ نہیں کہا بلکہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔۔ متی باب 19 آیت 18 اگر تو زندگی میں داخل ہوا چاہے۔ تو حکموں پر عمل کر۔

متی باب 23 آیت 1، 2۔ تب یسوع لوگوں اور اپنے شاگردوں سے کہنے لگا۔ فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ اس لئے جو کچھ وہ تمہیں ماننے کو کہیں مانو اور عمل میں لاؤ لیکن ان کے سے کام نہ کرو۔ متی باب 5 آیت 21 تو خون مت کر اور جو خون کرے عدالت میں سزا کے قابل ہوگا۔

کیسے صاف الفاظ میں یسوع نے کہا ہے کہ میں تمہارے گناہوں کی سزا کو ہرگز نہیں بھگتوں گا بلکہ جو گناہ کرے وہی اس کی سزا عدالت نے بھگتے گا۔

گناہوں کی سزا بھگتنا ایک اہم مسئلہ ہے کہاں یسوع صاحب نے کہا ہے کہ تم زنا کرو۔ چوری کرو۔ تمہاری سزا کو میں بھگتوں گا۔ یہ کیسا احمقانہ مسئلہ ہے کہ گناہ کوئی کرے اور اس کی سزا کے لئے کوئی دوسرا پکڑا جائے۔

یسوع صاحب نے کسی جگہ بھی نہیں لکھا کہ میں لوگوں کے گناہوں کی سزا بھگتوں گا بلکہ جب یہ صاحب کو صلیب پر لٹکایا گیا تو شکایت اور بدظنی بقول بائبل کرتا رہا۔ (ایلی ایلی لما سبقتنی) اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ بیچارہ روتا رہا۔ کیا جو اپنی جان قربان کرتے ہیں اور دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں ان کی یہی نشان ہوا کرتے ہیں۔ ''بریں عقل و دانش بباید گریست'' افسوس صد افسوس۔

میں عیسائی صاحبان سے پوچھتا ہوں کہ وہ اس دنیا میں کفارہ کا کیا ثبوت پیش کرسکتے ہیں جیسا کہ اور انبیاء نے جو دعویٰ آخرت کے متعلق کیا۔ اس کا دنیا میں ثبوت دیا۔ جبکہ ایک نبی کے بات اس دنیا میں پوری نہیں ہوتی، تو آخرت کے متعلق دوسرا آدمی کس طرح سے ایمان لے آوے۔

جیسا کہ جناب موسیٰ نے فرعون کو کہا۔ خروج باب 9 آیت 13 پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ صبح سویرے اٹھ اور فرعون کے آگے کھڑا ہو۔ اور اس سے کہہ کہ خداوند عبرانیوں کا خدا یوں کہتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے۔ تاکہ وے میری عبادت کریں۔ اس لئے کہ میں اب کے اپنی ساری بلائیں تیرے دل اور تیرے نوکروں اور تیری رعیت پر نازل کروں گا۔

خروج باب 9 آیت 18 دیکھ کل میں اسی وقت ایسے بڑے بڑے اولے مصر میں اس کی بنیاد سے اب تک نہ پڑے تھے برساؤں گا۔

باب 9 آیت 24 خداوند نے مصر کی زمین پر اولے برسائے۔ اور خداوند نے کہا تھا کہ اسرائیل قوم کو بھیج دے۔ ورنہ تو ہلاک ہوجاوے گا۔ سو وہ

ہلاک ہوگیا اور جناب موسیٰ مظفر و منصور اپنی قوم کو مصر سے باہر لے گئے۔ یہ ہے حضرت موسیٰ کی سچائی کی دلیل۔ جو کچھ اُس نے کہا تھا کہ خدا کی طرف سے تھا۔ اور وہ بات بالکل سچی تھی۔ اس سے ہم یقین کر سکتے ہیں کہ جو باتیں اس نے آخرت کے متعلق کہیں۔ وہ بھی پوری ہو جاویں گی۔ اگر دنیا میں دعوے کی سچائی ظاہر نہ ہو۔ تو وہ دعویٰ بالکل جھوٹا ہے

اسی طرح حضرت محمد مصطفی ﷺ فائدہ ابی وامی کی معرفت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (سورۃ الانفال آیت 75)

اور قرآن شریف میں آیا ہے وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ○ (سورۃ النساء 101)

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اور جگہ دی اور مدد کی وہ سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کا رزق ہے۔

اور جو کوئی اللہ کے راستے میں ہجرت کرتا ہے وہ دنیا میں بڑی کشائش دیکھتا ہے۔ یہ پیشگوئی جو رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر کی۔ کس طرح روز روشن کی طرح پوری ہوئی۔ عرب کی خشن پوش قوم ریتلے ٹیلوں اور بیابانوں کے رہنے والے کس طرح زمین کے وارث بنے۔ ایک وقت ہے کہ اس نبی کی قوم کو دکھ دیا جاتا ہے اور وہ ستائی جاتی ہے۔ نہ دن کو آرام ہے نہ رات کو چین ہے۔ رات دن دکھوں اور مصیبتوں میں کٹتی ہے۔ کہیں قوم سے تنگ آ کر افریقہ (ابی سینیا) کی طرف بھاگتے ہیں۔ جنگلوں میں چھپتے ہیں۔ تو مقریش درپے ایذا ہے۔ ان سب تکالیف کو برداشت کر کے گھر سے بے گھر ہو کر اپنے خویش و اقارب کو چھوڑ کر قوم کے ظلم برداشت کر کے اور صبر کر کے ایک وقت ایسا آیا ہے کہ وہی جن کے پاس ایک تہ بند ہوتا ہے اور گھر میں کوئی کپڑا نہ تھا۔ تختوں کے باعث اسی دنیا میں بنائے گئے۔ بڑے بڑے بادشاہوں کی لڑکیاں ان کے نکاح میں آئیں۔ انکو باغات ملے جن کے نیچے نہریں بہتی تھیں۔

قرآن شریف میں یہ پیش گوئی کسی بے کسی اور بے بسی کی حالت میں کی گئی تھی اور وہ اس دنیا میں پوری ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو آخرت کا حصہ ہے وہ بھی ضرور پورا ہو جاوے گا۔

رسول صلی ﷺ نے ایک صحابیؓ کے متعلق پیشگوئی کی تھی کہ اس کو قیصر و کسریٰ کے کڑے پہنائے جائیں گے۔

اس وقت قوم کی حالت بہت غربت میں تھی۔ یہ خیال اور وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ بات پوری ہوگی۔ مگر وہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی۔ یہ ایک الگ مضمون ہے۔ اگر مَیں اس کو بیان کروں تو اس کے لئے ایک الگ کتاب ہو جاوے گی۔ ہزاروں رسول کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور اب تک پوری ہو رہی ہیں مثلاً آپ نے ایک مجدد کے متعلق فرمایا کہ اس کا ظہور تب ہوگا۔ جب اونٹ بیکار ہو جاویں گے۔ دریا چیرے جائیں گے۔ مری پڑے گی۔ قحط پڑیں گے۔ ایک قوم دوسری قوم پر چڑھائی کرے گی اور بہت سی ایسی پیشگوئیاں ہیں۔ اور بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو بہت صفائی سے پوری ہوئیں ہیں۔ ان میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں۔ اس زمانہ میں کیا اونٹ بیکار نہیں ہوئے۔ دریا نہیں چیرے گئے۔ سب کچھ ہوا۔ اور اس زمانہ کے امام مجدّد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور قادیان دارالامان میں ہوا۔ اور یہ پیشگوئیوں کا سلسلہ حضرت خاتم النبیین تک ہی ختم نہیں بلکہ اس سلسلہ کے خادم حضرت مسیح موعد علیہ السلام مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان فداہ ابی وامی نے بھی بہت سی پیشگوئیاں کی ہیں۔ آتھم کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ سو وہ بھی آپ کی زندگی میں مرا۔ لیکھرام کے متعلق پیشگوئی کی تھی کہ وہ چھ سال کے اندر مر جائے گا۔ سو ایسا ہی ہوا۔ ڈوئی کے متعلق پیشگوئی کی وہ بھی ہلاک ہوا۔ پلیگ جبکہ پنجاب میں بالکل نہ تھی ابھی شروع ہی نہیں ہوئی تھی۔ اُس وقت آپ نے شائع فرمایا کہ ایک فرشتہ پلیگ کے سیاہ پودے پنجاب میں لگا رہا ہے۔ سو ایسا ہی

ہوا۔اس کے چند سال بعد تمام پنجاب میں گاؤں گاؤں شہر بہ شہر یہ عذاب الٰہی پھیل گیا۔اور گھروں کو اُجاڑ کر ویران کر دیا۔بہت سے گھر بے چراغ ہو گئے۔آپ نے شائع فرمایا کہ مولوی نورالدین صاحب کے گھر ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جس کے تمام بدن پر پھوڑے ہوں گے۔سو ایسا ہی ہوا۔پیرو مرشد حضرت خلیفۃ المسیح موعود حضرت مولوی نورالدین صاحب کے گھر ایک لڑکا مولوی عبدالحیٔ صاحب پیدا ہوئے۔جن کے تمام بدن پر پھوڑے تھے جس کو یقین نہ ہو وہ قادیان میں جا کر دیکھے۔اور ہزاروں ایسی پیشگوئیاں ہیں جو کہ اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔یہ محض زندہ نبی کے نشانات۔یہ ہے ان کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں۔کس شان اور طاقت سے پوری ہوئیں۔

ان اصول اور معیار کے ماتحت ہے کہ جو دعویٰ کرتے ہیں اس کا کچھ حصہ دنیا میں بھی پورا ہوتا ہے اور ان کی بہت سی باتیں اس دنیا میں بھی پوری ہو جاتی ہیں۔جو دعویٰ صاحبان کفارہ کے متعلق کرتے ہیں۔اس کا کون سا حصہ دنیا میں پورا ہوا۔کیا کفارہ پر ایمان لانے سے یسوعی صاحبان کے گناہ معاف ہوں گئے۔کیا جو گناہوں کی سزا اس دنیا میں ملتی ہے۔وہ اُن کو نہیں ملتی۔کیا ایک شخص جس نے بدکار عورت سے زنا کیا اور پھر جلدی یسوعی ہو گیا۔تو وہ آتشک اور سوزاک سے محفوظ رہتا ہے۔ہرگز نہیں۔بلکہ وہ بھی ایسے ہی سزایاب ہوتے ہیں جیسے کہ غیر یسوعی۔جیسے ایک سوسائی زناکار کو سوزاک ہوتا ہے۔اس کا آلہ تناسل گل جاتا ہے تمام بدن میں زخم ہو جاتے ہیں۔گلے میں پیپ پڑ جاتی ہے۔نہ دن کو آرام ہے نہ رات کو نیند آتی ہے۔کسی چیز میں مزا نہیں ہے۔زندگی کے دن تلخ ہیں جیسے جیا نہ جیا۔یہی حالت یسوعی کی بھی ہوتی ہے۔جو اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے ویسے ہی وہ تکلیف اٹھاتا ہے جیسے کہ اور آدمی جو کہ یسوعی بھیڑوں میں شامل نہیں ہوئے۔

تو پھر دنیا میں ان کے گناہوں کے نتائج کی معافی کا کیا امتیازی نشان ہے جب کہ سب لوگ اسی طرح سے اپنے گناہوں کے نتائج کو بھوگتے ہیں۔مسیح صاحب نے ان کے کون سے گناہوں کا بوجھ اٹھایا اور کون سی گھڑی اس نے اٹھائی۔جب کہ ان بیچاروں کے لئے بھی عدل کی میزان لگائی گئی ہے۔اسلئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات نا مسیح صاحب نے کسی جگہ بائبل میں فرمائی ہے کہ جو مجھ کو پہچانتے ہیں اور مجھ پر صرف امید رکھتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کے نتائج حضرت مسیح بھوگے گا بلکہ یہ حضرت پولوس کی کارستانی ہے۔جنہوں نے یہ مسئلہ تراشا ہے اور لوگوں کے دل بہلانے کی ایک بات بنائی ہے اور یہ ایک طفل تسلّی ہے جبکہ اس کا کوئی کوئی کامل ثبوت نہیں ہے۔(باقی۔۔۔۔۔۔)

نعتِ النبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

حضرت قاضی محمد ظہورالدین صاحب اکملؓ

حسن و احسان میں نہیں ہے آپ کا کوئی نظیر
سارے عالم پر نمایاں ہے خدائی آپ کی
آپ کے ہر فعل سے شانِ خدا ظاہر ہوئی
ہیں خدا کے آپ اور ساری خدائی آپ کی
جاہلیت کے عرب کو با خدا، فاتح کیا
سب سے بڑھ کر یہ ہوئی معجز نمائی آپ کی
آپ کے دم سے ہوئیں دنیا میں قائم نیکیاں
خود برا ہے وہ جو کرتا ہے برائی آپ کی
دور دورہ امن و نیکی کا دنیا میں ہوا
جھوٹ پر غالب رہی اکمل سچائی آپ کی

(الفرقان ربوہ، ستمبر 1960ء)

عظیم خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر بن الخطابؓ

(586ء644ء)اور آپ کی پاک نسل

انجینئر محمود مجیب اصغر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک عربی قصیدہ میں خلیفہ رسول حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں فرماتے ہیں

''اور (حضرت عمر) فاروق ہر فضیلت میں ان (یعنی حضرت ابوبکر) کے مشابہ ہوا اور اس نے ایک مدبر بادشاہ کی طرح رعایا کا انتظام کیا...وہ پیوند شدہ کمبل میں لوگوں کا امام تھا اور غبار آلود چادر میں ملکوں کا بادشاہ تھا اور اسے انوار الٰہی دئے گئے سو وہ خدا کا محدث بن گیا اور خدائے رحمان نے اس سے برگزیدوں کی طرح کلام کیا اس کی خوبیوں سے دفاتر بھرے پڑے ہیں اور اس کے فضائل بدر انور کی طرح زیادہ روشن ہیں پس آفرین ہے اس کے لئے اور اس کی کوشش اور جدوجہد کے لئے وہ دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بطور خود تھا۔(القصائد الاحمدیہ صفحہ 190،191)

ایک سو عظیم شخصیات میں شمار

مائیکل ایچ ہارٹ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''ایک سو عظیم شخصیات'' The 100 (A Ranking of the most Influential Persons in History) میں آپ کو 51ویں نمبر پر شمار کیا ہے۔

وہ لکھتا ہے کہ عمر بن الخطاب خلفاء راشدین میں سے دوسرے اور غالباً سب سے عظیم خلیفہ تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں کچھ چھوٹے اور ہم عصر تھے اور آنحضرت کی طرح مکہ میں پیدا ہوئے شروع میں وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نئے مذہب اسلام کے شدید معاندین میں سے تھے لیکن اچانک وہ مسلمان ہو گئے جس کے بعد وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مضبوط مددگار بن گئے (ان کا معاملہ سینٹ پال کے عیسائیت قبول کرنے کے مشابہ اور حیران کن ہے 632ء میں بغیر کوئی جانشین مقرر کئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا حضرت عمر نے جلدی سے۔آنحضرت کے قریب ترین صحابی حضرت ابوبکر (جو کہ آنحضرت کے خسر بھی تھے) کے انتخاب کے مؤید ہوئے اور اس طرح بغیر کسی power struggle کے حضرت ابوبکر کو متفقہ طور پر خلیفہ تسلیم کر لیا گیا حضرت ابوبکر بہت کامیاب لیڈر تھے لیکن دو سال کے بعد وفات پا گئے

حضرت ابوبکر اپنی وفات سے قبل حضرت عمر کو خلیفہ نامزد کر گئے اس طرح ایک بار پھر power struggle کے بغیر آپ 634ء میں مسند خلافت پر متمکن ہو گئے آپ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خسر تھے آپ 644ء تک دس سال خلافت کی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے آپ کو ایک فارسی غلام نے شہید کر دیا اپنی وفات کے وقت آپ نے چھ صحابہ کا خلافت بورڈ تشکیل دیا جنہوں نے باہمی مشورہ سے حضرت عثمان کو آپ کی وفات کے بعد خلیفہ منتخب کر لیا اس طرح ایکبار پھر کسی armed struggle کے بغیر خلیفہ کا چناؤ ہو گیا حضرت عثمان تیسرے خلیفہ تھے جنہوں نے 644ء سے 656ء تک حکومت کی۔حضرت عمر کی دس سالہ خلافت میں بہت اہم معرکے ہوئے اور آپ کے خلیفہ بنتے ہی شام اور فلسطین پر حملہ ہوا جو کہ Byzantine Empire یعنی رومن ایمپائر میں شامل تھا 636ء کی جنگ یرموک میں عربوں نے بازنطینی فوج پر کرشنگ فتح حاصل کی اور انہیں پیس کر رکھ دیا دمشق بھی اسی سال فتح ہو گیا اور دو سال بعد یروشلم نے بھی ہتھیار ڈال دیئے 641ء میں عربوں نے سارا فلسطین اور شام فتح کر لیا اور موجودہ ترکی کی طرف پیش رفت کر رہے تھے عرب فوجوں نے مصر پر حملہ کر دیا جو کہ بزنطینی ایمپائر کے ماتحت تھا اور تین سالوں کے اندر مصر مکمل طور پر فتح ہو گیا

عربوں نے آپ سے پہلے ہی عراق کے ساتھ جنگ چھیڑ دی تھی جو کہ ایران کی ساسانی ایمپائر میں شامل تھا 641ء میں قادسیہ کی فتح آپ کی خلافت میں فیصلہ کن فتح تھی 641ء تک سارا عراق عرب کے کنٹرول میں تھا صرف یہی نہیں عربی افواج نے فارس پر حملہ کیا اور 642ء میں جنگ نہاوند میں انہوں نے آخری ساسانی شہنشاہ کو فیصلہ کن شکست دی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی 644ء میں وفات ہوئی تو مغربی ایران کا بیشتر حصہ فتح ہو چکا تھا مشرق میں انہوں نے فارس کو مکمل طور پر فتح کر لیا تھا اور مغرب میں شمالی افریقہ میں فتوحات کا سلسلہ جاری تھا۔حضرت عمر نے اتنی وسیع سلطنت پر حکومت کرنے کے لئے کئی اہم اقدام اٹھائے جو علاقے فتح ہوئے تھے آپ نے مسلم مجاہدین کے لئے وہاں چھاؤنیاں قائم کیں اگر چہ یہ وسیع فتوحات آنحضرت کی قوت قدسیہ سے ہوئیں تاہم حضرت عمر کے حصہ کو فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔اہل مغرب کے لئے یہ حیران کن بات ہوگی کہ حضرت عمر کو معروف شخصیات (رومن شہنشاہ) چارلیمین Charlemagne اور (مشہور رومن ملٹری اور سیاسی لیڈر) جولیئس سیزر Julius Caesar پر برتری حاصل ہے.."

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محدثات واصلاحات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے:"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محدثات ہی دیکھو جن کا ایک رسالہ بنتا ہے اسلام کے لئے ہجری تاریخ انہوں نے مقرر کی اور شہروں کی حفاظت کے لئے کوتوال مقرر کئے اور بیت المال کے لئے ایک باضابطہ دفتر تجویز کیا جنگی فوج کے لئے قواعد رخصت اور حاضری ٹھہرائے اور ان کے لڑنے کے دستور مقرر کئے اور مقدمات مال وغیرہ کے رجوع کے لئے خاص خاص ہدایتیں مرتب کیں اور حفاظت رعایا کے لئے بہت سے قواعد اپنی طرف سے تجویز کر کے شائع کئے اور خود کبھی اپنے عہد خلافت میں پوشیدہ طور پر رات کو پھرنا اور رعایا کا حال اس طرح سے معلوم کرنا اپنا خاص ٹھہرایا"(آئینہ کمالات اسلام قیامت کی نشانی لاتاح بحوالہ تفسیر مسیح موعود جلد 4 صفحہ 237)

حضرت عمر بن الخطاب کی نسل میں مجددیت اور خلافت

آپ کی نسل میں سے دو عظیم الشان شخصیات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔خلافت راشدہ کے اٹھ جانے کے بعد اللہ تعالی نے امت مسلمہ میں ہر صدی کے سر پر مجدد ظاہر فرمائے۔پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ آپ کی نسل میں سے تھے۔اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے ساتھ جب دوبارہ خلافت علی منہاج نبوت قائم ہوئی تو اللہ تعالی نے آپ کی نسل میں سے ہی ایک نورانی وجود کو پہلا خلیفہ منتخب فرمایا

پہلی صدی کے مجدد

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (61ھ 101ھ) پہلی صدی کے مجدد شمار ہوتے ہیں۔آپ کی والدہ ام عاصم حضرت عمر بن الخطاب کی پوتی تھیں۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ

چودھویں صدی کے سر پر اللہ تعالی نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو آنحضرت ﷺ کی امت میں آخری دس صدیوں کا مجدد اور مسیح موعود اور امام مہدی اور بروزی اور ظلی نبی بنا کر مبعوث کیا آپ کی بعثت آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد اللہ تعالی نے اپنے وعدوں کے مطابق خلافت راشدہ کے دوسرے اور آخری دور کا آغاز کیا اور اپنی مشیت اور حکمت کے تحت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ہی پاک نسل میں سے مسیح موعود کا پہلا خلیفہ منتخب فرمایا قدرے تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:"اور میرے سب دوست متقی ہیں لیکن ان سب قوی بصیرت اور کثیر العلم اور زیادہ تر نرم اور حلیم اور اکمل الایمان والاسلام اور سخت محبت اور معرفت اور خشیت اور یقین اور ثبات والا ایک مبارک شخص بزرگ متقی عالم صالح فقیہہ جلیل القدر محدث اور عظیم الشان حاذق حکیم حاجی الحرمین حافظ قرآن قوم کا قریشی نسب کا فاروقی ہے۔جس کا نام مع لقب گرامی مولوی حکیم نورالدین بھیروی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو دین ودنیا

میں بڑا اجر دے اور صدق وصفا اور اخلاص اور محبت اور وفاداری میں میرے سب مریدوں سے وہ اول نمبر پر ہے" (حمامہ البشری ترجمہ از عربی عبارت)

''اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسب کے لحاظ سے قریشی ہاشمی ہے جو کہ اسلام کے سرداروں میں سے اور شریف والدین کی اولاد میں سے ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ترجمہ از عربی عبارت)

ارشادات نور الدین

" مکتوب حضرت امیر المؤمنین مکرم معظم! السلام علیکم گر چہ خوردیم نسبتے بزرگ

یہ خاکسار قریشی فاروقی ہے میرا سلسلہ نسب حضرت عمر سے پھر حضرت شعیب سے ملتا ہے جو کابل سے پشاور اور وہاں سے لاہور پھر قصور پھر کھتے وال علاقہ بہاولپور میں مقیم ہوئے قاضی عبد الرحمن شاطر مدراسی، بابا نارنجی مقیم یاغستان اسی سلسلہ کے ممتاز ہیں حضرت فرید شکر رحمۃ اللہ کے والد اور میرے جدّامجد دونوں حقیقی بھائی تھے یہ قصہ طویل ہے بھیرہ ضلع شاہ پور میرا وطن تھا وہاں صدیقی قریشیوں کا ایک بڑا محلہ ہے''نور الدین۔''

(الحکم جلد 16 نمبر 38 مؤرخہ 14 دسمبر 1912ء صفحہ 4 بحوالہ ارشادات نور جلد سوم صفحہ 261)

ایک نکاح کے موقع پر آپ نے فرمایا.''میں نہیں جانتا کہ میری قوم کیا ہے؟ مگر میرا علم بتاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوں حضرت عمر میرے جداجد بڑے مہروں کو پسند نہیں کرتے تھے...''(خطبات نور صفحہ 290)

مرقات الیقین فی حیات نور الدین کے صفحہ 29 پر آپ کا شجرہ نسب دیا ہوا ہے

چنانچہ لکھا ہے:''شجرہ نسل۔حضرت خلیفۃ المسیح اول مولانا نور الدین خلیفہ ثانی فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی اولاد میں سے ہیں۔آپ کا شجرہ نسب حاصل کر کے ہم واقفیت عامہ کے واسطے درج اخبار کرتے ہیں۔آج سے تیرہ صدیاں قبل حضرت عمر فاروق خلافت نبوی کے مالک ہوئے تھے آج ان کے ایک بیٹے کو خدا تعالیٰ نے ایک نبی کا خلیفہ اول بنا دیا۔فالحمد للہ علی ذالك.........(منقولہ از بدر 28 مارچ 1911ء)''

27 دسمبر 1910ء کو انجمنوں کے کارکنان کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا

''...میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ کام بہت ہی بڑا ہے میرے کسی وہم یا گوشہ خیال یا تخیلات شاعرانہ میں بھی میں بھی نہیں آیا تھا کہ میں کسی جماعت کا امام بنوں یہ بات میرے وہم وگمان سے وراء الوراء تھی۔بلکہ میرے شاگرد جانتے ہیں جنہوں نے مجھ سے کچھ پڑھا ہے۔

ایک حدیث ہے اس کا مطلب اور ہی سمجھتا تھا اب تو اور سمجھتا ہوں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قریشیوں کی سلطنت میں زوال نہ ہو گا جب تک دو بھی ہوں میں قریشی تھا اور مرزا کا سچے دل سے مرید ہوا۔ہمارے جد بزرگوار میں فرخ شاہ ایک بزرگ کابل میں گزرا ہے درہ فرخ شاہ اب تک بھی اس کے نام سے ہے اس نے سلطنت جان بوجھ کر چھوڑی اور تخت سے اتر کر چبوترہ پر اللہ تعالی کی عبادت کی اب بھی میری قوم کے آدمی یاغستان میں شہزادے کہلاتے ہیں تو میرے تو وہم بھی نہ تھا کہ میں کسی جماعت کا امام ہوں گا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ایک آن کی آن میں مجھے امام بنا دیا اور ایک قوم کا امیر بنا دیا۔''(خطابات نور صفحہ 406)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعود رضی اللہ عنہ

آپ کا ایک الہامی نام جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے پسند فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاما بتایا'' فضل عمر'' ہے گویا آپ مسیح موعود کے دوسرے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ کی طرح بہت عظیم خلیفہ ہوں گے اور ہوئے۔ذالك فضل الله یو تیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم

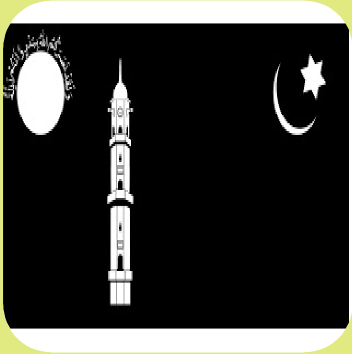

فتح کا جھنڈا (قسط نمبر 1)

چوہدری صفدر نذیر جاوید گولیکی واقف زندگی کینیڈا

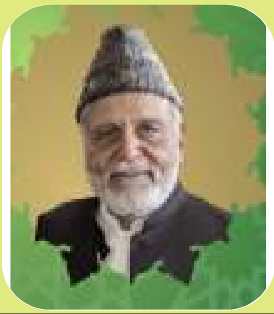

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

خاکسار اپنی کاوش کو بلا قساط''قندیل حق'' کی نظر کرتا ہے کیوں کہ عمر کے جس حصے سے گزر رہے ہیں اپنی جمع پونجی سمیٹنے کا وقت ہے مرنے کے بعد کیا ہوگا اللہ تعالی بہتر جانتا ہے مزید ہم کسی شمس وقمر کی نظر التفات کا انتظار نہیں کر سکتے جو محنت کی اس کو عوام اور آنے والی نسلوں تک پہنچایا جائے تا کہ ہماری لئے خدا تعالی کی قرب کی راہیں استوار ہوں اور شائد ہم بھی سلطان القلم کے ادنی ترین غلاموں میں سے گنے جائیں اور بالکل تہی دست نہ ہوں۔

یہ میری سولھویں کاوش ہے کئی سالوں کی محنت کے بعد پیش کی جارہی ہے اور یہ کام تادم واپسی جاری رہے گا۔

مکرم عبدالرزاق صاحب عاصی صحرائی کا ممنوں ہوں جن کی حوصلہ افزائی کے باعث کینیڈا آنے کے بعد میں اس قابل ہوا کہ اپنے تحریری کام کو جاری رکھ سکوں اور 3 کتب منظر عام پر آگئیں الحمدللہ۔اللہ تعالیٰ اپنے پیارے انبیاء کو دنیا کی راہنمائی کے لیے جب بھیجتا ہے تو ان کی سچائی کے لیے بے شمار نشانات ظاہر کرتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ جو اس زمانے کے لیے مسیح ومہدی بن کر آئے اللہ تعالی نے ان کی سچائی دنیا پر ظاہر کرنے کے لیے بے شمار نشانات اور دلائل عطا فرمائے اور پھر ہر نشان پر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں نے ان نشانات کی سچائی پر اپنی گواہی ثبت کی

اک نشان کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

آپؑ کو اللہ تعالی نے کئی قسم کے نشانات عطا فرمائے آپؑ کو انذاری اور تبشیری پیشگوئیاں عطا فرمائیں کچھ تو آپ کی زندگی میں پوری ہوگئیں کچھ آپ کی زندگی کے بعد تا قیامت پوری ہوتی رہیں گی اور ایمان والوں کے دلوں کو گرماتی رہیں گی۔ان سچائی کے انگنت نشانات میں سے ایک نشان اللہ تعالی کی طرف سے وہ الہام بھی ہے جس کے 209 ممالک کے باشندے آج تادمِ تحریر گواہ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو خبر دی تھی کہ

لوائے فتح یعنی فتح کا جھنڈا۔تذکرہ (الہام نمبر 1897454 ص308 ایڈیشن نمبر 4)

رسید مژدہ ز غیبم، کہ من ہما کہ مردم	کہ اُ مجدد ایں دین و رہنما باشد
لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود	ندائے فتح نمایاں بنامِ ما باشد

مجھے غیب سے یہ خوشخبری ملی ہے کہ میں وہی انسان ہوں جو اس دین کا مجدد اور راہنما ہے۔ہمارا جھنڈا ہر خوش قسمت کی پناہ ہوگا اور کھلی فتح کا شہرہ ہمارے نام ہوگا۔(تریاق القلوب ص1 تا 8 مطبوعہ 1902ء)

جن میں نے ماہ اگست 2016ء میں برطانیہ کے 50 ویں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر 209 ممالک کے جھنڈے لہراتے ہوئے اور ان میں سب سے اونچا لوائے احمدیت کو لہراتا دیکھا تو میرا دل بلیوں اچھلا اور دل حمد سے بھر گیا۔اللہ تعالی کی بات کس طرح پوری ہو رہی ہے الحمدللہ علی ذالک۔میں جب

اس طرح مختلف ممالک کے جھنڈے لہراتے اور لوائے احمدیت کو پوری آب و تاب سے ان کے درمیان لہراتے دیکھتا ہوں تو میری روح عش عش کر اٹھتی ہے اور ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اس کیفیت کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا میں نے ارادہ کیا کے اس عظیم الشان پیشگوئی کے تمام پہلوؤں پر بات کی جائے جو حضرت مسیح موعودؑ نے ایسے وقت میں کی جب کہ آپ کو قادیان والے بھی اچھی طرح نہیں جانتے تھے اور پھر دیکھتے دیکھتے ساری دنیا میں آپ کے جاننے والے نظر آنے لگتے ہیں اور پھر یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ دنیا کی کوئی مذہبی جماعت ایسی نہیں جس کا یہ دعوی ہو کہ وہ دنیا کے اتنے ممالک میں پائی جاتی ہے سوائے احمدیہ جماعت کے اور یہی وہ سچی اور واحد جماعت ہے جو دینا میں غالب آ رہی ہے اور ابھی اس کو قائم ہوئے عرصہ کتنا گزرا ہے اس پر میں بحث نہیں کروں گا کہ دنیا والوں نے اس جماعت کو مٹانے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگایا ہی نہیں بلکہ اب بھی لگا رہے ہیں اور پوری کوشش ہے کہ کسی طرح سے اس خدائی آواز کو ہمیشہ کے لیے دبا دیں لیکن

تمہیں مٹانے کا زعم لے کر اٹھے ہیں جو خاک کے بگولے	خدا اڑا دے گا خاک ان کی کرے گا رسوائے عام کہنا
ان کی رسوائی ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی اور ہم نے	گاڑ دیا توحید کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

اس وقت دنیا کے کل چھوٹے بڑے ممالک کی تعداد 190 بتائی جاتی ہے۔ (حضورِانور نے 6 اکتوبر 2017ء کے خطبہ جمعہ کے آخر پر فرمایا آج 210 ممالک میں احمدیت کا نفوذ ہے ممالک کی تعداد پر لوگ کہتے ہیں کہ یو این او میں شامل ممالک کی تعداد 190 ہے اور شاید 210 ممالک دنیا میں ہیں ہی نہیں تو یہ بات غلط ہے دنیا میں قریبا 220 ممالک ہیں گزشتہ دنوں بی بی سی پر پیج کے حوالے سے خبر دی گئی کہ یہ پیج 220 ممالک میں دیکھا جائے گا) تو گویا بی بی سی کے مطابق بھی جہاں ان کی آواز پہنچ رہی ہے 220 ممالک بنتے ہیں لیکن جب میں نے Net پر سی آئی اے فیکٹ بک میں ممالک کی تعداد دیکھی تو وہ 260 تھی یہ لسٹ میں نے حضورِانور کی خدمت میں ارسال کی تو جواب آیا جو کہ درج ذیل ہے

260 ممالک کی یہ بھی لسٹ شامل کتاب کر دی ہے۔

ہر ملک کا اپنا پرچم ہے اس کا رنگ اسمیں تصویر اس کا ڈیزائن دوسرے ملک سے مختلف ہے اب تو مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے اور ہر سوسائیٹی ہر کمپنی کے الگ الگ جھنڈے اور بینرز ہیں جو مختلف اوقات میں لہرائے جاتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کا جھنڈا کب بنا اس کی دلچسپ تاریخ بھی بیان کروں گا میں نے جب اس پر سوچنا شروع کیا تو 209 ممالک کے نام اور پھر ان کے جھنڈے اور پھر احمدیت کب کب ان ممالک میں آئی یہ سب کام جوئے شیر لانے کے مترادف تھا بہرحال کوشش جاری رکھی اور ایک انوکھا مضمون پیش کرنے کی سعادت پا رہا ہوں انشاءاللہ یہ بات دلوں کو گرمائے گی اور ایمانوں کو تقویت دے گی اور دشمن احمدیت کے سینوں پر مونگ دلتی رہے گی۔ یہی نہیں اس حقیقت کو مزید تقویت دینے کے لیے دنیا بھر کے ممالک جہاں جہاں جماعت احمدیہ کی مساجد اور نماز سنٹرز بنائے گئے ہیں (اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے) تاکہ دنیا والوں کو خدا کے آگے جھکایا جا سکے اور خدا سے ملایا جا سکے۔ کی فہرست بھی دونگا اصل تو حقیقت یہی ہے کہ ہر ملک جس پر احمدیہ جماعت کا جھنڈا لہرائے وہاں کے لوگ توحید باری تعالی کے متوالے بن جائیں اور اللہ تعالی کی واحد اور آخری کتاب قرآن مجید کو سمجھنے والے ہوں ان عظیم الشان کاموں کے لیے جگہ جگہ ملک ملک مساجد تیار کی جا رہی ہیں اور قرآن پاک کے ان کی زبانوں میں تراجم کر کے پیش کیے جا رہے ہیں۔

اسی طرح مساجد کی فہرست اور قرآن مجید کے تراجم کی فہرست بھی پیش کروں گا یہی نہیں بلکہ فضاؤں کو مسخر کرتے ہوئے ساری دنیا میں تعلیموں تربیت کا عظیم الشان روحانی نیٹ ورک جاری ہے اور دنیا کے کونے کونے میں قرآن و احادیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی باتوں کو مختلف زبانوں میں پہنچانے

کا سہرا ایم ٹی اے کے سر ہے اس پر بھی بات کروں گا۔اسی طرح ان ممالک کا مختصر تعارف جہاں احمدیت نے ڈیرے ڈال لیے ہیں کب اس ملک میں احمدیت آئی اوراب تک تازہ صورتِ حال کیا ہے پیش کرنے کی جسارت کروں گا۔وما توفیقی الا باللہ

اظہارِ تشکر

میں اللہ تعالی کا بے حد ممنون ہوں جس نے مجھے میرے اس کام کو مکمل کرنے کے لیے معاون و مددگار بھی مہیا فرما دیئے الحمدللہ علی ذالک اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اس کاوش سے پہلے 12 کتب تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور وہ یہ ہیں جو مقبولیت عامہ کا شرف پا چکی ہیں

(1) چراغِ راہ (ماڈل ٹاؤن لاہور لجنہ اماء اللہ 1988ء 32ص) (2) پتیاں گلاب کی (ربوہ احمد اکیڈمی 156ص)

(3) ہجرت (کراچی لجنہ اماء اللہ 2003ء 106ص) یہ کتاب مکرم عبدالستار خان صاحب کے ساتھ مل کر 2003ء میں لکھی

(4) بیعت عقبہ اولیٰ تا عالمی بیعت (کراچی شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ 357ص)

(5) مجددینِ امۃ محمدیہ اوران کے تجدیدی کارنامے (فیصل آباد لجنہ اماء اللہ اکتوبر 2005ء 408ص) یہ کتاب قادیان (انڈیا سے بھی شائع ہو چکی ہے) یہ کتاب مکرم نصیر احمد انجم مرحوم کے ساتھ مل کر لکھی۔اور احمدیہ ویب سائٹ پر موجود ہے۔

(6) سادہ لغت اردو فرنسیسی یہ کتاب مکرم کیپٹن ریٹائرڈ شمیم خالد صاحب کے ساتھ مل کر لکھی۔(ربوہ وکالت تبشیر 2002ء 50ص)

(7) سیرت حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ (مقالہ جامعہ احمدیہ شائع کردہ امۃ الشافی صاحبہ نے 2000ء لاہور 419ص)

(8) علم کی روشنی (فرانسیسی) (2001ء میں لاہور 80ص)

(9) برکاتِ خلافت مع ۱۰۰ سالہ کیلنڈر (ناشر چوہدری منور احمد آرائیں ربوہ 2007ء 61ص)

(10) برکاتِ خلافت اور ہماری ذمہ داریاں (ربوہ ص63)

(11) نظامِ خلافت کے موضوع پر انصاراللہ مقامی ربوہ کے تحت ایک مبسوط مقالہ 942 صفحات پر مشتمل 3 جلدوں میں لکھ کر دیا جو ریسرچ سیل جامعہ احمدیہ میں موجود ہے۔(12) ہمارا چاند قرآں ہے (لاہور لجنہ اماء اللہ 2003ء 77ص یہ 4 بار شائع ہو چکی ہے)

(13) میرا موضوعِ سخن ہے (ربوہ 2011ء 260ص)

(14) موتیوں کی مالا (معلمین وقف جدید) کے ایمان افروز واقعات یہ کتاب سابق ناظم صاحب ارشاد وقف جدید کے ارشاد پر تیار کر کے دی

(15) 700 احکامات خداوندی (فرانسیسی) یہ کتاب مکرم حنیف احمد محمود صاحب کی اردو کتاب کا فرانسیسی ترجمہ ہے (375ص) اسے تیار کر کے بینن بھجوایا ہے

(16) انصار اللہ کے 75 سال (یہ مقالہ تیار کر کے مقابلہ میں شامل ہوا اور ملک بھر میں دوسری پوزیشن حاصل کی ایک لاکھ 19 ہزار الفاظ پر مشتمل تھا (50000 ہزار روپے اور 28 جلدیں انوار العلوم کا انعام مجلس مشاورت پر ملا۔) الحمدللہ

(17) انڈیکس ماہنامہ انصاراللہ (1960ء تا 2015ء 455ص) تین کا پیاں کر کے ایک خلافت لائبریری، ایک انصاراللہ پاکستان کو اور ایک ریسرچ سیل جامعہ احمدیہ کو دی۔

ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ نے گجرات کا علمی سرمایہ کتاب یونیورسٹی آف گجرات کے تحت شائع کی جس میں ضلع گجرات سے تعلق رکھنے والے 765 مصنفین

کی پچھلے 173 برسوں (1743ء تا 2015ء) میں چھپنے والی 3200 علمی و ادبی کتب کے 3900 ایڈیشنوں کی کتابیاتی فہرست دی ہے اس کے ص 138 پر خاکسار کی کتب کا بھی ذکر کیا ہے الحمدللہ

اسی طرح جامعہ احمدیہ ربوہ کے ریسرچ سیل نے تمام گذشتہ اور موجود احمدی مصنفین کی کتب کی فہرستیں شائع کیں (ماسٹر ببلیو گرافی آف احمدیہ لٹریچر پراجیکٹ) ان میں میری کتب کا بھی ذکر کیا ہے۔ الحمدللہ

(18) خاکسار دسمبر 2017ء میں دوبارہ بینن مغربی افریقہ گیا تو وہاں یہ دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ میری کتاب ریفرنس بک جو میں نے تیار کی تھی (1989ء تا 1996ء) وہ تمام مشن ہاؤسز میں موجود ہے الحمدللہ

(19) تاریخ انڈونیشیا۔ احمدیت کے انڈونیشیا میں 100 سال ہونے پر 630 سے زائد صفحات پر مشتمل مسودہ تیار کر کے لندن بھجوایا۔

(20) والد محترم کی ڈائری رب الرحمھما کے نام سے تیار کی۔ اور الحمدللہ شائع ہو چکی ہے۔

(21) پتیاں گلاب کی حصہ دوئم بھی تیار ہے۔ (22) ان الصلوۃ سکن لھم خلفاء کرام کے خطوط 450 سے زائد بھی تیار ہے۔

صفدر نذیر جاوید گولیکی (واقف زندگی)

نیاگرا فالز کینیڈا 2016ء کے جلسہ سالانہ پر 209 ممالک کے جھنڈے لہرائے گئے

1989ء کے جلسہ سالانہ یوکے کے موقعہ پر مکرم طارق محمود صاحب کے ساتھ جھنڈوں کے سائے میں

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں جب میں نے اس کتاب لوائے فتح کے لکھنے کے بارہ میں نہایت ادب سے دعا کی غرض سے تحریر کیا تو پیارے آقا نے نہایت محبت بھرا دعا کا خط بھجوایا جو کہ درج ذیل ہے۔

جھنڈوں کے بارے میں احادیث

سب سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی جھنڈا بطور نشان یا پہچان کے استعمال ہوتا تھا خاص طور پر جنگ میں ہر گروپ کا الگ جھنڈا ہوتا تھا آنحضرت ﷺ بھی جب جنگ کے لیے نکلتے تو مختلف صحابہ کو جھنڈے تھماتے اور وہ صحابہ جھنڈے کی عظمت کا حق ادا کرتے ایک جنگ کے موقعہ کا احوال اس درج ذیل حدیث میں ہے

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتَّى أَخَذَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللّٰهِ حَتَّى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

(إثبات نبوة محمد صلی اللہ علیہ وسلم ونسخ ال إسلام للشرائع السابقة.)

نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان نشانیوں میں سے جو متنوع اور متعدد قسم کی ہیں جو سابق انبیاء علیہم السلام نے کیں جس میں اچھے آداب وکمال کے لئے اور اس کی شریعت کے معجزات کے متعلق تھیں اور صحابہ کے خصائل بیان کئے گئے اور ان جھنڈوں کا بھی ذکر کیا گیا جو آپ ﷺ کے بعد داعیان الی اللہ اٹھائیں گے اور اولیاء اللہ اور صالحین امت کی کرامات، اور خدا نے زمین میں اس کی فتح اور با اختیار بنانے کی حمایت، اور ان کے اصحاب کی سوانح بعد دعادے نبوت اور نبی کی، ﷺ، کہ کس طرح ایک ایک بات پوری ہوئی۔

(تخجیل من حرف التورۃ والانجیل الباب العاشر فی لابشائر الالھیة بالعزۃ جلد 1 ص 900)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ القَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: يَوْمَ خَيْبَرَ: »لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَى يَدَيْهِ«، فَقَامُوا يَرْجُونَ لِذَلِكَ أَيُّهُمْ يُعْطَى، فَغَدَوْا وَكُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَى، فَقَالَ: »أَيْنَ عَلِيٌّ؟«، فَقِيلَ: يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ، فَأَمَرَ فَدُعِيَ لَهُ، فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ، فَبَرَأَ مَكَانَهُ حَتَّى كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ شَيْءٌ، فَقَالَ: نُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: »عَلَى رِسْلِكَ، حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلاَمِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ، فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يُهْدَى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ«

(بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب دعا النبی ﷺ الناس الی الاسلام النبوۃ)

۔۔۔۔۔سہل بن سعدؓ نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ ﷺ نے خیبر کی لڑائی کے دن فرمایا تھا کہ اسلامی جھنڈا میں ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا۔ اب سب اس انتظار میں تھے کہ دیکھئے جھنڈا کسے ملتا ہے، جب صبح ہوئی تو سب سرکردہ لوگ اسی امید میں رہے کہ کاش! انہیں کو مل جائے لیکن آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا علی کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا کہ وہ آنکھوں کے درد میں مبتلا ہیں، آخر آپ ﷺ کے حکم سے انہیں بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن مبارک ان کی آنکھوں میں لگا دیا اور فوراً ہی وہ اچھے ہو گئے۔ جیسے پہلے کوئی تکلیف ہی نہ رہی ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہم ان (یہودیوں سے) اس وقت تک جنگ کریں گے جب تک یہ ہمارے جیسے (مسلمان) نہ ہو جائیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابھی ٹھہرو پہلے ان کے میدان میں اتر کر انہیں تم اسلام کی دعوت دے لو اور ان کے لیے جو چیز ضروری ہیں ان کی خبر کر دو (پھر وہ نہ مانیں تو لڑنا) اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے حق میں سرخ اونٹوں

سے بہتر ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ حَدَّثَنَا أَبُو يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ مَوْلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ بَعَثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ إِلَى الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَسْأَلُهُ عَنْ رَايَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتْ سَوْدَاءَ مُرَبَّعَةً مِنْ نَمِرَةٍ

(سنن الترمذی، ابواب الجہاد، باب ماجاء فی الرایات)

۔حضرت یونس بن عبید جو محمد بن قاسم کے غلام ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے محمد بن قاسم نے حضرت براء بن عازب کے پاس بھیجا تاکہ میں ان سے رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کے بارے میں پوچھوں۔انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا سیاہ رنگ کا اور چوکور تھا اس پر لکیریں بنی ہوئی تھیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَقَ وَهُوَ السَّالَحَانِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ حَيَّانَ قَال سَمِعْتُ أَبَا مِجْلَزٍ لَاحِقَ بْنَ حُمَيْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ رَايَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَاءَ وَلِوَاؤُهُ أَبْيَضَ

(سنن الترمذی، ابواب الجہاد، باب ماجاء فی الرایات)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بڑا جھنڈا سیاہ رنگ کا جب کہ چھوٹے جھنڈے کا رنگ سفید تھا۔

حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ الشَّعِيرِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ عَنْ آخَرَ مِنْهُمْ قَالَ رَأَيْتُ رَايَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفْرَاءَ۔ (سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب فی الرایات والالویۃ)

عقبہ بن مکرم سے روایت ہے۔۔۔میں نے رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کا رنگ دیکھا وہ زرد تھا۔

أَخْبَرَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنْبَأَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَلِوَاؤُهُ أَبْيَضُ (سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب فی الرایات والالویۃ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت رسول کریم ﷺ جس وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ الْحَارِثِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا عَلَى الْمِنْبَرِ وَبِلَالٌ قَائِمٌ بَيْنَ يَدَيْهِ مُتَقَلِّدٌ سَيْفًا وَإِذَا رَايَةٌ سَوْدَاءُ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا هَذَا عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ قَدِمَ مِنْ غَزَاةٍ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فی الرایات والالویۃ)

حضرت حارث بن حسان فرماتے ہیں کہ میں مدینہ حاضر ہوا تو دیکھا کہ نبی ﷺ منبر پر کھڑے ہیں اور سیدنا بلال آپ کے سامنے تلوار گردن میں لٹکائے کھڑے ہوئے اور ایک سیاہ جھنڈا بھی دیکھا تو میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو صحابہ نے بتایا کہ عمرو بن عاص ہیں جو جنگ سے واپس آئے ہوئے ہیں ۔ان احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں آپ ﷺ اور صحابہ مختلف رنگوں اور مختلف سائز کے جھنڈے استعمال کرتے تھے۔

جنگ موتہ: :"موتہ" ملک شام میں ایک مقام کا نام ہے۔ یہاں ۸ ھ میں کفر و اسلام کا وہ عظیم الشان معرکہ ہوا جس میں ایک لاکھ لشکر کفار سے صرف تین ہزار جاں نثار مسلمانوں نے اپنی جان پر کھیل کر ایسی معرکہ آرائی کی کہ یہ لڑائی تاریخ اسلام میں ایک تاریخی یادگار بن کر قیامت تک باقی رہے

گی اوراس جنگ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بڑی بڑی اولوالعزم ہستیاں شرف شہادت سے سرفراز ہوئیں۔

اس جنگ کا سبب :۔اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "بصریٰ" کے بادشاہ یا قیصر روم کے نام ایک خط لکھ کر حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ روانہ فرمایا۔راستہ میں "بلقاء" کے بادشاہ شرحبیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر روم کا باج گزار تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قاصد کو نہایت بے دردی کے ساتھ رسی میں باندھ کر قتل کر دیا۔جب بارگاہ رسالت میں اس حادثہ کی اطلاع پہنچی تو قلب مبارک پر انتہائی رنج و صدمہ پہنچا۔اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تین ہزار مسلمانوں کا لشکر تیار فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے سفید رنگ کا جھنڈا باندھکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور ان کو اس فوج کا سپہ سالار بنایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر سپہ سالار ہوں گے اور جب وہ بھی شہادت سے سرفراز ہو جائیں تو اس جھنڈے کے علمبردار حضرت عبداللہ بن رواحہ ہوں گے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ان کے بعد لشکر اسلام جس کو منتخب کرے وہ سپہ سالار ہوگا۔

پہلے مبلغ اسلام اور علم بردار حضرت مصعب بن عمیرؓ: حضرت مصعب بن عمیرؓ نے 27 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔(الاصابہ جز 6 ص 101) مدینہ میں دعوت تبلیغ کے لیے آنحضرت ﷺ نے آپؓ کو بیعت اولی کے بعد 11 نبوی میں بھجوایا۔(ابن ہشام جلد 2 ص 187۔188 مع الروض الالف)

بہادری اور شجاعت::غزوہ احد میں نہ صرف حضرت مصعبؓ کو صاحب لواء (علمبردار اسلام) ہونے کی سعادت ان کے حصے میں آئی بلکہ نہایت دلیری اور بہادری سے جان کی بازی لگا کر انہوں نے اسلامی جھنڈے اور نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی شاندار مثال قائم کر دکھائی جو تاریخ اسلام میں ہمیشہ سنہری حروف میں لکھی جاتی رہے گی۔(ابن ہشام جلد 3 ص 153)

علم اسلام کی حفاظت::جب احد میں کفار مکہ کے دوبارہ غیر متوقع حملہ کے دوران مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑا تو اسلامی علمبردار مصعب بن عمیرؓ دشمن کے تابڑ توڑ حملوں کے مقابل پر میدان جنگ میں اسلامی علم تھامے ہوئے ڈٹ گئے۔(ابن ہشام جلد 3 ص 153)

ابن سعد نے مصعبؓ کی شہادت کی مزید تفصیل اس طرح دی ہے، کہ عبداللہ بن قمیہ نے جو گھوڑے پر سوار تھا حملہ آور ہو کر آپ کے بازو پر (جس سے آپ نے جھنڈا تھام رکھا تھا) ایسا وار کیا کہ کاٹ کر رکھ دیا مصعبؓ نے بازو کی پروہ نہ کرتے ہوئے جھنڈا بائیں ہاتھ سے تھام لیا ابن قمیہ نے بائیں ہاتھ پر وار کر کے اسے بھی کاٹ ڈالا تو اس شیر خدا نے دونوں ٹنڈے بازوؤں سے اسلامی پرچم کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اسے سرنگوں نہیں ہونے دیا اور باآوازِ بلند اس آیت کی تلاوت کرنے لگے **وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل**۔۔۔۔(آلِ عمران 145)

محمد ﷺ ایک رسول ہیں اور آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو گئے ہیں اگر آپ فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو تم میں سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

آنحضرت ﷺ کی شہادت کی خبر مشہور ہو جانے کے بعد جب مسلمان سراسیمگی کے عالم میں تھے اور مارے غم کے انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا بعض گھبرا کر اور بددل ہو کر پیچھے بھی ہٹے اس وقت مصعبؓ کا یہ آیت پڑھتے ہوئے جان قربان کر دینا آپ کی کمال بہادری اور شجاعت ظاہر کرتا ہے دوسرے لفظوں میں آپ آخری سانسوں میں بن انس بن نضرؓ جیسے صحابہ کی طرح مسلمانوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ اگر نبی کریم ﷺ شہید بھی ہو گئے ہیں تو محض گھبرانے یا پیچھے ہٹنے سے کیا حاصل؟ آگے بڑھو اور اسی راہ میں جانیں نچھاور کر دو جس راہ میں ہمارا آقا اپنی جان قربان کر گیا ہے خود

مصعبؓ نے اپنی جان کی قربانی پیش کر کے اس پیغام کو عملاً بھی سچا کر دکھایا۔ مصعبؓ کے دونوں ہاتھ قلم دیکھ کر اور انہیں مقابل سے عاجز پا کر عبداللہ بن قمیہ گھوڑے سے اتر آیا تیسری مرتبہ اپنے نیزہ کے ساتھ آپؓ پر پوری قوت سے حملہ آور ہوا نیزہ آپ کے بدن کے پار ہو کر ٹوٹ گیا ساتھ ہی مصعبؓ گر پڑے اسلامی جھنڈا گرنے کو تھا کہ لپک کر آپ کے بھائی ابوالروم بن عمیرؓ اور سویبط بن سعدؓ نے پکڑ لیا اور یوں حضرت مصعبؓ نے میدان احد میں آخری دم تک اسلامی جھنڈا کی حفاظت کرتے ہوئے جان دے دی۔ (ابن سعد جلد 3 ص 120)

اے مصعب بن عمیر! تجھ پر سلام اے مبلغ اسلام اور اسلامی جھنڈے کے وفا شعار اور پاسبان اور محافظ تجھ پر ہزاروں سلام

(یہ مضمون روزنامہ الفضل 4 جنوری 2016ء سے لیا گیا)

اس سے یہ تو ظاہر ہو گیا کہ قرونِ اولیٰ میں کس طرح علم اسلامی کو دیکھا جاتا تھا اور کس طرح اسکی حفاظت کرتے ہوئے جان جانے آفرین کے سامنے پیش کی جاتی تھیں اور آج 1500 سو سال بعد جماعت احمدیہ یہی عزم لے کر ساری دنیا میں یہ آواز بلند گن گا رہی ہے۔

اے لوائے احمدیت قومِ احمد کے نشاں تجھ پے کٹ مرنے کو ہیں تیار تیرے پاسباں

امن اور سلامتی کا جھنڈا۔ فتح مکہ میں حضرت بلالؓ کا اعزاز حسین انتقام

آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر حضرت بلالؓ کی بہت دلداری فرمائی فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اپنے قافلہ خاص میں شامل فرمایا مکہ میں داخل ہوتے وقت حضرت اسامہؓ رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، حضرت ابوبکرؓ آپ ﷺ کے دائیں تھے تو حضرت بلالؓ کے بائیں قافلہ کے ہم رکاب چل رہے تھے۔ اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے بلالؓ کا ایک اور حسین انتقام اس طرح لیا کہ آپ ﷺ نے بلالؓ کو فتح کا جھنڈا عطا کر کے فرمایا کہ اے بلال اسے حجون مقام پر گاڑنا اور پھر مکہ کی وادی میں جہاں بلالؓ کو اذیتوں کا نشانہ بنایا جاتا تھا ایک اعلان بہت ہی تعجب سے سنا گیا جو یہ تھا کہ آج جو بلال حبشی کے جھنڈے کے نیچے آ جائے گا اسے امان دی جائے گی۔ یہ بلالؓ کے لیے کتنا بڑا اعزاز تھا ان کے تمام دکھوں اور ان پر کئے گئے مظالم کا حسین انتقام تھا۔

(سیرت الحلبیہ جلد 97 ابن ہشام جلد 4 ص 91 بخاری مغازی فتح مکہ)

امام مہدیؑ کے متعلق::: اہل دنیا آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کو خدا تعالیٰ کی فعلی شہادتوں کے ساتھ ملا کر نہیں دیکھتی۔ پیشگوئیوں کے بعض حصوں کو لے کر اپنی تشریحات کر کے خدا کو راضی کرنا چاہتی ہے۔ کبھی مہدی سوڈانی کی شکل میں، کبھی مکہ میں محمد نامی شخص کے اس دعویٰ کو کہ وہ مہدی ہے اسے مانا جائے۔ آئے دن یہ نظارے ہم دیکھتے ہیں اور پھر ان کے انجام بھی ملاحظہ کر چکے ہیں مگر پھر بھی یہ عقل سے کام نہیں لیتے۔ اور اب تو ایران امریکہ جنگ نے ایرانیوں کے پرانے خیالات کو خوب ہوا دی ہے اور اہل ایران پکار پکار کر دعائیں کر رہے ہیں کہ امام غائب آ جائیں اور اس دجالی فتنہ سے نجات دلائیں مگر ہنوز صرف امیدیں ہیں اور ہزاروں کٹ مرے ہیں اور اور امام غائب کا دور دور تک پتہ نہیں؟؟؟؟؟؟ کاش دنیا والے حقیقت کو جانتے اور دیکھتے جو آنے والا تھا وہ اپنے وقت پر آ گیا اس کو پہچاننا اور اس کے ساتھ مل کر طاغوتی طاقتوں کو زیر کرنا آج کی اشد ترین ضرورت ہے آیئے امام مہدی کے متعلق معلومات حاصل کیجئے۔

امت محمدیہ میں آنے والے مہدی و مسیح کی علامات

آخری زمانہ میں جہاں فرقہ بندی، فتنہ و فساد، دجالوں و کذابوں کے ظہور اور ان کے ذریعہ ہونے والی تباہی و بربادی کی خبر دی گئی ہے وہاں اس

امت مرحومہ کو ہلاکت سے بچانے کے لئے عیسیٰ بن مریم جیسے عظیم الشان وجود کے نجات دہندہ بن کر ظاہر ہونے کی بھی بشارت دی گئی ہے جسے امام مہدی کے لقب سے بھی نوازا گیا ہے جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

لَا الْمَهْدِیُ اِلَّا عیسی بن مریم (ابن ماجہ کتاب الفتن باب شدۃ الزمان)

یعنی عیسیٰ ہی مہدی ہوں گے۔اس آنے والے موعود کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر اس کی علامات ونشانات،ظہور کا مقام اور ملک تک بیان کر دیئے گئے ہیں جن کا اجمالی تذکرہ پیش ہے۔

مسیح موعود ومہدی معہودؑ کی ذاتی علامات۔خاندان

احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنے والا موعود فارسی الاصل ہوگا۔ چنانچہ جب آیت وَ آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ آخرین کون لوگ ہیں۔اس پر آپ نے مجلس میں موجود حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:۔

”اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائے گا تو ضرور اہل فارس میں سے کچھ اشخاص یا ایک شخص اسے واپس لے آئے گا“

(بخاری کتاب التفسیر زیر آیت وآخرین منھم)

حضرت بانی جماعت احمدیہ کا خاندان اس پیشگوئی کے عین مطابق فارسی الاصل ہے اور آپ کے شدید مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی آپ کا فارسی الاصل ہونا تسلیم کیا۔(اشاعۃ السنہ نمبر ۷ صفحہ ۱۹۳)

آنے والے موعود کا نام:: آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔”اللہ تعالیٰ اہل بیت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جس کا نام میرا نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا“(ابوداؤد کتاب المہدی)

اس حدیث میں آنے والے موعود کی آنحضرت ﷺ کے ساتھ کامل موافقت کا ذکر کیا گیا ہے اور مراد یہ ہے کہ مہدی کی صفات آنحضرت ﷺ جیسی ہوں گی اور وہ آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مطابق لوگوں کو ہدایت دے گا۔(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن جلد ۹ حدیث ۵۴۵۲)

علاوہ ازیں اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مہدی کی ظاہری نام کے لحاظ سے بھی آنحضرت ﷺ سے موافقت ہوگی۔ چنانچہ احادیث میں مہدی کا نام”احمد“ بھی لکھا ہے۔(کتاب الفتن باب فی سیرۃ المہدی صفحہ ۱۹۸ از حافظ ابوعبداللہ نعیم بن حماد)

قرآن کریم اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ایک نام احمد بھی تھا۔ چنانچہ حضرت بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانیؑ کا اصل نام احمد ہی ہے جیسا کہ الہامات میں بھی بار بار اللہ تعالیٰ نے آپ کو احمد کے نام سے خطاب فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا یَا اَحْمَدُ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد نمبر ۵ صفحہ ۵۵۰)

آنے والے موعود کا حلیہ:: آنحضرت ﷺ نے بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہونے والے مسیح کا حلیہ یہ بیان فرمایا کہ:۔

وہ سرخ رنگ کے گھنگریالے بال اور چوڑے سینے والے تھے (بخاری کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم)

لیکن آپ نے امت محمدیہ میں دجال کے بالمقابل ظاہر ہونے والے مسیح کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

”اس کے بال لمبے اور رنگ گندمی ہوگا“(بخاری کتاب اللباس باب الجعد)

دونوں مسیحوں کے الگ الگ حلیے بیان کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ آنے والا مسیح اور مسیح ناصری علیہ السلام جدا جدا وجود ہیں۔ آنے والے موعود کے حلیہ کے متعلق یہ بھی ذکر ہے کہ:: مہدی کی پیشانی کشادہ اور ناک اونچی ہوگی (ابوداؤد کتاب المھدی حدیث نمبر ۷)

حضرت بانی جماعت احمدیہ کا حلیہ بعینہ اس کے مطابق ہے۔

شادی اور اولاد:: مسیح موعودؑ کی ایک علامت یہ بیان ہوئی ہے کہ:۔"وہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی"

(مشکوٰۃ کتاب الفتن باب نزول عیسیٰ)

جہاں تک حضرت مسیح موعودؑ کی اس علامت کا تعلق ہے کہ وہ شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہوگی اس سے مراد یہ ہے کہ مسیح موعود مجرد نہیں رہیں گے بلکہ شادی کریں گے اور مبشر اولاد پائیں گے جو ان کا مشن اور کام جاری رکھنے والی ہوگی۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ کی شادی بھی ہوئی اور آپ کو خدا نے دین کی عظیم الشان خدمات بجالانے والی اولاد بھی عطا فرمائی۔

آنیوالے موعود کی عمر زیادہ تر ثقہ روایات میں مسیح موعودؑ کی مدت قیام چالیس سال بیان کی گئی ہے اور حضرت مرزا صاحب نے قمری لحاظ سے 76 سال عمر پائی ہے۔40 سال کی عمر میں آپ پر الہام کا آغاز ہوا اور الہام کے بعد بھی اسی کے لگ بھگ آپ نے زمانہ پایا۔

مقام ظہور:: آنحضرت ﷺ نے مسیح موعودؑ کا مقام ظہور دمشق سے مشرقی جانب بیان فرمایا ہے۔(مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال)

اسی طرح مہدی کی راہ ہموار کرنے والی جماعت کا تعلق بھی مشرق ہی سے بیان کیا گیا ہے۔(ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المھدی)

مندرجہ بالا احادیث میں آنے والے موعود کا مقام ظہور دمشق سے مشرق (یعنی ہندوستان) بتایا گیا ہے اور حضرت بانی جماعت احمدیہ مدعی مسیحیت و مہدویت کا مقام ظہور قادیان (ہندوستان)، دمشق سے مشرق کی جانب واقع ہے۔

مسیح موعودؑ کے زمانہ کی علامات

دابۃ الارض:: امام مہدی کے زمانہ کی ایک علامت دابۃ الارض بیان کی گئی ہے۔(مسلم کتاب الفتن باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ)

دابۃ کے معنی جانور یا کیڑا کے ہوتے ہیں علامہ تورپشتی متوفی ۶۳۰ھ نے اس سے طاعون کا کیڑا مراد لیا ہے۔

(عقائد مجددیہ الصراط السوی ترجمہ عقائد توربشتی از علامہ شہاب الدین توربشتی منزل نقشبندیہ کشمیری بازار لاہور)

اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب نے اللہ سے علم پا کر طاعون کی پیشگوئی فرمائی جس کے مطابق طاعون سے ایک ایک ہفتہ میں تیس تیس ہزار آدمی لقمہء اجل بن گئے اور لاکھوں افراد طاعون کا شکار ہوئے۔

یاجوج ماجوج کا خروج:: مسیح موعود کے زمانہ کی ایک علامت یاجوج ماجوج کا خروج ہے۔ (مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال)

یاجوج ماجوج دجال کا سیاسی بہروپ ہے جس کے معنی آگ سے کام لینے والی طاقتوں کے ہیں۔ آج کی طاقتور اور ترقی یافتہ مغربی اقوام ہی یاجوج ماجوج ہیں۔ چنانچہ شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال نے لکھا۔

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیر حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ

غیر معمولی زلازل کا آنا:: اسی طرح حدیث میں آخری زمانہ کی علامت میں مشرق اور مغرب اور عرب میں خسف ہونا بیان کیا گیا ہے۔

(مسلم کتاب الفتن باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ)

یہاں خسف سے مراد خوفناک زلزلوں کا آنا ہے اور حضرت بانی جماعت احمدیہ کے زمانہ میں یہ علامت بھی پوری ہوئی اور آپ کی بیان کردہ پیشگوئیوں کے عین مطابق ایسے ایسے خوفناک زلزلے آئے کہ زمین تہہ و بالا ہوگئی اور ہزاروں افراد ہلاک ہوئے۔

جدید سواریوں کی ایجاد:: قرآن کریم میں آخری زمانہ کی ایک علامت اونٹنیوں کا متروک ہونا بھی بیان کی گئی ہے۔(التکویر آیت نمبر 5)

اسی طرح حدیث میں مسیح موعود کے زمانہ کی ایک علامت یہ بیان کی کہ اونٹوں کا استعمال (تیز رفتاری کے لئے) متروک ہوجائے گا۔

(مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ بن مریم)

مسیح موعود کے زمانہ میں یہ علامت بھی پوری ہوچکی ہے اور گزشتہ ایک صدی سے جدید سواریاں، موٹریں ریل اور جہاز وغیرہ ایجاد ہوئے۔اور مسیح موعود کے زمانہ میں ظاہر ہونے والے دجال کے گدھے سے بھی یہی سواریاں مراد ہیں جیسا کہ احادیث میں بیان فرمودہ تفصیلی علامات سے ظاہر ہے۔

مسیح موعود اور مہدی معہود کے کام

احادیث میں مسیح اور مہدی کے کام بھی ایک جیسے بتائے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح اور مہدی ایک ہی شخص کے دو لقب ہیں۔

حکم عدل:: بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ میں روایت ہے کہ: مسیح موعود حکم اور عدل بن کر آئے گا۔مراد یہ ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ امت کے مذہبی اختلافات کا فیصلہ کرے گا۔چنانچہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے امت مسلمہ میں موجود اختلافات کا حل پیش فرمایا اور ایسی جماعت تیار کردی جس نے تمام اختلافات ختم کر کے اتحاد و یگانگت کا بے مثال نمونہ پیش کیا۔

کسر صلیب:: وہ کسر صلیب کرے گا۔یعنی عیسائی مذہب کا جھوٹ ظاہر کردے گا۔اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ الٰہی تقدیر میں مسیح موعود کی آمد عیسائیت کے غلبہ کے زمانہ میں مقدر تھی اسلام کو مسیح موعود نے دلائل و براہین سے عیسائیت پر غالب کر دکھانا تھا۔چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود نے عیسائیت کے خلاف ایسی عظیم الشان خدمات سرانجام دیں جن کا اعتراف کرتے ہوئے مولوی نور محمد صاحب نقشبندی نے یہاں تک لکھا کہ حضرت مرزا صاحب نے عیسائیت کے خلاف ایسے عظیم الشان دلائل پیش کئے کہ ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دی۔(دیباچہ از مولوی نور محمد نقشبندی قرآن شریف مترجم۔نور محمد آرام باغ کراچی)

قتلِ خنزیر:: خنزیر کو قتل کرے گا۔یعنی دشمنانِ اسلام کو علمی میدان میں شکست دے کر غلبہ حاصل کرے گا۔کیونکہ حدیث میں آخری زمانہ کے علماء سوء کو بھی ان کے بدخصائل، نقالی، بدعملی اور جھوٹ کے باعث بندر اور سور کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔

(کنز العمال جلد نمبر ۷ صفحہ ۲۸۰ حدیث ۳۸۷۲۷ حلب)

یہ کارنامہ بھی حضرت بانی جماعت احمدیہ نے سرانجام دیا اور تمام مذاہب کے بڑے بڑے لیڈروں کو علمی اور روحانی میدان میں اسلام کا مقابلہ کرنے کی دعوت دی اور اسلام کی فوقیت کو ظاہر کیا۔

التواء قتال:: مسیح موعود کا ایک کام یضع الحرب لکھا ہے۔(بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ)

یعنی وہ جنگ کو موقوف کردے گا جس سے مراد یہ ہے کہ مسیح موعود مذہب کی خاطر جنگ نہیں کرے گا۔حضرت بانی جماعت احمدیہ کے زمانہ میں چونکہ اسلام کے خلاف تلوار کی بجائے قلم اور دلائل سے حملے کئے جا رہے تھے اس لئے آپ نے اسلام کے دفاع اور اس کی برتری کے لئے بالمقابل قلمی جہاد کیا اور جہاد بالسیف کی شرائط مفقود ہونے کی وجہ سے حدیث کے عین مطابق اس کے التواء کا اعلان فرمایا۔

تقسیم اموال:: وہ مال تقسیم کرے گا مگر کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔(بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ)
مراد یہ ہے کہ وہ قرآنی معارف اور دین کے حقائق کو بیان کرے گا مگر دنیا انہیں قبول نہیں کرے گی۔ چنانچہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے قرآنی معارف اور حقائق پر مشتمل 84 سے زائد کتب لکھ کر روحانی خزائن دنیا میں تقسیم کئے لیکن دنیا کے لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں۔

قتلِ دجال:: مسیح موعود کا ایک کام دجال کا مقابلہ کر کے اسے ہلاک کرنا تھا۔(مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال)
دجال سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والے کو کہتے ہیں اور اپنی کثرت سے ساری زمین پر پھیل جانے والے اور سامانِ تجارت سے روئے زمین کو ڈھانک دینے والے گروہ کو بھی دجال کہا گیا ہے۔(لسان العرب)
یہ صفات عیسائی قوم کے دینی علماء میں بدرجہ اتم موجود ہیں جنھوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا بنا کر سب سے بڑے جھوٹ کا ارتکاب کیا اور اپنے دجل کا جال ساری دنیا میں پھیلا دیا۔ چنانچہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے اس دجال کا خوب مقابلہ کیا اور اسے شکستِ فاش دی۔

مسیح موعود کا حج:: حدیث میں مسیح موعود کے حج کرنے کی پیشگوئی بھی موجود ہے۔(بخاری کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم)
جس سے مراد کعبہ کی عظمت کا قیام اور اسلام کی حفاظت ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے رویاء میں مسیح کو دجال کے ساتھ طوافِ کعبہ کرتے دیکھا جس کی تعبیر یہ کی گئی کہ مسیح موعود کی بعثت کی غرض کعبہ کی عظمت اور اسلام کی حفاظت ہوگی۔(مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۵ کتاب الفتن باب علامات القیامۃ) چنانچہ مسیح موعود علیہ السلام کو اسلام کی خدمت کی یہ توفیق بھی خوب عطا ہوئی۔

مہدی کی سچائی کے دو نشانات

حدیث میں مہدی کی سچائی کے دو نشانات رمضان کے مہینہ میں خاص تاریخوں پر چاند اور سورج کو گرہن لگنا تھا۔
(دار قطنی کتاب العیدین باب صفۃ الخسوف والکسوف)
چنانچہ مشہور اہل حدیث عالم حافظ محمد لکھو کے والے ان نشانات کی تاریخوں کا یوں ذکر کرتے ہیں۔
”تیرھویں چن ستیویں سورج گرہن ہوسی اس سالے“(احوال الاخرت منظوم پنجابی مصنفہ ۱۳۰۵ھ صفحہ ۲۳ زیر عنوان علامات قیامت کبریٰ)
چنانچہ یہ نشان اس حدیث کے عین مطابق رمضان ۱۳۱۱ھ بمطابق ۱۸۹۴ء میں معینہ تاریخوں پر ظاہر ہوا اور حضرت مرزا صاحب نے بڑی شان اور تحدی سے اسے اپنے حق میں پیش کرتے ہوئے لکھا:۔
”ان تیرہ سو برسوں میں بہتیرے لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر کسی کے لئے یہ آسمانی نشان ظاہر نہ ہوا.... مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے میری تصدیق کے لئے آسمان پر یہ نشان ظاہر کیا ہے“۔(تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۴۲۔۱۴۳)

مسیح اور مہدی کا مقام

بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اس بات کے مدعی ہیں کہ آپ وہی مسیح اور مہدی ہیں جن کے ظہور کے متعلق قرآن کریم، احادیث نبویہ اور اقوال بزرگان اُمت میں پیشگوئیاں موجود ہیں اور آپؑ نے اپنا وہی مقام بیان فرمایا ہے جو ان پیش خبریوں میں آنے والے مسیح اور مہدی کا بیان کیا گیا ہے اور جماعت احمدیہ آپ کو آپ کے جملہ دعاوی میں سچا جانتی ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم، احادیث نبویہ اور اقوال بزرگان و علماء امت کی روشنی میں آنے والے مہدی اور مسیح کے مقام کی وضاحت کر دی جائے۔

مسیح ومہدی کا مقام اور قرآن شریف

قرآن کریم کی سورۃ الجمعہ آیت نمبر ۳، ۴ میں آنحضرت ﷺ کی دو بعثتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپکی پہلی بعثت عرب کے امیّوں میں ہوئی اور دوسری بعثت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کے مطابق آخرین میں مقدر تھی جب یہ آیات نازل ہوئیں تو صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ سے یہ دریافت فرمایا کہ یہ آخرین کون لوگ ہیں جن میں حضور ﷺ کی دوسری بعثت ہوگی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے مجلس میں موجود حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ اَوْرِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

اگر ایمان ثریا ستارہ پر بھی چلا گیا تو ایک فارسی الاصل شخص یا اشخاص اس ایمان کو دوبارہ دنیا میں قائم کریں گے۔

پس اس آیت میں آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے فارسی الاصل شخص کی بعثت کو آنحضرت ﷺ کی بعثت قرار دیا گیا ہے گویا آنے والا موعود آنحضرت ﷺ کا ظلِّ کامل ہوگا۔

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (سورۃ الصّف:۱۰)

وہی خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر مبعوث فرمایا تا کہ وہ اسے تمام ادیان باطلہ پر غالب کردے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ اسلام کا ادیان باطلہ پر غلبہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ اس آیت کے اصل مصداق آنحضرت ﷺ ہی ہیں لیکن وہ موعود غلبہ مسیح اور مہدی کے زمانہ میں ظاہر ہونا تھا اس لئے مسیح اور مہدی کو آنحضرت ﷺ سے جدا نہیں سمجھا گیا بلکہ اس کا آنا آنحضرت ﷺ کا آنا قرار دیا ہے۔ اس مفہوم کی وضاحت آنحضرت ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا:۔

يُهْلِكُ اللّٰهُ فِيْ زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِسْلَامَ (ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال)

امام مہدی کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا باقی تمام ادیان کو مٹادے گا۔

پس اس آیت سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ امت میں ظاہر ہونے والے مسیح اور مہدی آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند اور ظل کامل ہونگے۔ اس لئے اس کے زمانہ میں ظاہر ہونے والے غلبہ کو آنحضرت ﷺ کا غلبہ قرار دیا گیا ہے۔

مسیح اور مہدی کا مقام اور احادیث نبویہ

۱۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:۔ مَثَلُ اُمَّتِيْ مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرٰى اَوَّلُهٗ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهٗ (مشکوۃ کتاب الرقاق باب ثواب ھذہ الامۃ)

کہ میری امت کی مثال اس بارش کی سی ہے کہ جس کے متعلق معلوم نہیں کہ اس کا اول حصہ بہترین ہے یا آخری حصہ۔

آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں اُمت کی مثال بارش سے دی اور بتایا کہ معلوم نہیں کہ اس کا اوّل زیادہ بہتر ہے یا آخر۔ آپ نے اُمت کی ابتداء کو بہتر تو اس بنا پر قرار دیا کہ آپ اُمت میں موجود تھے اور اُمت کے آخر کو بہتر قرار دینا اس بنا پر ہوسکتا ہے کہ آخری زمانہ میں اُمت میں آپ کے مظہر کامل مسیح اور مہدی نے ظاہر ہونا تھا۔

آپ نے آخری زمانہ میں آنے والے مسیح موعود کو نبی اللہ کے خطاب سے نوازا۔ چنانچہ مسلم کی حدیث میں آپ کیلئے چار دفعہ نبی اللہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ (مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال وصفتہ)

آپ نے آنے والے موعود کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور اسکی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا۔(بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۷)

آپ نے آنے والے موعود کو قبول کرنے کی اُمت کو یہاں تک تاکید فرمائی کہ اگر برف کے پہاڑوں پر سے گھسٹ کر بھی جانا پڑے تو پھر بھی اسے قبول کرنا اور اس کی خدمت میں حاضر ہو کر میرا اسلام پیش کرنا۔(ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المہدی)

پھر آپ نے فرمایا کہ جس نے مہدی کو جھٹلایا اس نے گویا کفر کیا۔(حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۱۔ازنواب محمد صدیق حسن خان مطبع شاہ جہاں بھوپال)

مسیح اور مہدی کا مقام اور علماء و بزرگان امت

حضرت محمد ابن سیرینؒ:(۳۳ھ تا ۱۱۰ھ)

آپ امام مہدی کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

”اس اُمت میں ایک خلیفہ ہوگا جو حضرت ابوبکر اور عمر سے بہتر ہوگا۔کہا گیا کیا ان دونوں سے بہتر ہوگا۔انہوں نے فرمایا کہ قریب ہے کہ وہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہو“(حجج الکرامہ صفحہ ۳۸۶۔ازنواب صدیق حسن خان مطبع شاہ جہاں بھوپال)

حضرت امام باقر علیہ السلام:(۵۱ھ تا ۱۱۴ھ)

”جب امام مہدی آئے گا تو یہ اعلان کرے گا کہ اے لوگو! اگر تم میں سے کوئی ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ میں ہی ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ ہوں۔اور اگر تم میں سے کوئی موسیٰؑ اور یوشع کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ میں ہی موسیٰؑ اور یوشع ہوں۔اور اگر تم میں سے کوئی عیسیٰؑ اور شمعون کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ عیسیٰؑ اور شمعون میں ہی ہوں۔اور اگر تم میں سے کوئی محمد مصطفیٰ ﷺ اور امیر المؤمنین (علیؓ) کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اور امیر المؤمنین میں ہی ہوں۔“(بحارُ الانوار جلد نمبر ۱۳ صفحہ ۲۰۲)

حضرت امام عبدالرزاق قاشانیؒ:(وفات ۷۳۰ھ): ”آخری زمانہ میں جو امام مہدی آئیں گے وہ احکامِ شریعت میں آنحضرت ﷺ کے تابع ہوں گے اور معارف وعلوم اور حقیقت میں آپ کے سوا تمام انبیاء اور اولیاء ان کے تابع ہوں گے۔اور یہ بات ہمارے مذکورہ بیان کے خلاف نہیں ہے۔کیونکہ امام مہدی کا باطن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا باطن ہوگا۔“(شرح فصوص الحکم مطبع مصطفی البابی الحلبی صفحہ ۴۲۔۴۳)

عارف ربّانی محبوب سبحانی سیّد عبدالکریم جیلانیؒ:(۷۶۷ھ تا ۸۳۷ھ)

”اس (امام مہدی....ناقل) سے مراد وہ شخص ہے جو صاحبِ مقامِ محمدی ہے۔اور ہر کمال کی بلندی میں کامل اعتدال رکھتا ہے۔“

(انسان کامل (اُردو) باب نمبر ۶۱ مہدیؑ کا ذکر صفحہ ۳۷۵ نفیس اکیڈمی کراچی)

حضرت ملا عبدالرحمٰن جامی:(۸۱۷ھ تا ۸۹۸ھ)

”حضرت نبی کریم ﷺ کا مشکوٰۃ باطن ہی محمدی ولایت خاصّہ ہے اور وہی بجنسہ خاتم الاولیاء حضرت امام مہدی علیہ السلام کا مشکوٰۃ باطن ہے کیونکہ امام موصوف آنحضرت ﷺ کے ہی مظہر کامل ہیں۔“(شرح فصوص الحکم ہندی از حضرت ملا عبدالرحمن جامی صفحہ ۶۹)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی:(۱۱۱۴ھ تا ۱۱۷۵ھ)

”اُمت محمدیہ میں آنے والے مسیح موعود کا یہ حق ہے کہ اس میں سید المرسلین ﷺ کے انوار کا انعکاس ہو عامۃ الناس یہ گمان کرتے ہیں کہ جب وہ موعود

دنیا میں آئے گا تو اس کی حیثیت محض ایک امتی کی ہوگی۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی کی پوری تشریح ہوگا۔ اور اسی کا دوسرا نسخہ (TRUE COPY) ہوگا۔ پس اس کے اور ایک عام امتی کے درمیان بہت بڑا فرق ہے"(الخیرالکثیر از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صفحہ ۷۲۔ مدینہ پریس بجنور)

شیخ محمد اکرم صابری: (۱۱۳۰ھ)

"یعنی وہ محمد ﷺ ہی تھے۔ جنہوں نے آدم کی صورت میں دنیا کی ابتدا میں ظہور فرمایا یعنی ابتدائے عالم میں محمد مصطفی ﷺ کی روحانیت بروز کے طور پر حضرت آدم میں ظاہر ہوئی اور محمد ﷺ ہی ہونگے جو آخری زمانہ میں خاتم الولایت امام مہدی کی شکل میں ظاہر ہونگے یعنی محمد مصطفی ﷺ کی روحانیت مہدی میں ظہور اور بروز کرے گی"۔ (اقتباس الانوار از شیخ محمد اکرم صابری۔ صفحہ ۵۲)

اُردو کے مشہور شاعر جناب امام بخش ناسخ: (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۵۳ھ)

اوّل و آخر کی نسبت ہوگی صادق یہاں	صورت معنی شبیہ مصطفی پیدا ہوا
دیکھ کر اس کو کریں گے لوگ رجعت کا گماں	یوں کہیں گے معجزے سے مصطفی پیدا ہوا

(دیوان ناسخ جلد دوم صفحہ ۵۴ مطبع منشی نول کشور لکھنو ۱۹۲۳ء)

بزرگ صوفی حضرت خواجہ غلام فرید آف چاچڑاں شریف (۱۲۴۸ھ تا ۱۳۶۷ھ)

"حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر خاتم الولایت امام مہدی تک حضور حضرت محمد مصطفی ﷺ بارز ہیں۔ پہلی بار آپ نے حضرت آدم علیہ السلام میں بروز کیا ہے.... اس کے بعد دوسرے مشائخ عظام میں نوبت بنوبت بروز کیا ہے۔ اور کرتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ امام مہدی میں بروز فرمائیں گے۔ پس حضرت آدم سے امام مہدی تک جتنے انبیاءؑ اور اولیاءؒ قطب مدار ہوئے ہیں تمام روح محمدی ﷺ کے مظاہر ہیں۔"

(مقابیس المجالس صفحہ ۴۱۹ مقبوس نمبر ۶۲ از: مولانا رکن الدین۔ ترجمہ: کپتان واحد بخش سیال اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور صوفی فاؤنڈیشن بہاولپور)

شیعہ مجتہد سید علی الحائری: (۱۲۸۸ھ تا ۱۳۶۰ھ)

"حضرت امام مہدی علیہ السلام کی حضرت مسیحؑ پر افضلیت واضح اور ثابت ہے۔"(غایۃ المقصود جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۸۔ از مولوی سید علی حائری مطبع شمس الہند لاہور)

شیعہ مجتہد مولانا سید محمد سبطین: (۱۳۳۵ھ)

''مہدی نفس رسول ﷺ و مظہر اوصاف رسول ﷺ و نائب خاص رسول اور آئینہ کمالات رسول ﷺ ہے اور ظہور انوار محمدی و اوصاف و کمالات محمدی اس جناب پر موقوف ہے پس چاہیئے کہ وہ ہم شکل و ہم نام و ہم کنیت و جزو نور محمدی خلق اور سیرت میں بھی مثل محمد ہو بلکہ ایسا ہونا ضروری ولازمی ہے۔'' (الصراط السوی فی احوال المہدی صفحہ ۴۰۹۔ از مولانا سید محمد سبطین ناشر منیجر البرہان بک ڈپو A۔ ۳۳ عمر روڈ اسلام پورہ لاہور)

قاری محمد طیّب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند: (۱۳۲۰ھ تا ۱۴۰۳ھ)

"چونکہ حضرت عیسوی کے وجود میں آنے کا باعث صورت محمدی کا تمثل ہوا ہے اور آپ حضور کے ابن تمثالی ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے وَلَدُ سِرٌ لِاَبِیہِ کے اصول پر ذات عیسوی کو حضور کی ذات اقدس سے وہ خاص خصوصیات پیدا ہوگئیں جو قدرتی طور پر اور انبیاء علیھم السلام کو نہیں ہوسکتی تھیں چنانچہ منصب خاتمیت' طور مقبولیت' مقام عبدیت' غلبہ رحمت' شان معصومیت، وضع علم و معرفت، نوعیت ہجرت و جہاد' حریت مرتبہ' مرتبہ تکمیل عبادت' درجہ بشارت' مکالمہ قیامت وغیرہ جیسے اہم اور عظیم امور ہیں اگر حضور کی ذات اقدس سے کسی کو کمال اشتراک و تناسب ثابت ہوتا ہے تو حضرت عیسیٰ کی ذات مقدس کو"

(تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام از قاری محمد طیب دار العلوم دیوبند صفحہ ۱۴۴ نفیس اکیڈمی)

"بہرحال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور سے کامل مناسبت دی گئی تھی تو اخلاق خاتمیت اور مقام خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت و مناسبت دی گئی۔ جس سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت عیسوی کو بارگاہ محمدی سے خلقاً و رتبتاً و مقاماً ایسی ہی مناسبت ہے جیسی کہ ایک چیز کے دو شریکوں میں یا باپ بیٹوں میں ہونی چاہیئے"۔ (تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام۔ از قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند صفحہ ۱۲۹ نفیس اکیڈمی)

مسیح اور مہدی کب آئیں گے؟

قرآن کریم' احادیث نبویہ اور بزرگان امت کے رؤیا و کشوف و بیانات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُمتِ محمدیہ میں جس مسیح اور مہدی کے ظہور کی پیشگوئی فرمائی تھی وہ تیرھویں صدی ہجری کے آخر یا چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں ظاہر ہوگا۔

قرآن کریم اور زمانہ مہدی و مسیح

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ (السجدہ:٦)

یعنی اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین کی طرف اپنے حکم کو اپنی تدبیر کے مطابق قائم کرے گا پھر وہ اس کی طرف ایسے وقت میں جس کی مقدار ایسے ہزار سال کی ہے جس کے مطابق تم دنیا میں گنتی کرتے ہو چڑھنا شروع کرے گا۔

آنحضرت ﷺ نے اسلام کی پہلی تین صدیوں کو خیر القرون (یعنی بہترین صدیاں) قرار دیا ہے اور وہ ہزار سال جس میں دین کا آسمان کی طرف چڑھنا مقدر تھا وہ یقیناً ان تین صدیوں کے بعد شروع ہونا تھا۔ ان تین صدیوں اور ہزار سال کے بعد از سرِ نو دین کا قیام مقدر تھا اور تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد وہ وقت آ گیا جب ادیان عالم کے پیروکار ایک آسمانی مصلح کا شدت سے انتظار کرنے لگے۔ ہاں اس مہدی اور مسیح کے ظہور کا زمانہ جس میں آنحضرت ﷺ نے ایمان و دین کے دوبارہ دنیا میں قائم ہونے کی خبر دی تھی۔

(۲) مزید برآں قرآن شریف میں سورہ نور کی آیت استخلاف نمبر ۵۶ میں اُمتِ محمدیہ سے وعدہ کیا گیا کہ ان میں اللہ تعالیٰ اسی طرح خلیفے بنائے گا جس طرح اس سے پہلے خلیفے بنائے جو دین کی مضبوطی کا باعث ہونگے۔ اس وعدہ کے مطابق لازم تھا کہ جس طرح موسوی سلسلہ میں تیرھویں صدی گزرنے پر مسیح آیا تھا۔ اسی طرح محمدی سلسلہ میں بھی تیرھویں صدی گزرنے پر مسیح اور مہدی ظاہر ہو۔

(۳) سورۃ جمعہ میں ایمان کے قائم کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ کے ایک مثیل غلام کے آنے کی خبر ہے فرمایا

وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ (الجمعہ:۴) اور اللہ تعالیٰ ان کے سوا ایک دوسری قوم میں حضرت محمد ﷺ کو بھیجے گا جو ابھی تک ان (صحابہ) سے نہیں ملی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ کے اس سوال پر کہ وہ کون لوگ ہونگے جن میں آپ دوبارہ تشریف لائیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ

''جب ایمان ثریا ستارے پر اٹھ جائے گا تو اہل فارس میں سے ایک شخص یا فرمایا بہت سے اشخاص ایمان کو دوبارہ دنیا میں قائم کریں گے۔''

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

گویا رسول اللہ ﷺ نے اہل فارس کے اس مرد کے آنے کو اپنا آنا قرار دیا جس کے ذریعہ آخری زمانہ میں ایمان کا دنیا میں قیام مقدر تھا۔ یہ عجیب نشان ہے کہ بحساب جمل اس آیت کے الفاظ کے اعداد کی تعداد ۱۲۷۵ بنتی ہے جس سے یہ واضح اشارہ ملتا ہے کہ آخری زمانہ میں ایمان قائم کرنے والے

جس مسیح ومہدی کے ظاہر ہونے کی اس آیت میں خبر دی گئی ہے وہ تیرہویں صدی کے آخری حصہ میں ظاہر ہونا تھا۔

احادیث نبویؐ اور زمانہ مسیح ومہدی: اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ (ابن ماجہ کتاب الفتن باب الایات) نشانات دوسوسال بعد رونما ہونگے۔

اس حدیث کی تشریح میں برصغیر کے نامور محدث حضرت مُلّا امام علی القاری لکھتے ہیں۔

"وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ اللَّامُ فِی الْمِائَتَیْنِ لِلْعَھْدِ اَیْ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ بَعْدَ الْاَلْفِ وَھُوَ وَقْتُ ظُھُوْرِ الْمَھْدِی"۔

(مرقاۃ المصابیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۱۸۲ از علی بن سلطان القاری مکتبہ امدادیہ ملتان)

یعنی یہ ممکن ہے کہ اَلْمِائَتَیْنِ میں لام عہد کا ہو اور مراد یہ ہے کہ ہزار سال بعد دوسوسال یعنی ۱۲۰۰ سال بعد یہ نشانات ظاہر ہونگے اور وہی (یعنی تیرھویں صدی) زمانہ امام مہدی کے ظہور کا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا (ابوداؤد کتاب الملاحم باب ما یذکر فی قرن المائۃ)

یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ اس اُمت کیلئے ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث کرتا رہے گا۔

اس حدیث کی رو سے علماء اُمت یہ یقین رکھتے تھے کہ چودھویں صدی کے مجدد مہدی ہونگے۔ چنانچہ اہلحدیث عالم نواب صدیق حسن خان صاحب تیرہ صدیوں کے مجددین کی فہرست دینے کے بعد لکھتے ہیں۔

"چودھویں صدی شروع ہونے میں دس سال باقی ہیں اگر اس صدی میں مہدی اور عیسیٰ کا ظہور ہوجائے تو وہی چودھویں صدی کے مجدد ومجتہد ہونگے"۔

(ترجمہ از فارسی حجج الکرامہ صفحہ ۱۳۹ ازنواب صدیق حسن خان مطبع شاہ جہانی بھوپال مطبوعہ ۱۲۹۱ھ)

مسیح اور مہدی کا زمانہ اور بزرگان

صاحب کشف بزرگ حضرت نعمت اللہ ولی (۷۲۹ تا ۸۳۴ھ)

آپ نے اپنے مشہور فارسی قصیدہ میں آخری زمانہ کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ آپ نے لکھا:۔

غین ری سال چوں گزشت ازسال	بوالعجب کاروبار می بینم
مہدی وقت و عیسیٰ دوراں	ہر دو را شاہسوار می بینم

ترجمہ: جب غین رے یعنی ۱۲۰۰ سال گزر جائیں گے اس وقت مجھے عجیب وغریب واقعات ظاہر ہوتے نظر آتے ہیں۔ مہدی وقت اور عیسیٰ دوراں ہر دو کو میں شاہسوار ہوتے دیکھتا ہوں۔ (اربعین فی احوال المہدیین مرتبہ محمد اسماعیل شہید صفحہ ۲ و ۴ مطبوعہ ۱۲۶۸ھ)

واضح ہو کہ مسیح اور مہدی چودھویں صدی کے سر پر آنے والے ایک ہی موعود کے دو لقب ہیں جیسے فرمایا:

"لَا الْمَھْدِیُّ اِلَّا عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ" (ابن ماجہ کتاب الفتن باب شدۃ الزمان) یعنی مسیح ابن مریم کے علاوہ کوئی مہدی نہیں ہوگا۔

حضرت حافظ برخوردار صاحب (۹۸۵ تا ۱۰۹۳ھ)

پچھے یک ہزار دے گزرے ترے سو سال	حضرت مہدی ظاہر ہوسی کرسی عدل کمال

(قلمی نسخہ "انواع" صفحہ ۱۱۴ از حضرت حافظ برخوردار صاحب)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴ھ تا ۱۱۷۵ھ)

عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ جَلَّ جَلَالُہٗ اَنَّ الْقِیَامَۃَ قَدِ اقْتَرَبَتْ وَالْمَھْدِیُّ تَھَیَّا لِلْخُرُوْجِ (تفہیمات الالٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ تفہیم نمبر ۱۴۶ شاہ ولی اللہ اکیڈمی دہلی) ترجمہ: خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ قیامت قریب آ چکی ہے اور مہدی کا ظہور ہوا چاہتا ہے۔

پھر مولانا نواب صدیق حسن خان صاحب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں۔

''حضرت شاہ ولی اللہ نے امام مہدی علیہ السلام کی تاریخ ظہوری لفظ چراغ دین میں بیان فرمائی ہے جو کہ حروف ابجد کے لحاظ سے ایک ہزار دو سو اڑسٹھ ۱۲۶۸ھ ہے'' (حجج الکرامۃ فی آثار القیامہ صفحہ ۳۹۴ از نواب صدیق حسن خان مطبع شاہجہانی بھوپال)

حضرت شاہ عبدالعزیز (۱۱۵۹ھ تا ۱۲۳۹ھ)

''بعد بارہ سو ہجری کے حضرت مہدی کا انتظار چاہیئے اور شروع صدی میں حضرت کی پیدائش ہے''۔

(اربعین فی احوال المہدیین مرتبہ محمد اسماعیل شہید صفحہ آخر مطبوعہ ۱۲۶۸ھ)

الشیخ علی اصغر البروجروی (پیدائش ۱۲۳۱ھ)

''اندر صرغی اگر بمانی زندہ ملک وملک وملت ودین برگردد'' (نورالانوار از شیخ علی اصغر صفحہ 215 مطبوعہ ۱۳۲۸ھ)

کہ سال صرغی میں اگر زندہ رہا تو ملک وملک ودین میں ایک انقلاب آ جائے گا۔صرغی کے اعداد بحساب ابجد ۱۳۰۰ بنتے ہیں۔

مولانا نواب صدیق حسن خان (۱۲۴۸ھ تا ۱۳۰۷ھ)

''بعض مشائخ اور اہل علم کے نزدیک امام مہدی کا ظہور بارہ سو سال ہجری کے بعد ہوگا لیکن تیرہ سو سال سے تجاوز نہیں کرے گا''

(حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۴ مطبع شاہجہانی بھوپال مطبوعہ ۱۲۹۱ھ)

پھر لکھتے ہیں۔''اب مدت دَہ ماہ کی ختم تیرھویں صدی کو باقی ہے پھر ۱۳۰۱ھ اور ۱۸۸۴ء سے چودھویں صدی شروع ہوگی اور نزول عیسیٰؑ وظہور مہدی وخروج دجال اوّل صدی میں ہوگا۔'' (ترجمان وہابیہ صفحہ ۴۱۔۴۲ از نواب صدیق حسن خان مطبع محمدی لاہور ۱۳۱۲ھ)

ابوالخیر نواب نورالحسن خان: آپ نے ۱۳۰۱ھ میں لکھا: ''ظہور مہدیؑ کا شروع تیرھویں صدی پر ہونا چاہیئے تھا مگر یہ صدی پوری گئی مگر مہدی نہ آئے اب چودھویں صدی ہمارے سر پر آئی ہے۔۔۔شاید اللہ تعالیٰ اپنا فضل وعدل رحم وکرم فرمائے۔چار چھ برس کے اندر مہدی ظاہر ہو جاویں۔''

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲۲۱ز نواب نورالحسن خان مطبع مفید عام ۱۳۰۱ھ)

علامہ سید محمد عبدالحی لکھنوی

آپ نے ۱۳۰۱ھ میں لکھا: ''اب چودھویں صدی آ گئی ہے۔چھ ماہ گزر گئے ہیں۔اس صدی کا یہ پہلا سال ہے دیکھیئے کون سے طاق سال میں تشریف لاتے ہیں۔'' (حدیث الغاشیۃ عن الفتن الخالیہ والغاشیہ صفحہ ۳۵۰ مطبع سعید المطابع بنارس ۱۳۰۹ھ)

حضرت حکیم سید محمد حسن صاحب رئیس امروہہ

آپ نے ۱۳۰۶ھ میں لکھا: ''پس ان (امام مہدی) کی تشریف آوری اکیس سال بعد اس ۱۳۰۶ھ سے ہونے والی ہے۔واللہ اعلم بالصواب''

(کواکب درّیہ از حکیم سید محمد حسن صاحب رئیس امروہہ صفحہ ۱۵۵ مطبع سید المطابع امروہہ)

مولانا عبدالغفور مصنف ''النجم الثاقب''

آپ نے ۱۳۱۰ھ میں لکھا:۔''البتہ زمانہ بعثت مہدی کا یہی ہے''(النجم الثاقب حصہ دوم صفحہ ۲۳۳ ۱ابوالحسنات محمد عبدالغفور مطبوعہ پٹنہ)

خواجہ حسن نظامی (۱۲۹۶ھ تا ۱۳۷۴ھ)

''اس میں کوئی شک نہیں کہ جو آثار اور نشانات مقدس کتابوں میں مہدی آخرالزمان کیلئے بیان کئے گئے ہیں وہ آج کل ہم کو روز روشن کی طرح صاف نظر آرہے ہیں مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ زمانہ ظہور خیر البشر بعداز رسول حضرت محمد بن عبداللہ مہدی آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام قریب آگیا۔''

(کتاب الامر۔امام مہدی کے انصار اوران کے فرائض صفحہ ۱۳ از خواجہ حسن نظامی ۱۹۱۲ء)

انتظار کی ان گھڑیوں میں جب کہ امام مہدی کے ظہور کی تمام نشانیاں ظاہر ہو چکی تھیں۔حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی جماعت احمدیہ (۱۸۳۵ء تا ۱۹۰۸ء) نے یہ دعویٰ فرمایا کہ میں وہی مسیح ومہدی ہوں جس کے ظہور کی پیشگوئیاں قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں موجود ہیں اور بزرگان امت جس کا بڑی شدت کے ساتھ انتظار کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی سچائی کیلئے وہ عظیم الشان آسمانی نشان چاند سورج گرہن بھی ظاہر فرما دیا جسے آنحضرت ﷺ نے سچے مہدی کی نشانی قرار دیا تھا۔آپؐ نے فرمایا:۔

''ہمارے مہدی کی سچائی کے دونشان ہیں کہ جب سے زمین وآسمان پیدا ہوئے وہ کسی کی سچائی کیلئے اس طرح ظاہر نہیں ہوئے۔رمضان کے مہینے میں چاند کو (اس کی مقررہ تاریخوں میں سے) پہلی رات اور سورج کو (اس کی مقررہ تاریخوں میں سے) درمیانی تاریخ میں گرہن لگے گا اور جب سے اللہ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا یہ دونشان ظاہر نہیں ہوئے۔''(دارقطنی کتاب العیدین باب صفۃ صلوٰۃ الخسوف والکسوف)

چنانچہ عین چودھویں صدی کے سر پر چاند گرہن کیلئے مقرر تاریخوں (۱۳، ۱۴، ۱۵) میں سے پہلی رات یعنی تیرہ رمضان ۱۳۱۱ھ بمطابق ۲۳ مارچ ۱۸۹۴ء کو اور سورج گرہن کیلئے مقرر تاریخوں (۲۷، ۲۸، ۲۹) میں سے درمیانی تاریخ یعنی ۲۸ رمضان بمطابق ۶۔اپریل ۱۸۹۴ء کو گرہن لگا۔اور حضرت مرزا صاحب نے بڑی شان اور تحدی کے ساتھ اپنی سچائی میں اس نشان کو پیش کرتے ہوئے لکھا۔

''ان تیرہ سو برسوں میں بہتیرے لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر کسی کیلئے یہ آسمانی نشان ظاہر نہ ہوا۔۔۔۔مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے میری تصدیق کیلئے آسمان پر یہ نشان ظاہر کیا۔۔۔میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہو کر حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ اس نشان سے صدی کی تعیین ہوگئی ہے کیونکہ جب کہ یہ نشان چودھویں صدی میں ایک شخص کی تصدیق کیلئے ظہور میں آیا تو متعین ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ نے مہدی کے ظہور کیلئے چودھویں صدی ہی قرار دی تھی''۔(تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۴۲۔۱۴۳)اللھم صلِّ علی محمدٍ وبَارِك وسلم انك حمید مجید

امام مہدی کو ماننا ضروری ہے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی مامور اور امام آیا کرتے ہیں ان کو قبول کرنا اور ایمان لانا ضروری ہوتا ہے کیونکہ تمام برکتیں ان سے وابستہ کردی جاتی ہیں۔اوران کے بغیر ہر طرف تاریکی اور جہالت ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

''جو شخص (خدا کے مقرر کردہ) امام کو قبول کئے بغیر مر گیا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔''(مسند احمد بن حنبل جلد ۴، صفحہ ۹۶)

رسول اللہ ﷺ کی تاکیدی وصیت

''جب تم اسے دیکھو تو اس کی ضرور بیعت کرنا خواہ تمہیں برف کے تودوں پر گھٹنوں کے بل بھی جانا پڑے۔کیونکہ وہ خدا کے خلیفہ مہدی ہوگا۔''

(مستدرک حاکم کتاب الفتن والملاحم باب خروج المہدی)

آپ نے امام مہدی کی بیعت اور اطاعت کرنے کے متعلق تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔

''جس نے امام مہدی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

(بحارالانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۷)

پھر فرمایا۔''جس نے مہدی کو جھٹلایا اس نے کفر کیا''۔(حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۱) نیز (لوائح الانوار البھیمہ جلد ۲ صفحہ ۸۰)

سلام پہنچاؤ::حضور ﷺ نے اپنی امت کو ارشاد فرمایا کہ امام مہدی اور مسیح موعود کو میرا سلام پہنچانا۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

''تم میں سے جو کوئی عیسیٰ بن مریم کو پائے اسے میری طرف سے سلام پہنچائے۔''(الدرالمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۵)

اس بارہ میں حضور ﷺ کی خواہش اور تمنا غیر معمولی تھی۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

''میں امید رکھتا ہوں کہ اگر میری عمر لمبی ہوئی تو میں عیسیٰ بن مریم سے خود ملوں گا اور اگر مجھے موت آ گئی تو تم میں سے جو شخص بھی اس کو پائے اسے میری طرف سے سلام پہنچائے۔''(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

ایمان واجب ہے::ان تمام ارشادات سے نتیجہ نکالتے ہوئے علامہ اسفرائنی فرماتے ہیں۔

''ظہور مہدی پر ایمان واجب ہے جیسا کہ یہ امر علماء دین کے ہاں تسلیم شدہ ہے اور اہل سنۃ والجماعت کی کتب عقائد میں درج ہے۔''

(لوائح الانوار البھیمہ جلد ۲ صفحہ ۸۰)

بانی دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی:'ایک وقت آئے گا جب امام مہدی علیہ السلام بھی پیدا ہوں گے۔اور اس وقت جو ان کی اتباع نہ کرے گا اور امام پہچان کر ان کی پیروی نہ کرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔'(قاسم العلوم مع ترجمہ انوار النجوم صفحہ ۱۰۰)

بزرگان امت کی خواہش

یہی وجہ کہ صحابہ رسول اور بزرگان امت، رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچانے کے لئے بے قرار رہے اور اپنی نسلوں کو بھی نصیحت کرتے رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

''میری جان اس پر قربان ہو۔اے میرے بیٹو اس تنہا نہ چھوڑ دینا اور جلدی سے اس کے ساتھ ہو جانا۔' (شرح دیوان علی جلد ۲ صفحہ ۹۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عزیزوں کو نصیحت کی کہ اگر تمہارے زمانے میں عیسیٰ بن مریم آ جائیں تو انہیں کہنا کہ ابو ہریرہ آپ کو سلام کہتا ہے۔ (الدرالمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۵)

بارہویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

''اس فقیر کی بڑی آرزو ہے کہ اگر حضرت روح اللہ علیہ السلام کا زمانہ پاوے تو پہلا شخص جو سلام پہنچاوے وہ میں ہی ہوں۔اور اگر وہ زمانہ مجھے نہ ملے تو میری اولاد یا متبعین میں سے جو کوئی اس مبارک زمانہ کو پاوے وہ رسول اللہ ﷺ کے سلام پہنچانے کی بہت آرزو کرے کیونکہ ہم لشکر محمدیہ ﷺ کے آخری لشکر میں سے ہوں گے''۔(مجموعہ وصایا اربعہ صفحہ ۸۴)

مصنف اقتراب الساعۃ نورالحسن خان صاحب

حضرت ابوہریرہؓ کی اس نصیحت کو درج کر کے اپنی اولاد کو یہی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’تم میں سے جو کوئی عیسیٰ کو پاوے وہ ان سے میرا سلام کہے یہ خطاب ہے ساری امت کو۔ میں بھی ایک فرد اسی امت کا ہوں اگر میں نے ان کو پایا تو سب سے پہلے میں ہی انشاء اللہ سلام رسول ﷺ کا پہنچاؤں گا ورنہ میری اولاد میں سے جو کوئی ان کو پاوے بڑی حرص سے سلام نبوت کو ان تک پہنچا دے تاکہ پھر لشکر کتائب محمدیہ میں سے میں ہی ہوں یا میری اولاد ہوئے۔‘‘ (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۹۴)

حضرت مومن دہلوی

تیرھویں صدی کے مجدد شہید بالاکوٹ حضرت سید احمد شہید کے درباری شاعر حضرت مومن دہلوی نے دلی آرزو کا اظہار اس طرح کیا ہے:

زمانہ مہدی موعود کا پایا اگر مومن
تو سب سے پہلے تو کہیوں سلام پاک حضرت کا

مدعی موجود ہے

یہ وہ مبارک زمانہ ہے جس میں عین چودھویں صدی کے سر پر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی جماعت احمدیہ نے یہ دعویٰ فرمایا کہ میں ہی امام مہدی اور مسیح موعود ہوں۔ اور آپ کے حق میں خدا نے بڑے بڑے نشان دکھائے اور سابقہ کتب میں درج پیشگوئیاں پوری کیں۔ پس آپ کے دعویٰ ہر مسلمان کے لئے قابل توجہ ہے اگر آپ واقعتاً وہی امام مہدی ہیں جن کا تمام امت مسلمہ انتظار کر رہی ہے تو آپ کو قبول کرنا اور ایمان لانا ضروری ہے ورنہ آپ خدا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ پس سوچیں، غور کریں۔ اپنے خدا سے پوچھیں اور جب شرح صدر ہو جائے تو اس کو رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچا کر جماعت احمدیہ میں داخل ہو جائیں۔

(باقی ـــــــــــــــ)

خلافت

مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا صاحب

خلافت باعثِ تخلیقِ انساں — خلافت مظہرِ اسرارِ پنہاں
خلافت سرِ تکوینِ دو عالم — خلافت مہرِ داؤدؑ و سلیماںؑ
خلافت وحدتِ اعضاءِ ملت — خلافت جامعِ قلبِ پریشاں
خلافت زینتِ محراب و منبر — خلافت آلۂ تقدیرِ رحماں
خلافت کاسرِ کسریٰ و قیصر — خلافت قاطعِ گردن فرازاں
خلافت جامعِ اجزاءِ قرآں — خلافت کاشفِ اسرارِ فرقاں
خلافت مَرحصا......عاجزاں را — خلافت دستگیرِ زیردستاں
خلافت ملجاءِ ہر بیوہ و پیر — خلافت مأمنِ ژولیدہ حالاں
خلافت معہدِ رشد و ہدایت — خلافت مکتبِ تہذیبِ انساں
خلافت موردِ الہامِ یزداں — خلافت آتشِ سوزانِ شیطاں
خلافت مرکبِ ہر سالک راہ — خلافت بار بر خناس طبعاں
خلافت حاملِ نورِ نبوت — خلافت قدرتِ ثانی رحماں
خلافت نخبۂ اخیارِ ملت — خلافت مہرِ استخلافِ یزداں
خلافت تابعشِ مردِ مسلماں — خلافت منکرش مردودِ دواں
خلافت صاعقہ بر رأس شیطاں — خلافت زلزلہ بر کفر و عصیاں
خلافت حاملِ نورِ نبوت — خلافت زینۂ ایمان و عرفاں
خلافت باردارِ نورِ محمود — ردمائے میرزا بردوشِ محمود
الا اے منکرِ شانِ خلافت — ہم از نورِ نمایانِ خلافت
کرامت گرچہ بے نام و نشان ست — بیا بنگر زغلمانِ خلافت
کجائیند منکرینِ آلِ احمدؑ — کہ تا بینند اخوانِ خلافت
مزق گشت تار و پودِ ایشاں — و لے تازہ گلستانِ خلافت
صدائے احمدی پائندہ باد — خلافت تا قیامت زندہ باد

(الفرقان جولائی 1958ء)

احمدیوں کے عقائد کے بارے میں چند جھوٹے دعوے اور ان کے جواب

جمیل احمد بٹ

29 اپریل 2026ء کو لندن میں ہونے والے مباحثہ میں دو مخالف یوٹیوبرز نے جو ہوائی مقدمہ پیش کئے انہیں ہمارے مربیان کرام نے انتہائی عمدگی اور ان کے بڑوں کی تحریروں سے انہی پر الٹ دیا۔ ویڈیو دیکھنے والوں پر مخالفین کے دلائل سے تہی دعوے اور صرف بلند آواز اور تکرار سے ان میں زور پیدا کرنے کی کوشش خوب ظاہر ہوئی اور ہو رہی ہے۔ اس کے باوجود مخالفین کی طرف سے اس کھلی ہار کو کامیابی شمار کرنے کی مزید جھوٹ پر مبنی بہت سی ویڈیوز یوٹیوب پر لگائی گئی ہیں اور ہارنے والوں کی مدح سرائی کی گئی ہے۔ ایک خوش فہم نے تو ترنگ میں اس مباحثہ کو احمدیوں کے زوال کا آغاز بھی کہہ دیا۔
مباحثہ کے پہلے مقدمہ میں مخالف یوٹیوبر نے جماعتی تحریرات کو توڑ مروڑ کر 12 جھوٹے اور خیالی عقائد جماعت سے منسوب کئے۔ ان کو دوہرا کر ان کا بطلان اس مضمون کا موضوع ہے۔

پہلا جھوٹا دعویٰ۔ احمدی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفی حضور ﷺ دنیا میں دو بار تشریف لائے ایک دفعہ محمد عربی ﷺ اور دوسری بار حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی شکل میں۔

جواب: احمدی عقیدہ کے اس بیان میں بظاہر فساد کی غرض سے یہ دو بنیادی باتیں شامل نہیں کی گئیں کہ

1۔ اس احمدی عقیدہ کی بنیاد قرآن کریم کی پیش خبری ہے اور آنحضرت ﷺ کی دوبارہ بعثت بطور ظل اور بروز کے ہے نہ کہ آپ ﷺ کے بنفسِ نفیس یا کسی دوسرے فرد کی شکل میں دوبارہ آنے کی خبر۔ اس لئے بیان کردہ یہ دعویٰ محض ایک جھوٹا تاثر دینے کے لئے ہے۔

آنحضرت ﷺ کی دو بعثتیں قرآن میں مذکور ہیں: درج ذیل آیات کے مطابق آنحضرت ﷺ کی دو بعثتیں ہیں:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (جمعہ 3:62) ترجمہ: وہی ہے جس نے امیین میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا۔

پھر اگلی آیت میں فرمایا: وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (جمعہ 4:62)

ترجمہ: اور انہیں میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے۔

یعنی اوّل بعثت اُمّیین میں اور دوسری آخرین میں۔

حدیث سے وضاحت: یہ دوسری بعثت جن آخرین میں ہونی تھی ان کی نشان دہی صحیح بخاری کی درج ذیل اس حدیث سے ہو جاتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے انہیں حضرت سلمان فارسیؓ کے قوم سے قرار دیا:

وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَدَہٗ عَلٰی سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ ھٰؤُلَاءِ

(صحیح بخاری، باب تفسیر القرآن زیر آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم۔۔۔جلد 3، صفحہ 1560 مکتبہ العصریہ بیروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ سلمان فارسیؓ کے کندھے پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا جائے گا تو ان میں سے ایک شخص یا چند اشخاص اُسے دوبارہ قائم کردیں گے۔

مسیح موعود کے بروز ہونے کی حقیقت: حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے ایک ارشاد میں مسیح موعود کے بروز ہونے کی حقیقت کو یوں واضح کیا ہے۔

فرمایا يَزْعُمِ الْعَامَّةِ اَنَّهُ اِذَا نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ كَانَ وَاحِدًا مِنَ الْاُمَّةِ كَلَّا بَلْ هُوَ شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِيِّ وَ نُسْخَةٌ مُنْتَسِخَةٌ مِنْهُ۔ (الخیر الکثیر از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ صفحہ نمبر 72 مطبوعہ بجنور)

ترجمہ: عوام کا خیال ہے کہ مسیح جب زمین کی طرف نازل ہوگا تو صرف ایک امتی ہوگا۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسمِ جامعِ محمدیؐ کی پوری تشریح ہوگا اور اس کا دوسرا نسخہ (True Copy) ہوگا۔

ظل اور بروز اسلامی تصور ہے: بزرگانِ سلف کے بہت سے ارشاد ایسے موجود ہیں جو ظل اور بروز کے تصور کے عین اسلامی ہونے کی تائید کرتے ہیں ۔ان میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بھی شامل ہیں جن کا ارشاد ہے:

انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکسِ محمدیؐ ہے۔'' (تحذیر الناس از مولانا محمد قاسم نانوتویؒ صفحہ نمبر 53 مطبوعہ مکتبہ قاسم العلوم کورنگی کراچی)

یہ تحریر ماضی اور مستقبل دونوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور ظل اور بروز کے تخیّل کے اسلامی ہونے پر کافی دلیل ہے۔

بروزی بعثت کی پہلی مثال: یہ سنت الٰہی پہلے بھی ظاہر ہوئی ہے کہ ایک نبی کی دوبارہ آمد کی خبر دوسرے وجود کے ذریعہ پوری ہوئی ہے۔ جیسا کہ بائبل میں حضرت ایلیاؑ کے آسمان پر جانے اور دوبارہ آنے کی درج ذیل خبریں دی گئیں: ''ایلیا بگولے میں آسمان پر چلا گیا۔'' (2 سلاطین 11:2)

''دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیا نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔'' (ملاکی 5:4)

لیکن یہ خبر بجائے حضرت ایلیا کے دوبارہ آنے کے، حضرت یوحنا (یحییٰؑ) کے ذریعہ پوری ہوئی اور حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا:

''میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیا تو آچکا اور انہوں نے اسے نہیں پہچانا۔'' (متی 12:17۔13)

ظل اور بروز کی حقیقت: ظل اور بروز، صاحبِ بروز کی پوری تصویر ہوتا ہے اور اس کے تمام کمالات بروز میں منعکس ہوتے ہیں اور کوئی دوئی باقی نہیں رہتی۔ تب بھی وہ ظل اور بروز ہی ہوتا ہے اور اصل، اصل ہی رہتا ہے۔ ماضی سے اس کی مثال دیتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

''جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا یشوعا بروز تھا۔'' (ایک غلطی کا ازالہ تحریر فرمودہ 1901ء روحانی خزائن جلد 18 صفحہ نمبر 212 ایڈیشن 2008ء)

حضرت یشوعا، حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ ضرور تھے لیکن حضرت موسیٰؑ ان سے کہیں زیادہ صاحبِ فضیلت اور صاحبِ شریعت نبی تھے اور دونوں ہرگز ہم مرتبہ نہ تھے یوں بروز صاحبِ بروز کے زیادہ سے زیادہ ایک لائق شاگرد کا درجہ رکھتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ اس پیشگوئی کے بروزی اور ظلی مصداق ہیں: حضرت مسیح موعودؑ نے اس پیشگوئی کا ذکر فرمایا اور خود کو بروزی اور ظلی طور پر ہی اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بروزی آمد کی پہلے ہی سے پیشگوئی ہو چکی تھی اور اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ (جمعہ:4) میں یہ وعدہ کیا گیا تھا۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 41 پانچ جلد)

’’پس مہدی کے متعلق جو کہا گیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے نام پر آئے گا اس سے یہی مراد ہے کہ وہ ظلی اور بروزی طور پر آنحضرت ﷺ کا مظہر ہوگا۔‘‘ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 472 پانچ جلد)

’’اور آیت اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ۔۔۔ جو شخص اس جماعت کا امام ہے وہ ظلی طور پر آنحضرت ﷺ سے مشابہت رکھتا ہے جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ نے مہدی موعود کی صفت فرمائی کہ وہ آپ سے مشابہ ہوگا۔‘‘ (ایام الصلح صفحہ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 307)

’’چونکہ آنحضرت ﷺ کا حسب آیت وَ اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ دوبارہ تشریف لانا بجز صورت بروز غیر ممکن تھا اس لئے آنحضرت ﷺ کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردیٔ خلائق میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا۔ (تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 267)

’’مَیں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلّیتِ کاملہ کے۔ مَیں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔‘‘ (نزول المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ نمبر 381 حاشیہ ایڈیشن 2008)

’’مَیں خدا کا ظلّی اور بروزی طور پر نبی ہوں۔‘‘ (تحفۃ الندوہ، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ نمبر 95 ایڈیشن 2008)

’’آنحضرت ﷺ کے نام کا مَیں مظہرِ اتم ہوں یعنی ظلّی طور پر محمدؐ اور احمدؐ ہوں۔‘‘ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 76 حاشیہ ایڈیشن 2008ء)

’’میری نبوت آنحضرت ﷺ کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت۔‘‘ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 154 حاشیہ ایڈیشن 2008ء)

دوسرا جھوٹا دعویٰ۔ احمدی عقیدہ میں روحانی طور پر حضرت محمد ﷺ کا نام، کام، مقام اور مرتبہ ویسا ہی تھا جیسا مرزا غلام احمد کا نام، کام، مقام اور مرتبہ

جواب: یہ دعویٰ محض جھوٹ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ احمدی عقیدہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا مقام اور مرتبہ آنحضرت ﷺ کے ایک امتی، خادم، تابع، اور مطیع کا ہے کہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے مقام خاتم النبیین کے تابع اپنے مقام نبوت کو تکرار سے آنحضرت ﷺ کی برکات کا ظل اور اپنے آپ کو ایک کامل مطیع اور فرماں بردار امتی ہونے کے ناطے آنحضرت ﷺ کا بروز کہا۔ اپنے اوپر ان تمام انعاماتِ الٰہیہ کو آپ نے صرف اور صرف اپنے آقا و مطاع آنحضرت ﷺ کا فیضان جانا۔ اور ایسا ہی کرنے کی آپ نے ہم احمدیوں کو تعلیم دی ہے۔ آپ کی ایسی چند تحریرات درج ذیل ہیں۔

1۔ ’’یہ بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہئے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ مَیں باوجود نبی اور رسول کے لفظ سے پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلاواسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شاملِ حال ہے یعنی محمد مصطفی ﷺ۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ نمبر 211 ایڈیشن 2008ء)

2۔ ’’تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی ﷺ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔‘‘ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ نمبر 13۔14 ایڈیشن 2008ء)

3۔ ’’یہ شرف مجھے محض آنحضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر مَیں آنحضرت ﷺ کی امّت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے

پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں کبھی یہ شرف مکالمہ ومخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔''

(تجلیاتِ الٰہیہ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 411۔412 ایڈیشن 2008ء)

4۔''اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امّتی ہو۔ پس اسی بناء پر مَیں امّتی بھی ہوں اور نبی بھی۔'' (تجلیاتِ الٰہیہ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 412 ایڈیشن 2008ء)

5۔ ے وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے ۔(قادیان کے آریہ اور ہم روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 456 ایڈیشن 2008)

6۔''مَیں خدا کی کتاب میں عیسیٰ بن مریم کہلایا۔ چونکہ مریم ایک امتی فرد ہے اور عیسیٰ ایک نبی ہے۔ پس میرا نام مریم اور عیسیٰ رکھنے سے یہ ظاہر کیا گیا کہ مَیں امّتی بھی ہوں اور نبی بھی۔ مگر وہ نبی جو اتباع کی برکت سے ظلّی طور پر خدا تعالیٰ کے نزدیک نبی ہے۔''

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ نمبر 361 ایڈیشن 2008)

7۔''مَیں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 64 ایڈیشن 2008ء)

8۔''خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امّتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 99۔100 حاشیہ ایڈیشن 2008ء)

9۔''صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امّتی۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 154 ایڈیشن 2008ء)

10۔''خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت ﷺ کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اس لئے مَیں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امّتی۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 154 حاشیہ ایڈیشن 2008ء)

11۔''مَیں نبی بھی ہوں اور امّتی بھی تا کہ ہمارے سید و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح امّتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ نمبر 726 نیا ایڈیشن)

تیسرا جھوٹا دعویٰ۔ احمدی عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب بعینہٖ محمد ہیں۔ بعینہٖ غیر کا الٹ ہے۔ یعنی حضرت محمد اور مرزا صاحب دو علیحدہ انسان اور وجود نہیں ہیں بلکہ ایک ہی وجود ہیں۔

جواب: احمدی عقیدہ کا یہ بیان محض جھوٹ ہے۔

لفظ بعینہٖ کے معنی ہیں۔ ہو بہو، بالکل ویسا ہی۔ اگر دو افراد کو باہم ہو بہو اور بالکل ایک جیسا کہا جائے تو ان کے دو علیحدہ وجود ہونے کا تشخص ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وہ دو علیحدہ انسان ہی رہتے ہیں اور ایک وجود نہیں ہو جاتے۔ اس لئے اس حضرت مسیح موعودؑ کو بعینہٖ آنحضرت ﷺ کہے جانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ یہ دونوں وجود واقعتاً ایک ہی ہیں۔

دوسرا جواب: پھر اس جھوٹے بیان میں اس حقیقت کو چھپا لیا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے لئے بعینہٖ محمد رسول اللہ کے الفاظ کا استعمال محض بروزی طور پر ہے اور وہ بھی درجہ کے انتہائی فرق کے ساتھ کہ ایک استاد اور دوسرا شاگرد۔ جیسا کہ اوپر درج تحریروں سے خوب ظاہر ہے۔

تیسرا جواب: حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے فنافی الرسول ہونے کا یہ اظہار ویسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ (فتح 48: 11)

ترجمہ: وہ لوگ جو تری بیعت کرتے ہیں وہ صرف اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ہے۔

وَ مَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (انفال 8: 18) ترجمہ: اور جب تو نے پتھر پھینکے تھے تو تُو نے نہیں پھینکے تھے بلکہ اللہ نے پھینکے تھے۔

آنحضرت ﷺ کو یوں اللہ کہا جانا بصورتِ بروز ہی ہے اور کوئی اشتباہ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ بروز تمام تر اشتراک کے باوجود ایک دوسرا وجود ہی رہتا ہے اور دونوں ایک نہیں ہوسکتے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے انہی معنوں میں خود کو بروزی طور پر آنحضرت ﷺ کا عین کہا ہے۔

چوتھا جھوٹا دعویٰ۔ احمدی عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب کے ساتھی حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ساتھی اور صحابی ہیں۔

جواب: یہ دعویٰ جھوٹ ہے کیونکہ احمدیوں کا ایسا کوئی عقیدہ نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ فرمانا کہ ''صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا''

اور احمدیوں کا حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء کو اصحاب کہنا درج ذیل احادیث کے تحت ہے۔

1۔ صحیح مسلم کی وہ مشہور حدیث جس میں آنے والے مسیح موعود کو چار بار نبی اللہ کہا گیا وہیں آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود کے رفقاء کے لئے چار مرتبہ لفظ اصحابہ استعمال فرمایا ہے۔

2۔ انہ سیکون فی اجر ھذہ الامۃ قوم لھم مثل اجر اولھم یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و یقاتلون اھل الفتن (مشکوٰۃ) ترجمہ: اس امت کے آخری حصہ میں ایک قوم ہوگی جنہیں صحابہ کا سا اجر و ثواب ملے گا۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے فتنے والوں کا مقابلہ کریں گے۔

پانچواں جھوٹا دعویٰ۔ احمدی عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب کی اہلیہ ویسی ہی ام المومنین ہیں جس طرح آنحضرت ﷺ کی ازواج امہات المومنین ہیں۔

جواب: یہ دعویٰ جھوٹ ہے کیونکہ احمدیوں کا ایسا کوئی عقیدہ نہیں۔ احمدی جب حضرت مسیح موعودؑ کی زوجہ مطہرہ کو ام المومنین کہتے ہیں تو جیسا کہ ظاہر ہے اس سے ان کی مراد ''سب احمدیوں کی ماں'' ہوتا ہے۔ نہ کہ کچھ اور۔

احمدیوں کے لئے یہ خاتون مقدس اس مقام کی اس لئے بھی حق دار تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام الہام میں انہیں صفاتی طور پر ام المومنین حضرت خدیجہؓ سے مشابہ قرار دیا تھا۔

ضمناً یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ گزشتہ بزرگان اور افراد سے متعلق خواتین کو بھی ام المومنین کہا جاتا رہا ہے جیسے

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی والدہ محترمہ (گلدستہ کرامات) حضرت خواجہ جمال الدین ہانسویؒ کی اہلیہ(اشارات فریدی حصہ اول)

حضرت خواجہ جمال الدین ہانسویؒ کی خادمہ(سیرۃ الاولیا از سید محمد بن مبارک کرمانی)

مہدی سوڈانی کی اہلیہ(المھدیۃ فی الاسلام از سعد محمد حسن)

چھٹا جھوٹا دعویٰ۔احمدی عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب کا چہرہ دیکھنا حضرت محمد ﷺ کا چہرہ دیکھنے کے برابر ہے۔

جواب: یہ دعویٰ جھوٹ ہے کیونکہ احمدیوں کا ایسا کوئی عقیدہ نہیں۔احمدیوں کا عقیدہ وہی ہے جو خود حضرت مسیح موعودؑ نے بتکرار بیان فرمایا اور جس کے کچھ حوالے اوپر درج ہوئے ہیں۔جن کے مطابق آپ آنحضرت ﷺ کے امتی،غلام اور شاگرد ہیں۔حضرت مسیح موعودؑ کی بروزی بعثت کے تناظر میں ایک احمدی کا بظاہر اس سے زائد شاعرانہ اظہار محض ایک انفرادی رائے ہے اور اسے احمدیوں کا عقیدہ قرار دینا صریح جھوٹ اور بددیانتی ہے۔پھر جس نظم میں یہ شعر لکھا گیا اس کا اختتام بھی درج ذیل شعر پر ہوتا ہے جس میں خود آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کے آقا و غلام ہونے کے احمدی مسلک کا اعلان ہے کہ ؎ غلام احمدِ مختار ہو کر یہ مرتبہ تو نے پایا ہے جہاں میں

ساتواں جھوٹا دعویٰ۔احمدی عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب کے قدموں میں دفن ہونا ایسا ہی ہے جیسا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کا آنحضرت ﷺ کے قدموں میں دفن ہونا۔

جواب: یہ دعویٰ جھوٹ ہے کیونکہ احمدیوں کا ایسا کوئی عقیدہ نہیں۔حضرت مسیح موعودؑ کی بروزی بعثت کے تناظر میں اگر کسی احمدی نے ایسا کوئی اظہار کیا بھی ہے تو یہ محض ایک انفرادی رائے ہے اور اسے احمدیوں کا عقیدہ قرار دینا صریح جھوٹ اور بددیانتی ہے۔

آٹھواں جھوٹا دعویٰ۔احمدی عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب کی شکل میں دوسری آمد حضرت محمد عربی کی شکل میں پہلی آمد سے بڑھ کر ہے۔اگر پہلی آمد ہلال تھی تو دوسری بدر کامل ہے۔

جواب: یہ دعویٰ جھوٹ ہے کیونکہ احمدیوں کا ایسا کوئی عقیدہ نہیں۔حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا۔آپ کے جن الفاظ پر اس جھوٹ کی بنیاد ہے وہ یہ ہیں:

''اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ انجام کار آخر زمانہ میں بدر ہو جائے۔''(خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 275)

یعنی یہ آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کا نہیں بلکہ اسلام کا ہلال سے بدر ہونے کا ذکر ہے۔دین کے بالآخر غلبہ کی خبر قرآن کریم میں مذکور ہے۔اور بزرگان سلف نے اس غلبہ کو مسیح موعود کے ہاتھوں مقدر ہونا بیان کیا ہے۔یہ حقائق سب کو مسلم ہیں۔حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے دین کی تکمیلِ اشاعت کی اس نوید کو بیان کرنے کے لئے ہلال اور بدر سے مثال دی ہے۔تو اس پر اعتراض کیسا؟

دوسرا جواب: بالفرض اگر ہلال اور بدر سے پہلی اور دوسری آمد مراد لینے پر بے جا اصرار کیا جائے تو بھی یہ قابل اعتراض نہیں کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ تو آنحضرت ﷺ کو سورج اور بعد والوں کو بدر جانتے تھے جیسا کہ فرمایا:

؎ وان رسول اللہ شمس منیرۃ وبعد رسول اللہ بدر و کوکب

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ تو یقیناً روشنی دینے والے سورج ہیں اور آپ کے بعد تو بدر اور کوکب کا زمانہ ہے۔ (کرامت الصادقین روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 103)

نواں جھوٹا دعویٰ ۔احمدی عقیدہ میں یہ بھی مانا جاتا ہے کہ مرزا صاحب حضرت محمد مصطفی ﷺ پر دماغی صلاحیتوں اور خاصیتوں کے اظہار میں فضیلت رکھتے ہیں۔

جواب: یہ دعویٰ جھوٹ ہے کیونکہ احمدیوں کا ایسا کوئی عقیدہ نہیں۔حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا

ایک احمدی ڈاکٹر صاحب کی جس ذاتی رائے پر اس جھوٹ کی بنیاد ہے اس کی خود حضرت مصلح موعودؓ نے تردید فرمادی تھی۔

(ملاحظہ ہو اخبار الفضل قادیان 19 اگست 1934ء صفحہ 5۔)

جواب دوم ۔حضرت مسیح موعودؑ نے کبھی آنحضرت ﷺ کی برابری یا فضیلت کی بات نہیں کی بلکہ ہمیشہ آپ ﷺ کی بڑی شان بیان فرمائی ہے اور انہیں اوّلین وآخرین میں سب سے بہتر اور اپنا سردار کہتے ہوئے یہی فرمایا ہے کہ

i۔ وَلَمَّا كَانَ شَأْنُ الْمَسِيحِ الْمُحَمَّدِيِّ كَذَالِكَ فَمَا اَكْبَرُ شَانِ نَبِيٍّ هُوَمِنْ نَبِيِّ اُمَّتِهِ

(خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ نمبر 11 ایڈیشن 2008ء)

ترجمہ: جب مسیحِ محمدی کی یہ شان ہے تو اس نبی ﷺ کی شان کتنی بلند ہوگی جس کی امت کا یہ ایک فرد ہے۔

ii۔''آنحضرت ﷺ خیر الاوّلین والآخرین ہیں۔'' (خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ نمبر 23 حاشیہ ایڈیشن 2008)

iii۔''میری رحمت میرے سردار احمد کی طرح جوش میں ہے۔'' (خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ نمبر 62 ایڈیشن 2008ء)

جواب سوم۔خادمانہ حیثیت: حضرت مسیح موعودؑ آنحضرت ﷺ کے کامل مطیع اور فرمانبردار تھے آپ نے اپنے آپ کو ہمیشہ آنحضور ﷺ کا غلام سمجھا اور اپنی اس خادمانہ حیثیت کا بار بار برملا اظہار کیا ہے اور ہر برکت اور فیض کو اپنے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے جو کسی بھی ایسے الزام کے لئے کوئی امکان نہیں چھوڑتے کہ نعوذ باللہ آپ نے اپنے آپ کو کہیں آنحضرت ﷺ سے برابری کا سوچا بھی ہو کجا یہ کہ بہتر ہونے کا۔ ایسی چار تحریرات درج ذیل ہیں:

i۔ ؎ اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی مَیں ہوا ہوں وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 456)

ii۔ ایں چشمہ رواں کہ بخلقِ خدا دہم یک قطرہ زبحرِ کمالِ محمدؐ است (اشتہار 20 فروری 1886 بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 93 نیا ایڈیشن
)

ترجمہ : یہ دریائے رواں جو مَیں مخلوقِ خدا کو دے رہا ہوں۔ یہ محمدؐ کے کمالات کے سمندر میں سے ایک قطرہ ہے

iii۔ ’’میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو مَیں نے جو کچھ پایا۔ اس پیروی سے پایا اور مَیں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 64۔65 ایڈیشن 2008ء)

iv۔ ’’وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ انسان نہیں بلکہ ذرّیتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محرومِ ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافرِ نعمت ہوں اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحیدِ حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 119 ایڈیشن 2008ء)

دسواں جھوٹا دعویٰ۔ احمدی عقیدہ میں یہ بھی مانا جاتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو وہ ذرائع میسر نہ تھے جس سے اسلام کو تمام عالم میں پھیلایا جا سکے۔ اگرچہ ان کی ذمہ داری دونوں کی ادائیگی تھی۔ اور انہیں ان کی اپنی زندگی میں تکمیل کرنی تھی۔ لیکن انہیں اپنی زندگی میں اس کی تکمیل کا موقع نہ ملا اور یہ دوسری بعثت میں ہونا مقدر تھا۔

جواب: پیش کردہ الفاظ میں یہ دعویٰ جھوٹ ہے کیونکہ احمدیوں کا یہ عقیدہ نہیں۔ بلکہ وہ مانتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں آنحضرت ﷺ کی بعثت کی یہ غرض ہی یہ قرار دی گئی ہے کہ:

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (توبہ 33:9)، (فتح 29:48)، (صف 10:61) ترجمہ: وہ اسے (اسلام کو) تمام ادیان پر غالب کر دے۔

تاہم یہ غلبہ مسیح موعود کے ذریعہ ہونا تھا جیسا کہ گزشتہ بزرگانِ امت کی درج ذیل تحریروں سے ظاہر ہے۔

i۔ حضرت امام فخر الدین رازیؒ نے ان آیات میں سے ایک کی تفسیر میں لکھا ہے:

رُوِيَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ، هٰذَا وَعْدٌ مِّنَ اللّٰهِ بِاَنَّهٗ تَعَالٰى يَجْعَلُ الْاِسْلَامَ عَالِيًا عَلٰى جَمِيْعِ الْاَدْيَانِ وَتَمَامُ هٰذَا اِنَّمَا يَحْصُلُ عِنْدَ خُرُوْجِ عِيْسٰى وَقَالَ السُّدِّيُّ ذٰلِكَ عِنْدَ خُرُوْجِ الْمَهْدِيِّ

(تفسیر رازی جز نمبر 16 تفسیر سورۃ توبہ صفحہ نمبر 40 زیرِ آیت ھذا عنوان الوجہ الثانی بحوالہ راہِ ھدیٰ از ایم کے خالد صفحہ 113 مطبوعہ اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اس آیت میں وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام دینوں پر اسلام کو غالب کر دے گا اور اس وعدہ کی تکمیل مسیح موعود کے وقت میں ہوگی اور سدی کہتے ہیں کہ یہ وعدہ مہدی موعود کے زمانہ میں ہوگا۔

ii۔ تفسیر قرطبی میں بھی ایسا ہی لکھا ہے:

قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَالضَّحَّاكُ هٰذَا عِنْدَ نُزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ السُّدِّيُّ ذَاكَ عِنْدَ خُرُوْجِ الْمَهْدِيِّ

(تفسیر قرطبی جز ونمبر 8 سورۃ توبہ زیر آیت ھذا صفحہ 121 بحوالہ راہِ ھدیٰ از ایم کے خالد صفحہ نمبر 113 مطبوعہ اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ اور ضحاک کہتے ہیں کہ یہ وعدہ نزول مسیح کے وقت پورا ہوگا اور سدّی کہتے ہیں کہ ظہور مہدی پر یہ وعدہ پورا ہوگا۔

iii۔اسی طرح علامہ محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں سورۃ توبہ اور سورۃ فتح ہر دو کی تفسیر میں اس وعدہ کی تکمیل مسیح موعود کے زمانہ میں بتاتے ہوئے لکھا ہے: وَقِیْلَ اَنَّ تَمَامَ ھٰذَا اِلَّا عَلَاءِ عِنْدَ نُزُوْلِ عِیْسٰی

(روح المعانی جز و نمبر 26 سورۃ الفتح صفحہ نمبر 116 زیرِ آیت ھذا بحوالہ راہِ ھدیٰ از ایم کے خالد صفحہ نمبر 112 مطبوعہ اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ)

ان سے ظاہر ہے کہ یہ بزرگ مفسرین اس امر کے قائل رہے ہیں کہ یہ وعدہ مسیح موعود کے زمانے میں پورا ہونا تھا۔ پس حضرت مسیح موعودؑ فنا فی الرسول ظل اور بروز کے طور پر اس پیش گوئی کے مصداق ہوئے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ کی دوسری بعثت تکمیلِ اشاعتِ دین کی غرض سے مقدر تھی۔ اس سبب اس کے لئے درکار روحانی تجلیات جو حضرت مسیح موعودؑ پر ہوئیں اصل میں آنحضرت ﷺ کی روحانی فیض رسانی کا کرشمہ ہی تھیں کہ شاگرد نے جو پایا اُستاد کی دولت ہے۔

دوسرا جواب: اس مضمون کی ایک ممکنہ مثال آنحضرت ﷺ کی حضرت انس بن مالکؓ سے مروی یہ حدیث ہے کہ

ترجمہ: میری امت کی مثال اس بارش کی طرح ہے کہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا دوسرا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ثالث صفحہ 130)

گویا پہلا اور آخری دونوں دَور حضرت محمد ﷺ کی برکتوں والی بارش ہی ہوگی۔ پس آخری دور میں آپ ﷺ کے غلاموں کے ہاتھوں غلبۂ دین کا سہرا آپ ﷺ کے سر ہی ہوگا۔

اسی مضمون کی طرف حضرت مسیح موعودؑ کے درج ذیل الہام میں اشارہ لگتا ہے۔

’بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتادؔ۔ (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 623)

ترجمہ: چل کہ تیرا وقت نزدیک آ گیا ہے اور اب محمدیوں کے قدم ایک بلند تر مینار پر پڑیں گے۔

یعنی اب مسیح موعود کے ذریعہ حضرت محمد ﷺ کا بلند تر مقام دنیا میں ظاہر ہوتا چلا جائے گا۔

گیارھواں جھوٹا دعویٰ۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے دوسری آمد کا یہ نظریہ مرزا صاحب سے پہلے کسی نے پیش نہیں کیا۔

جواب: یہ دعویٰ بالکل جھوٹ اور خلافِ واقعہ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی دو بعثتوں کا عقیدہ نیا نہیں ہے۔ پہلے بزرگ بھی یہ بیان کرتے رہے ہیں جیسے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (بحوالہ کتب حجۃ البالغہ تفہیمات الٰہیہ اور الخیر الکثیر)

حضرت امام عبدالرزاق کاشانیؒ (بحوالہ شرح فصوص الحکم) حضرت شیخ محمد اکبر صابری (بحوالہ اقتباس الانوار)

حضرت سید عبدالکریم جیلانیؒ (بحوالہ انسان کامل) حضرت خواجہ غلام فریدؒ (اشارات فریدی حصہ دوم)

اس زمانہ میں قاری محمد طیب صاحب خلف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے (بحوالہ تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام)

ان میں سے بطور مثال حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی ایک تحریر درج ذیل ہے:

اَعۡظَمُ الۡاَنۡبِیَاءِ شَأۡنًامَنۡ لَہٗ نَوۡعٌ آخَرُ مِنَ الۡبَعۡثِ اَیۡضًا...فیکون بعثہ یتناول بعثا اخر

(حجۃ اللہ البالغہ از حضرت شاہ ولی محدث دہلویؒ جلد اوّل صفحہ نمبر 83 باب حقیقۃ النبوۃ وخواصھا مطبوعہ مصر 1284ھ)

ترجمہ: شان میں سب سے بڑا نبی وہ ہے جس کی ایک دوسری قسم کی بعثت بھی ہوگی۔۔لہٰذا اس نبی کی پہلی بعثت دوسری بعثت کو بھی لئے ہوئے ہوگی۔

بارھواں جھوٹا دعویٰ۔احمدی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی روحانیت میں دوسری آمد پہلی کے مقابلے میں زیادہ اشد اقویٰ اور مضبوط ہے۔

جواب: اول: یہ دعویٰ جھوٹ ہے کیونکہ احمدیوں کا ایسا کوئی عقیدہ نہیں۔حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا۔آپ کے جن الفاظ پر اس جھوٹ کی بنیاد ہے وہ یہ ہیں:''آنخضرت ﷺ کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے۔''

(خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 271۔272)

یہ صرف آنخضرت ﷺ کی روحانیت اور بعد کے ہزار میں اس کے بہتر ہونے کا ذکر ہے۔یہ وہی مضمون ہے جسے قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ وللآخرۃ خیر الك من الاولیٰ(ضحیٰ 93:5) ترجمہ: تیرا آخر تیرے اول سے بہتر ہوگا۔

دوسرا جواب: اس تحریر سے اس کے علاوہ کچھ اور مراد لینا اور بروز کے اصل سے بہتر ہونے کے معنی نکالنا اس لئے بھی غلط ہیں کہ اس سے اگلے جملہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے آنخضرت ﷺ کے لئے سیدنا خیر الکائنات کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں کہ''میرا آقا،کائنات میں سب سے بہترؐ۔پس جب آپ خود کو غلام گردانتے ہیں اور آقا وغلام کی برابری ہی ناممکن ہے تو بروز کا صاحبِ بروز سے آگے بڑھنا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے۔

تیسرا جواب: اس جھوٹ کا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کسی بھی جہت اور کبھی بھی آنخضرت ﷺ کی برابری یا آپ سے بہتر ہونے کا دعویٰ کیا ایک ناقابل تردید رد آپ کا اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ سے بے پایاں اظہارِ عشق تھا۔اس اظہارِ محبت میں آپ کی عاشقانہ اور عارفانہ تحریروں اور اشعار کا کوئی ثانی نہیں۔اور نہ کوئی اور ہوا ہے جس نے آج تک اس بلند اور اعلیٰ طریق پر محبت کا اظہار کیا ہو۔یہ کلام اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ آنخضرت ﷺ کی عظمت و بڑائی آپ کے تصورات کی معراج تھی اور آپ اپنے آپ کو آنحضور ﷺ کا محض ایک خادم جانتے تھے۔ایسے چند اظہار درج ذیل ہیں۔

1۔''اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفی ﷺ جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں۔'' (براہین احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد 1 صفحہ نمبر 557 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3،ایڈیشن 2008ء)

2۔ بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ نمبر 185،ایڈیشن 2008ء)

ترجمہ : خدا کے بعد مَیں محمد ﷺ کے عشق میں سرشار ہوں اگر یہی کفر ہے تو بخدا مَیں سخت کافر ہوں۔

3۔''وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو .... وہ کسی چیز ارضی وسماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفی ﷺ ہیں۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ نمبر 160۔161،ایڈیشن 2008ء)

4۔ ؎ یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ دَائِمًا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانٍ

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ نمبر 593،ایڈیشن 2008ء)

ترجمہ: اے میرے ربّ! تو اپنے نبی ﷺ پر اس جہاں میں بھی ہمیشہ رحمتیں نازل فرما اور دوسرے جہاں میں بھی

5۔ ؎ اُنْظُرْ اِلَیَّ بِرَحْمَةٍ وَ تَحَنُّنٍ یَا سَیِّدِیْ اَنَا اَحْقَرُ الْغِلْمَانِ (آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ نمبر 594،ایڈیشن 2008ء)

ترجمہ: (اے میرے محبوب) مجھ پر رحمت اور شفقت کی نظر کیجئے اے میرے آقا میں آپ کا ناچیز غلام ہوں۔

6۔ ؎ یَا حِبِّ اِنَّكَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّةً فِیْ مُهْجَتِیْ وَمَدَارِکِیْ وَجَنَانِیْ

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ نمبر 594،ایڈیشن 2008ء)

ترجمہ: اے میرے محبوب تیری محبت میری جان اور میرے حواس اور میرے دِل میں سرایت کر چکی ہے۔

7۔ ؎ جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا یَا لَیْتَ كَانَتْ قُوَّةُ الطَّیَرَانِ

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ نمبر 594،ایڈیشن 2008ء)

ترجمہ: (اے میرے معشوق) تیرا عشق میرے جسم پر کچھ اس طرح غلبہ پا چکا ہے (کہ وفورِ جذبات کی وجہ سے) وہ تیری طرف اڑا جاتا ہے کاش مجھ میں اُڑنے کی طاقت ہوتی (اور میں اُڑ کر تیرے پاس پہنچ جاتا)۔

8۔ ؎ سرے دارم فدائے خاکِ احمد دلم ہر وقت قربانِ محمد (تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 صفحہ نمبر 382،ایڈیشن 2008ء)

ترجمہ: میرا سر احمد ﷺ کی خاک پر فدا ہے اور میرا دل ہر وقت محمد ﷺ پر قربان ہے

9۔ ؎ وَاَنّٰی لِظِلٍّ اَنْ یُّخَالِفَ اَصْلَهٗ فَمَا فِیْهِ فِیْ وَجْهِیْ یَلُوْحُ وَیُزْهِرُ

ترجمہ: اور سایہ کیوں کر اپنے اصل سے مخالف ہو سکتا ہے پس وہ روشنی جو اس میں ہے وہ مجھ میں چمک رہی ہے

(اعجازِ احمدی روحانی خزائن جلد 19 صفحہ نمبر 183 ایڈیشن 2008ء)

10۔ ’’یہ تمام شرف مجھے صرف ایک نبی کی پیروی سے ملا ہے جس کے مدارج اور مراتب سے دنیا بے خبر ہے یعنی سیّدنا حضرت محمد مصطفی ﷺ۔‘‘

(چشمۂ مسیحی روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 354،ایڈیشن 2008ء)

11۔ ’’جو کچھ میری تائید میں ظاہر ہوتا ہے دراصل وہ سب آنحضرت ﷺ کے معجزات ہیں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 469 ایڈیشن 2008ء)

12۔ دنیا میں کروڑ ہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مردِ خدا کو پایا جس کا نام ہے محمد ﷺ۔ (چشمۂ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ نمبر 301،ایڈیشن 2008ء)

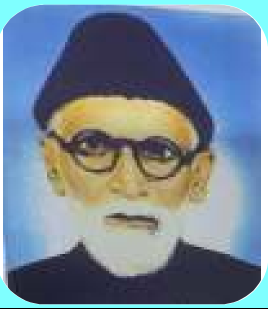

”تشنہ روحوں کو پلا دو شربت وصل و بقا“

محترم جناب حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری

جانب مغرب چلا اسلام کا لے کر لوا
جانتے ہو کون ہے یہ ناصر دین خدا

مہدی آخر زماںؑ کا ہے جوانِ نافلہ
اور ہے لختِ جگر یہ مصلح موعودؓ کا

احمدیت کی صداقت کا ہے زندہ معجزہ
ہر قدم پر اس کی ہے تائید رب العلیٰ

ہے محمدؐ، احمدؑ و محمودؓ پر جہاں سے فدا
غلبۂ اسلام ہو ہر جا ہے اس کا مدعا

کر دیا یورپ میں بھی تبلیغ دیں کا حق ادا
مرحبا اے قائد دیں، مرحبا صد مرحبا!

ایشیا، افریقہ، امریکہ ہو یا سائبیریا
کفر اور الحاد ہے ساری زمیں پر چھا رہا

.... دنیا میں بھی کہرام ہے ہر جا مچا
بھولی بھٹکی ہر جگہ بستی ہے مخلوق خدا

ہیں مئے وحدت کے پیاسے اور بھی تو ساقیا
ساری دنیا کو پلا دو شربت وصل و بقا

آپ میں قرآن ناطق اور براہیں کی زباں
سب کے دل کو موہ لیں آپ ایسے ہیں شیریں بیاں

اور باطل کے مقابل حق کے ہیں اِک پہلواں
آپ کی تبلیغ سے ہی دہر میں ہو گا اماں

اے مرے فیاض ساقی اے مرے ابر سخا
دشمنوں کو بھی پلا دو شربت وصل و بقا

کوئی مانے یا نہ مانے یہ تو سچی بات ہے
ناصر دین متیں آج آپ ہی کی ذات ہے

”دن چڑھا ہے دشمنان دیں .... ہم پر رات ہے“
ہر طرف گھیرے ہوئے ظلمت ہی ظلمات ہے

نیر قرآن سے چمکا دو عالم میں ضیاء
تشنہ روحوں کو پلا دو شربت وصل و بقا

آپ نے چیلنج ہے سب اہل مذہب کو دیا
سامنے آیا نہیں کوئی برائے فیصلہ

ہندو، عیسائی، یہودی اور نہ کوئی آریہ
ان پہ پوری کر دی بخشش بادلیل قاطعہ

آپ کی تبلیغ سے ہر ملک میں ہے غلغلہ
تشنہ روحوں کو پلا دو شربت وصل و بقا

جو مریض شرک ہیں ان کا مرض ہے لا دوا	کفر اور ہے شرک میں ان سب کی ملت واحدہ
ہے دماغوں میں بسا اپنا تراشیدہ خدا	یہ نہ سمجھیں تو انہیں سمجھائے گا اب خود خدا

مانتے زندہ خدا تو ان کو مل جاتی شفا

یہ بھی پی لیتے مزے سے شربت وصل و بقا

آپ کو اللہ نے بخشی خلافت کی ردا	ملک روحانی کا روحانی خلیفہ ہے
مومنوں کے آپ ہیں برحق امام و مقتداء	مقتدی ہیں آپ کے ہر دم مطیع و باوفا

عاشقان احمدیت کو بھی ہے شوقِ لقا

تشنہ روحوں کو پلا دو شربت وصل و بقا

ہیں امام الانبیاء حضرت محمدؐ مصطفیٰ	احمد قدنی ہیں حضرت کے غلام باوفا
اُن کو فیضان محمدؐ سے ملا یہ مرتبہ	اَنۡتَ مِنِّیۡ وَ اَنَا مِنۡکَ خدا نے ہے کہا
چھین لے کوئی خلافت کس کا ہے یہ حوصلہ	احمدیت میں رہے گا حشر تک یہ سلسلہ

آپ کے دل میں مئے عرفان کا ساغر ہے بھرا

ہر کہ و مہ کو پلا دو شربت وصل و بقا

آؤ لوگو ربوہ میں ملتی ہے روحانی غذا	رُوح کی تسکین کا اُترا یہاں ہے مائدہ
ربوہ ہے امراضِ روحانی کا اک دار الشفاء	اس جگہ رہتے ہیں روحانی طبیب باخدا
نسخۂ قرآن سے کرتے ہیں ہر اک کا علاج	یہ مجرب نسخہ ہے ان کے آبا اجداد کا

ناصر احمد رکھتے ہیں ایسی ہی تریاقی دوا

تشنہ لب کو ہیں پلاتے شربت وصل و بقا

آپ ہیں پیارے خدا کے ہیں سراسر سے پُر خطا	میں بہت ہی غم و ہم میں ان دنوں ہوں مبتلا
مجھ سے مضطر کے لیے بہر خدا کر دو دُعا	مشکلیں سب دُور ہوں راضی رہے رب الوریٰ

ہے خلیل احمد بہت ہی تشنہ اے پیارے پیا

اس کو جی بھر کے پلا دو شربت وصل و بقا

(الفرقان ربوہ صفحہ 44۔45۔ مارچ 1967ء)

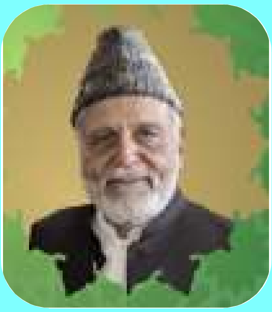

سکھ مذہب سے اسلام احمدیت کا سفر

گروگرمندجید سنگھ سے عطاء الہادی بننے والے کی کہانی اس کی زبانی

(از۔صفدر نذیر جاوید گولیکی واقف زندگی سیکرٹری تبلیغ سینٹ کیتھرین کینیڈا)

مکرم عطاء الہادی صاحب کا سکھ ازم سے اسلام احمدیت کی طرف سفر کی نہایت ایمان افروز اور دل کو چھو لینے والی اور نئے جماعت میں آنے والوں کے لئے راہنمائی سے بھرپور داستان جو 2 گھنٹے کے انٹرویو پر مشتمل ہے قارئین قندیل ادب کے لئے ایمان ویقین میں یقینا اضافہ کا موجب ہوگا۔(یہ پہلی قسط ہے) یہ انٹرویو مکرم رضی اللہ صاحب مبلغ سلسلہ ایم ٹی اے لندن نے لیا۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عطاء الہادی صاحب ۔وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا حال ہے عطاء الھادی صاحب ۔میں خدا کے فضل سے بخیریت ہوں۔آپ سے بات کر کے بہت اچھا لگا۔

رضی اللہ صاحب۔آج ہم آپ سے مکمل واقعہ سکھ ازم سے اسلام احمدیت کے قبول کرنے کا سنیں گے (اور آپ پڑھیں گے) جی ضرور۔

عطاء الھادی صاحب-۔بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَیں آج کی اپنی کہانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر سے شروع کرنا چاہتا ہوں۔

حضور فرماتے ہیں

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا گمنام پا کر شہرہء عالم بنا دیا

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21)

اے سونے والو جاگو کہ وقت بہار ہے اب دیکھو آ کے در پے ہمارے وہ یار ہے

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ اوّل نصرۃ الحق مطبوعہ 1908)

کہانی شروع کرنے سے پہلے میں کچھ پوائنٹ ہیں جو سامنے رکھنا چاہتا ہوں اس میں یہ ہے کہ میرا نام پیدائشی گرومندجید سنگھ تھا میرے دوست آج بھی مجھے گرمن سنگھ کہہ کر پکارتے ہیں۔اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں میرا اسلامی نام بہت ہی پیارا عطاء الھادی ہے۔میں اپنے خاندان میں اسلام قبول کرنے والا اکیلا ہوں۔میری اردو اتنی اچھی نہیں کچھ ہندی اور انگلش کے الفاظ کے ساتھ میں اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کی کوشش کروں گا باقی رضی بھائی میری مدد کریں گے۔دوسری اہم بات یہ ہے کہ میرے دوست اور فیملی والے جانتے ہیں کہ میں سوشل میڈیا سے بہت گھبراتا ہوں اور یوٹیوب کے پروگراموں سے بھی دور رہتا ہوں میں گمنام رہنا چاہتا ہوں اور یہی مجھے پسند ہے جب رضی بھائی نے کہا کہ میں نے آپ کی کہانی ریکارڈ کرنی ہے تو میں نے کہا کہ اگر ممکن ہے تو تصویر کے بغیر ریکارڈ کرنی ہے تو کر لیں انٹرویو لے لیں جب میں نے یہ میسج انہیں سینڈ کیا تو فوراً میرے ذہن میں آیا کہ میرے اس انٹرویو سے تبلیغ کا بھی ایک پہلو نکلتا ہے۔اور لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے تو مجھے لگا کہ انکار کرنا نہیں چاہیئے۔تو میں ان کیمرہ فریش حاضر ہوں۔

مَیں ایک گناہ گار انسان ہوں اور اپنی کہانی خالصتاً خدا کا پیغام آپ تک پہنچانے کی غرض سے شامل کرتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ اس کہانی میں سارے واقعات سچے ہیں اور اس امید پر ہیں کہ ایمان کو پختہ کرنے والے ہوں گے اسلام احمدیت قبول کرنے میں میرا کوئی کمال نہیں میری کہانی تو اس

بھکاری کی طرح ہے کہ جس کے کشکول میں کوئی پیسے ڈال جاتا ہے۔ کہ میں دیکھتا ہوں کہ الحمدللہ گزارہ ہو جائے گا۔

اللہ تعالی کی سنت تبدیل نہیں ہوتی

میں نے دیکھا کہ اللہ تعالی کی سنت کسی طرح تبدیل نہیں ہوتی۔ اور ہر وہ شخص جو احمدیت قبول کرتا ہے اس میں جو اللہ تعالی کا طریقہ کار ہے وہ نظر آتا ہے۔ اس بات مَیں نے اپنی سمجھ کے مطابق آٹھ درجات میں تقسیم کیا ہے۔ جو میری کہانی کا خلاصہ ہے جو س ہے یا نچوڑ ہے جسے مَیں نے سمجھا ہے کہ خدا کا قانوں کس طرح کام کرتا ہے۔

پہلا درجہ۔ سب سے پہلے خدا تعالی آپ تک اسلام احمدیت کا پیغام پہچاتا ہے وہ کیسے پہنچاتا ہے وہ آپ کے دوست کے ذریعہ، یا کسی جاننے والے کے ذریعہ، کسی کولیگ کے ذریعہ، سوشل میڈیا کے ذریعہ، کسی بھی طرح سے یہ پیغام پہنچتا ہے۔ کہ یہ بھی ایک جماعت ہے یہ مسیح آپ کو پہنچ گیا۔

دوسرا درجہ۔ پھر خدا تعالی انتظار کرتا ہے کہ میرے اس بندے کو پیغام تو پہنچ گیا ہے اب یہ کیا کرتا ہے، وہ اس کی مخالفت کرتا ہے، اسے رد کرتا ہے، اس کی مخالفت کرتا ہے اس کی بغیر تحقیق کئے ہوئے یا اس کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ نہیں اس چیز کے بارہ میں مجھے اور پڑھنا چاہیئے یا اور تحقیق کرنی چاہیئے۔

تیسرا درجہ۔ پھر اس اسٹیج میں جس طرف میں گیا ہوں پھر اللہ تعالیٰ دل میں ایک اُمید ڈالتا ہے لیکن کچھ شک ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے ٹھیک ہو یا نہ ہو۔

چوتھا درجہ۔ یہ ہوتا ہے کہ تحقیق شروع ہوتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی کتاب پڑھتا ہے۔ کتاب پڑھنے سے کئی مسائل حل ہوتے ہیں وفات مسیح اور آپؑ کی سچائی کے بارہ میں۔

پانچواں درجہ۔ آپ کی روحانیت بڑھتی ہے آپ کو سچے خواب آنے شروع ہوتے ہیں اور دل کی تسلی ہونی شروع ہوتی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالی آپ کی طبیعت کے مطابق آپ سے بات کرتا ہے اور پھر اسی طرح آپ کو جواب دیتا ہے جو آپ طلب کرتے ہیں۔

چھٹا درجہ۔ اب خدا تعالی اپنا بال آپ کے کورٹ میں ڈال دیتا ہے۔ کہ میں نے تمہاری تسلی کر دی ہے اور دیکھتا ہے اب تم کیا کرتے ہو تو زندگی میں سب سے زیادہ مشکل مرحلہ یہی ہوتا ہے کہ خدا تعالی ایک لکیر کھینچتا ہے کہ اس حد کو تم نے کراس کرنا ہے یا نہیں کرنا، آیا تم نے اس پیغام کو ماننا ہے یا نہیں ماننا اور یہ بندہ کے اوپر ڈیپنڈ کرتا ہے، جب آپ اس حد کو کراس کرتے ہیں تو

ساتواں درجہ۔ پر اللہ تعالی آپ کی دعوت کرتا ہے اور یہ سب کے ساتھ ہوتا ہے دعوت سے یہ مراد نہیں کہ خدا تعالی آپ کو کھلانے کھلاتا ہے بلکہ مراد ہے کہ وہ اللہ تعالی آپ سے بہت خوش ہوتا ہے جیسے کوئی راجہ مہراجہ ہے آپ اس کے پاس جاتے ہیں اور اپنی فریاد پیش کرتے ہیں کہ میری یہ فریاد قبول کریں اور وہ اسی وقت قبول کر لیتا ہے اور وہ خوش بہت ہے

آٹھواں درجہ۔ اس میں اللہ تعالی آپ کو امتحان میں ڈالتا ہے یہ اللہ تعالی کی سنت ہے سورہ بقرہ کی آیت 215 ہے

ام حسبتم ان تدخلوا الجنة۔ ترجمہ کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ باوجود کہ اس کے کہ ابھی تم پر ان لوگوں کی (سی تکلیف کی) حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے گزرے ہیں تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ انہیں تنگی (بھی) پہنچی اور تکلیف (بھی) اور انہیں خوب خوف دلایا گیا تا کہ (اس وقت کا) رسول اور اس کے ساتھ (کے) ایمان والے کہہ اُٹھیں کہ اللہ تعالی کی مدد کب آئے گی۔ یاد رکھو اللہ کی مدد یقینا قریب ہے

یہ بہت زبردست طاقت ور پیغام ہے جو اللہ تعالی بتاتا ہے کہ آپ کا امتحان زندگی میں ضرور ہوگا اور ہر ایک کا ہوگا۔ اور جیسے آپ کوئی پکڑ کر ہلاتا ہے زور سے۔ اور یہ حالت ہر ایک کی زندگی میں آنی ہی آنی ہے۔ یہ قانون قدرت ہے اس سے بچ نہیں سکتے اس کے بعد جو لوگ کامیاب ہوتے ہیں ان کے

لئے خیر کی خوش خبری ہے یہ 8 اسٹیجز ہیں جو مجھے نظر آتے ہیں اللہ تعالی کی سنت کس طرح کام کرتی ہے۔اب مجھے جو جماعت احمدیہ کا پیغام مجھے پہنچا اسے ماننے میں لوجیکل اور ریزن ایبل اور روحانیت سے متعلق ہے میں چونکہ انجینئر ہوں اس لئے مجھے لوجیکل اور ریزن ایبل آرٹیکل سے بڑی آسانی سے جیتا جاسکتا ہے جب مجھے اپروچ کیا، جو بات پہنچی وہ عقل کے مطابق تھی پورا پیغام جو حضرت مسیح موعودؑ نے دیا وہ میرے اندر فِٹ بیٹھتا تھا کوئی موقعہ ایسا نہیں آیا کہ میں کہوں کہ غلط ہے۔سب کچھ بالکل صاف اور واضح تھا، مذہب بنیادی طور پر صاف اور سینپل چیز ہے۔جس کو ہم انسانوں نے بہت مشکل کر دیا ہے میں تو کئی دفعہ پیچھے مڑ کر سوچتا ہوں تو کہتا ہوں اچھا تھا کہ میں غیر مسلم تھا۔اور اگر میں غیر احمدی شیعہ یا سنی ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ اگر یہ پیغام مجھے پہنچتا تو میں اسے ریجیکٹ کر دیتا۔کیوں کہ میرے اندر ایسے کچھ ایمان تھے، کچھ باتیں تھیں جن میں میں گھرا رہتا۔اور غیر مسلم ہونا میرے لئے اللہ تعالی کی طرف سے بہت بڑا فضل تھا کہ میں اس پیغام کو سمجھ پایا میں اس کو اس طرح دیکھتا ہوں اب میری بیعت ۔۔جب مجھے پیغام، پہنچا اور میں نے بیعت کی تو میری فیملیز کے افراد اور دوست مجھے ایک سوال کرتے تھے کہ کیوں تم نے اسلام قبول کیا۔سکھ ازم میں کیا کمی تھی تم نے سکھ ازم کیوں چھوڑا اس وقت میرے پاس اس کا ٹھیک جواب نہیں تھا لیکن لگتا ہے اب میں اس کا جواب دے سکتا ہوں۔یہ اب بڑا آسان ہے

زندہ خدا کا تصور اسلام میں

خدا کا کنسیپٹ جو اسلام میں ہے وہی سکھ ازم میں ہے خدا ایک ہے لیکن خدا کی جو حقیقت ہے یا تعریف ہے اس کے متعلق مجھے اسلام میں جو تعریف ہے جو مکمل ہے ایسی اور کہیں نظر نہیں آئی۔اللہ اور واہ گرو ایک ہی وجود کے دو نام ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے تحقیق کی ہے کہ اللہ اور واہ گرو ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔میرا اپنا خدا، رب، اللہ، کے بارہ میں جو خیال تھا کہ ہاں وہ ہے۔میں شروع سے مانتا تھا کہ رب ہے خدا ہے لیکن اس کے بارے میں معلوم نہ تھا کہ آیا وہ مسکراتا ہے ہنستا ہے روتا ہے غمگین ہوتا ہے وہ اداس ہوتا ہے، کیا وہ پیار کرتا ہے اگر پیار کرتا ہے تو میں کیا کروں کہ وہ پیار کرے اور میں کیا کروں کہ وہ مسکرائے ہنسے۔میری کن باتوں سے اسے دکھ پہنچتا ہے، میری کن چیزوں سے اسے اداسی ہوتی ہے اور کن چیزوں سے مجھ پر اسے پیار آتا ہے اس کا علم نہ تھا مثال کے طور پر اسلام میں اللہ تعالی کی تعریف یہ کی گئی کہ وہ ستر ماؤں سے بڑھ کر اپنے بندے سے پیار کرتا ہے ذرا ٹھہریئے سوچیئے کہ ستر ماؤں کا پیار کتنا ہوتا ہے ایک بچے کو ایک ماں کا پیار مل جائے وہ اس سے نہیں سنبھلتا۔70 ماؤں کا پیار بہت ہے۔میری بیٹی ہے۔اپنی آداؤں سے مجھے ہنساتی بھی ہے اور رولاتی بھی ہے کبھی مجھے اس پر پیار آتا ہے کبھی غصہ آتا ہے اگر اس سے کوئی غلطی ہوجائے اور وہ میرے پاس آئے اور کہے بابا مجھ سے غلطی ہوگئی مجھے معاف کر دیں خدا کی قسم میں اسے معاف کر دونگا میں باپ ہوں ماں بھی نہیں باپ ہوں اس کا معافی مانگنے سے میرا دل پگھلے گا اور میں معاف کر دونگا۔ماں کا پیار تو باپ کے پیار سے لیول میں بہت زیادہ ہوتا ہے اوپر ہوتا ہے اور اللہ تعالی 70 ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے ۔۔۔اب ہر انسان غلطی کرتا ہے اور جب وہ اپنی غلطی مان کر اس کے آگے جھکتے ہیں اور ایک دعا نکلتی ہے اور کہتے ہیں۔بہت ہو گیا تو خدا معاف کرتا ہے اور یہ سب سے بڑا ایٹریبیوٹ ہے اللہ تعالی کا۔وہ معاف کرتا ہے باقی سب چیزیں ایک طرف رکھ دیں وہ سزا بھی دیتا ہے۔لیکن اس کی معافی کا پلڑا بہت بھاری ہے۔اور یہ خدا کے بارے میں مجھے اسلام کے علاوہ اور کہیں نظر نہیں آیا۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ سکھ ازم میں کوئی کمی ہے۔میری اپنی کمی تھی کہ میں خدا کو جان نہیں پایا۔اور پھر وہ خدا مجھے اسلام میں نظر آیا وہ خدا زندہ ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے دعوی کیا ہے کہ آؤ میں تمہیں زندہ خدا دیکھاتا ہے ہوں اور وہ زندہ خدا نظر آتا ہے ہر دن نظر آتا ہے آپ دیکھیں گے ہر دن نظر آئے گا وہ اسلام احمدیت میں نظر آئے گا۔باقی سب چشمیں خشک ہو گئے ہیں اور اللہ تعالی کی ایک اور صفت ہے کہ وہ رحمان ہے جو بن مانگے دینے والا ہے اس کی سادہ سی مثال ہے جیسے آکسیجن ہے آپ پیدا ہوتے ہیں تو آپ نے آکسیجن

نہیں مانگی۔ نہ دل مانگا نہ گردے مانگے نہ آنکھیں مانگیں، نہ ہاتھ، نہ پاؤں کچھ نہیں مانگا یہ سب کچھ اس نے خود دیا بن مانگے۔ وہ رحیم ہے، یہ دوسرا قدم ہے کہ جب آپ مانگیں گے تو وہ تمہیں اور دے گا۔

کوئی بھی مذہب انسان چن لے وہ مذہب اس کی طبیعت کے مطابق ہونا چاہیئے، مجھے اسلام پسند آ گیا۔ کیوں کہ وہ میری طبیعت کے مطابق ہے یہ میرا جواب ہے اس سوال کا جو میری فیملیز کے افراد اور دوستوں نے پوچھا تھا

مجھے ایسا خدا اور کسی مذہب میں نظر نہیں آیا تھا۔ اس لیئے میں احمدی مسلم ہو گیا۔

اور پھر جب کبھی میں قرآن پڑھتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ زبان کی جو ڈائریکشن ہے۔ خدا سے نیچے بندے تک کمانڈ آتی ہے فرماتا ہے میں نے یہ حد مقرر کر دی ہے اور انسان ان حدود کے اندر رہ کر اپنی زندگی گزار سکتا ہے اس سے آگے نہیں نکل نہیں سکتا اگر نکلے گا تو پکڑا جائے گا۔ خدا کی پرا تھنا کرتا ہے خدا کی تعریف کرتا ہے عبادت کرتا ہے جب میں شری گو بند صاحب پڑھتا تھا تو سکھ مذہب کی کتاب ہے اس میں سکھ مذہب کی ڈائریکشن الٹی ہے اس میں بندہ خدا سے کہتا ہے اس کی حمد کرتا ہے اس کی عبادت کرتا ہے۔ جس طرح کہتے ہیں ہمری کرو ہاتو اچھا۔ میری پروٹیکشن کرو اپنے ہاتھ سے اور میرے دل کی اچھا پوری کرو یہ ڈائریکشن الٹی ہے انسان سے خدا کی طرف (میرا خیال ہے مکرم عطاء الھادی صاحب کا مطالعہ چونکہ وسیع نہیں اس لئے وہ یہ نہیں جانتے کہ دونوں طرح کی تعلیمات قرآن مجید میں ہیں مثلاً سورۃ فاتحہ میں پہلے خدا کی حمد اور پھر بندے کی خدا سے التجاء ہے ناقل) اور قرآن میں خدا سے انسان کی طرف اور یہ بہت بڑا فرق ہے اور قرآن کا خدا کہتا ہے کہ یہ قرآن ہے اس کا ایک شوشہ۔ ایک نقطہ ایک حرف ادھر ادھر نہیں ہو سکتا اور یہ بہت بڑا دعویٰ ہے اور کوئی بھی کتاب اتنا عرصہ محفوظ نہیں رہ سکتی یہ اب تک محفوظ ہے قرآن قیامت تک رہے گا اور یہ کوئی اور کتاب دعویٰ نہیں کر سکتی اور یہ سچائی ہے، اسلام کی اور دوسرا کوئی مذہب اس کی گارنٹی نہیں دیتا اور نہ کوئی کتاب اس کی گارنٹی دیتی ہے اور بہت بڑا فرق ہے جو مجھے نظر آیا جو میرے سکھ مذہب میں نہ تھا ، پھر اسلام رہنے سہنے کے طور طریقے سیکھاتا ہے وہ اسے حیوان سے انسان بناتا ہے اسلام کا ایک معیار ہے اور کہتا ہے اس تک پہنچوں گے تو مسلم کہلاؤ گے چونکہ اس کے قوانین میں کوئی نرمی نہیں کہ چلو ایک صدی گزر گئی نیا زمانہ آ گیا اس بات کو رہنے دو۔ یہ نہیں ہے جو پہلے دن تھا وہ آج بھی ہے آپ کو اس تک پہنچنا ہے مثلاً صفائی کا معیار کیا ہونا چاہئے اسلام بتاتا ہے کہ ٹوائیلٹ کیسے جانا ہے شاور کیسے لینا ہے؟ اپنی صفائی کس طرح رکھنی ہے، کھانے کے آداب ،کھانا کس طرح کھانا ہے دوست کے گھر کس طرح جانا ہے اس کے آداب ہیں آپ نے اپنے گھر جانا ہے کس طرح جانا ہے بلند آواز دے کر جانا ہے اس کے آداب ہیں جو گھر والے ہیں وہ جان لیں کہ میں گھر آ رہا ہوں۔ دبے پاؤں، چوری چھپے گھر کے پیچھے سے نہیں جانا اور اسلام پڑوسیوں کے حقوق بتاتا ہے جن کو ہم پنجابی میں ''گنواڈی'' کہتے ہیں۔ ہمسائے کے حقوق بتاتا ہے پھر اسلام بتاتا ہے کہ اگر ایک مسلمان فوت ہو جائے تو اس کی جائیداد کی تقسیم کیسے کی جائے گی ہر رشتہ دار کا حصہ مقرر کیا ہے اگر والدین ہیں ان کو کیا ملے گا بیوی ہے اس کو کیا ملے گا۔ بچوں کو کیا ملے گا سب مکمل طور پر قانونی طور پر قرآن میں لکھا ہے، بچوں کے لئے ان کا حصہ ہے والدین کی جائیداد میں سے مقرر ہے بیٹے کو اتنا ملے گا۔ شادی کا معاملہ ہو تو وہ یہ کس طرح کرنی ہے وہ بتاتا ہے شادی جب ہو جائے تو پھر خاوند کے کیا حقوق ہیں بیوی کے کیا حقوق ہیں اگر بیوی چھوڑنی ہے تو اسلام کہتا ہے جائز ہے۔ لیکن جائز چیزوں میں بھی اس کا لیول سب سے نیچے ہے اللہ تعالی کے ہاں یہ عمل پسند دیدہ نہیں اس میں کیا کرنا ہے اس کے بھی رولز ہیں۔ اس معاملہ کو آگے کیسے لے کر جانا ہے ۔اب دیکھیں جب جنگ ہوتی ہے تو اس کے بھی رولز ہیں کہ جنگ میں بچوں کو عورتوں کو اور بزرگوں کو کچھ نہیں کہنا، ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا مارنا تو دور کی بات ہے بالکل نہیں، حتی کہ یہاں تک بتایا گیا ہے کہ پیڑوں کو درختوں کو اور پودوں کو کاٹنا نہیں ان کو تباہ نہیں کرنا یہ باتیں مجھے اسلام میں نظر آتی ہیں

۔عبادتگاہوں کو اور اس کے پجاریوں کو بھی تحفظ دینا ہے۔ یہ فطرتی مذہب ہے اور ہر انسان کے ساتھ انصاف کرنے والا ہے۔کسی بھی مسئلہ کا حل قرآن و حدیث میں ہے آپ پڑھیں حل نظر آجاتا ہے۔اگر قرآن میں نہ نظر آئے تو احادیث میں یعنی آنحضرت ﷺ کی باتیں اور عمل آپ نے کر کے دیکھایا ہے اپنی زندگی کو کس طرح ڈھالنا ہے۔ ہر مسئلے کا حل اسلام میں ہے یہ مجھے نظر آیا۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے سکھ ازم میں کوئی برائی یا کوئی پرابلم نظر آئی اس کی میں تنبیہ کر رہا ہوں میری سمجھ میں کمی تھی وہ یہاں اسلام میں پوری ہوئی تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اسلام اس وجہ سے قبول کیا۔

اب میں اپنی کہانی شروع کرتا ہوں۔مسلمان غیر احمدی یہ کہتے ہیں کہ مہدی کا وجود ایک وقت میں آئے گا وہ زمین پر آئے گا ظاہر ہوگا وہ مہدی اللہ کی طرف سے آئیں گے وہ نماز کی تیاری کر رہے ہوں گے اوپر سے مسیح آئیں گے جو یسوع مسیح کہتے ہیں وہ زمیں پر آسمان سے فرشتوں کے ساتھ یعنی فرشتے انہیں باڈی سمیت اوپر سے نیچے لے کر آئیں گے اور یسوع مسیح آ کر کہیں گے رکو رکو میں نماز پڑھاؤں گا میں امامت کراؤں گا پھر وہ نماز پڑھائیں گے اور نماز ختم ہوتی ہے وہ اپنی فوجیں اکٹھی کرتے ہیں فوجوں میں کون ہیں وہ سارے مسلمان ہیں جو ان کی پیروی کریں گے پھر وہ جنگ کریں گے اور بہت بڑی جنگ ہوگی عالمی لیول پر جنگ ہوگی اور جنگ کس کے ساتھ ہوگی دجال کے خلاف۔دجال کون ہے اس کی ایک آنکھ ہوگی وہ بہت طاقت ور ہوگا بہت ساز و سامان کے ساتھ ہوگا اس کی اپنی فوج ہوگی دنیا کے سارے وسائل اس کے پاس ہوں گے۔بہت بڑی جنگ ہوگی اور اس جنگ میں مسیح اور مہدی کی جو فوجیں ہیں وہ سب کافروں کو ماریں گے اور سب کو قتل کریں گے صلیب توڑ دیں گے سوٴروں کو قتل کریں کہیں بھی کافر چھپا ہوگا وہ پکڑا جائے گا اگر کافر دروازے کے پیچھے چھپا ہوگا دروازہ گواہی دے گا کہ میرے پیچھے کافر چھپا ہوا ہے اس کو پکڑو اور مارو۔اگر کوئی کافر دیوار کے پیچھے یا پتھر کی اوٹ میں ہوگا تو وہ بھی گواہی دیں گے کہ آؤ اور ان کو مارو کوئی کافر نہیں بچے گا۔سب کافروں کو مار دیا جائے گا یا وہ اسلام قبول کرلیں گے صرف ایک درخت ہے جسکا یہود کو یا عیسائیوں کو پتہ ہے کہ وہ کہاں ہے۔اس پیڑ کے پیچھے سب یہودی اور عیسائی جا کر چھپ جائیں گے وہ ایک اکیلا پیڑ ہے جو اس دن گواہی نہیں دے گا کہ میرے پیچھے کافر ہیں۔یہود نے اس پیڑ کے اردگرد فی الحال لاکھوں اور پیڑ لگا دئے ہیں جنگل بنا کر اس پیڑ کو چھپا دیا ہے تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ وہ کدھر ہے وہ دن جب آئے گا تو سارے یہودی چھپ جائیں گے اور وہ پیڑ کی وجہ سے بچ جائیں گے۔اور یہ بحث 2007 کو ہوسٹل کے کمرہ میں ہو رہی تھی اس کمرہ میں 5 لوگ بیٹھے ہوئے تھے 4 غیر احمدی تھے اور پانچواں میں وہ کافر۔میرے سامنے مارنے کی باتیں کر رہے تھے۔میں اکیلا نو مسلم ان کے کمرے میں تھا جب میں نے یہ باتیں سنیں اور اس سے قبل میں نے کبھی بھی ایسی باتیں نہیں سنی تھیں۔میں سب کچھ سن کر ڈر گیا۔سوچا یار یہ کون لوگ ہیں، کیسے مسلمان لوگ ہیں۔مجھے تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے دوست ہیں اگر ان کی قیامت کل صبح آجائے تو یہ مجھے ماردیں گے۔بلکہ سب سے پہلے میرے گھر جائیں گے کہ اس کو تو پکڑیں کیوں کہ ان کو میرے گھر کا پتہ ہے کہ میں کہاں رہتا ہوں۔پھر خیال آیا او مائی گارڈ، اگر یہ لوگ مجھے ماریں گے کیا میں ان کے ساتھ دوستی رکھوں یا ان سے توڑ دوں ،کیا کروں؟ میرے ذہن میں جو اسلام کے بارہ میں تصور تھا کہ قیامت ایک دن آنی ہے کہ سب لوگ مرجائیں گے اور پھر اللہ ان کو زندہ کرے گا اور پھر اللہ ان کا حساب کرے گا پھر جنت یا دوزخ میں جائیں گے۔پھر مجھے پتہ تھا کہ مسلمان نماز پڑھتے ہیں حج کرتے ہیں حلال کھانا کھاتے ہیں روزے رکھتے ہیں مجھے زکوۃ کا پتہ نہیں تھا۔موٹا موٹا علم تھا کہ خدا کو مانتے ہیں لیکن جب میں نے یہ اسٹوری سنی، یہ تو میرے علم میں بھی نہ تھی کہ قیامت والے دن وہ آئیں گے اور سب کافروں کو ماریں گے اس وقت میرے دل میں دو خیال آئے ایک کا میں نے ذکر کر دیا کہ اگر کل قیامت آئے تو یہ تو مجھے ماردیں گے۔اور یہ بات رات کے نو دس بجے ہو رہی تھی اور بڑے جوش وخروش سے وہ بات کر رہے تھے ہاں ہاں وہ آئیں گے اور سب کو ماریں گے فوجیں ہونگی میں دائیں بائیں ان کو دیکھ رہا ہوں کہ یہ کوئی اور مخلوق کے لوگ لگ رہے تھے آنکھوں میں غصہ تو نہ تھا لیکن ان کا ایمپریشن تھا

دوسرا خیال میرا دل میں یہ آیا کہ اسلام جس کا مطلب پیس ہے امن اور شانتی ہے کیسے ہوسکتا ہے کہ جس مذہب کے نام کا مطلب پیس ہے اس کا اینڈ آخر جو ہے اس قدر خونخوار لہولہان کیسے ہوسکتا ہے میری عقل اس کو تسلیم کرنے سے قاصر تھی اور مجھے تنگ کر رہی تھی کہ یہ کوئی عقلی بات نہیں۔ ہر مذہب اچھی اخلاقی تعلیم دیتا ہے کسی کا برا نہ کرو، چوری نہ کرو کسی کو تنگ نہ کرو، مل جل کر رہو، لیکن یہ لوگ جو بات بتا رہے ہیں کہ قتل و غارت ہوگی یہ تو مذہب کے بالکل خلاف بات کر رہے ہیں اور مجھے ان کی بات صحیح نہیں لگی اور میں نے ان کی بات کو قبول نہیں کیا، چونکہ میرے پاس اور انفرمیشن نہ تھی اس لئے میں نے ان کی بات میں کوئی دخل نہ دیا۔ اب جب میں مڑ کر دیکھتا ہوں اور رضی بھائی کے ایم ٹی اے پر پروگرام سنتا ہوں، جس میں غیر احمدی مسلمان آتے ہیں۔ وہ بھی کہتے ہیں ہاں ہاں دجال آئے گا اس کا گدھا بھی ہوگا، لڑائیاں بھی ہوں گی مجھے یہ ساری کہانی انکی بعقلی والی لگتی ہے اور افسوس ہوتا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں اور اس کی حقیقت کو سمجھتے نہیں۔ مجھے تو قرآن بھی نہیں آتا تھا دو جمع دو کی طرح بات سمجھتا ہوں یہ تو بالکل مخالف باتیں کرتے ہیں جو عقل کے سراسر خلاف ہیں۔ میں نے اس لئے کہا کہ شکر ہے میں نان مسلم تھا ان جیسا مسلمان نہیں تھا 1400 سالوں سے ان کے علماء نے ان کی آنکھوں پر غفلت کے پردے چڑھائے ہوئے ہیں تو یہ اللہ کی سنت اور قدرت کا پہلا درجہ تھا کہ جہاں وہ اپنا پیغام احمدیت کا آپ کے پاس لے کر آتا ہے۔

جیسا کہ بتایا میرا نام گروگر مند جید تھا میری پیدائش امرتسر پنجاب انڈیا کی ہے جہاں میں 18 سال کی عمر تک رہا میں نے ابتدائی تعلیم ساری وہاں سے حاصل کی پھر 2002ء میں آسٹریلیا آ گیا تب تک میں نے نہ قادیان کا نام سنا تھا اور نہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کے بارے سنا تھا۔ کبھی نہیں کبھی کسی گفتگو میں بھی نہیں۔ بچپن کے حالات کچھ اس طرح کے تھے کہ میرا بچپن بہت اچھا گزرا عام عوام کی طرح آتے جاتے کھیلتے کودتے۔ مذہبی طور پر میں بچپن سے ہی گوردوارہ جاتا تھا مجھے سکون ملتا تھا۔ اب بھی جاتا ہوں تو سکون کی ہی تلاش ہی میں رہتا ہوں وہ بھی خدا کی عبادت کی جگہ ہے اور پھر، لنگر کے انتظام میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا لوگوں کی سِوا کرتا تھا برتن دھو دیئے۔ کبھی پوچے لگا دیئے اور مختلف تہواروں میں حصہ لیتا۔ بابا نانک کے جنم کے دن لوگ صبح سویرے جتھوں میں نکلتے ہیں ڈھولکی اور چمٹا بجتا ہے اور لوگ گوردوارہ جاتے میں بھی جاتا۔ امتحانات کے دنوں میں روزانہ جاتا کہ اب زور سے عبادت کرنی ہے اور کبھی کبھی پاٹھ بھی کرتا تھا پاٹھ یہ ہوتا ہے جیسے آپ کو کہا جائے کہ قرآن کی تلاوت کرو۔ میری ایک پھوپھو ہیں ''بوا جی'' وہ میرے ساتھ بڑا پیار کرتی تھیں اور کہتی تھیں تم پاٹھ کیا کرو بابا جی تمہیں پسند کریں گے لَو کریں گے۔ تمہاری مشکلیں آسان ہونگیں مجھے سمجھ نہیں آتی تھی۔ کیونکہ جو تحریر ہے وہ پڑھ تو لیتا تھا مگر اس کا ترجمہ نہیں ہوتا جیسے گرنتھ کے مختلف چیپٹر کو چھوٹے سائز میں شائع کیا ہوا ہے جسے گٹکا کہتے ہیں اس میں ٹرانسلیشن نہیں ہوتی جیسے سادہ عربی کا قرآن مجید ہو۔ میں پڑھ لوں گا مگر سمجھ نہیں آئے گی پھر میں یہ بھی سوچتا کہ میں کیا پڑھے جا رہا ہوں سمجھ تو آ نہیں رہی بوا جی نے مجھے ترجمہ کر کر کے بتانا۔ اس کا یہ مطلب ہے، لیکن میں پھر بھول جاتا تھا۔ آج آن لائن گورو گرنتھ صاحب کی ٹرانسلیشن تو ہے لیکن لفظی نہیں۔ بہر حال کبھی پاٹھ کیا کبھی نہ کیا، اسی طرح کرتے کرتے دن گزر رہے تھے میں سکھ ازم کو مانتا تھا ذرا ظاہر ہونے سے کتراتا تھا، پھر جب میں اسٹریلیا آیا تو یہاں بھی میں اور میرے کزن وغیرہ گوردوارے جاتے تھے۔ ایک بات جو مجھے بہت پریشان کرتی تھی اور اب بھی کرتی ہے اور یہ میرا ذاتی پرابلم ہے اس میں سکھ ازم کا کوئی قصور نہیں۔ میری ذاتی پریشانی تھی جب میں گوردوارے جاتا تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ لوگ بڑے تیار ہو کر گوردوارے آتے ہیں آخر کیوں۔ پھر معلوم ہوا کہ لڑکے تیار ہو کر آتے ہیں لڑکیاں دیکھنے کے لئے آتے ہیں (سارے نہیں) اور لڑکیاں بھی تیار ہو کر آتی ہیں (ساری نہیں) لڑکوں کو دیکھنے کے لئے، ملنے کی جگہ گوردوارہ ہوتی تھی۔ وہاں آپس میں ملتے ہیں مجھے غصہ آتا تھا بلکہ ایک مرتبہ تو بہت ہی غصہ آیا اور پھر سوچا مجھے غصہ کرنے کی بجائے اپنے اوپر کچھ

پابندیاں لگانی چاہئیں۔تاکہ یہ مسئلہ حل ہو جائے،تو میں نے یہ حل نکالا کہ جب بھی گوردوارہ جاؤں گا اپنی آنکھیں نیچی رکھوں گا۔میں کسی لڑکی کو نہیں دیکھوں گا تا کہ ایک مقصد ہے جو گوردوارہ جانے کا وہ پورہ ہو اور وہ ہے عبادت،اور خدا کے ساتھ دلی تعلق۔چنانچہ میں جاتا تھا اور کسی سے بات نہ کرنا اور کام سے کام اور اگر کسی دوست نے بلایا کہ آؤ ملو۔تو وہاں بھی دنیا داری کی باتیں زیادہ دین کی کم۔میں وہ نہیں کرتا تھا جو وہ کرتے تھے۔میں نے جانا گرنتھ سننی اور لنگر کھانا اور واپس آجانا یا سوا کر دینی برتن دھو دینا۔اس طرح ٹھیک چل رہا تھا۔اور سمجھ رہا تھا یہ ٹھیک ہے۔لیکن ایک خلا بھی تھا کہ ٹھیک ہے ٹھیک نہیں ہے۔جو خدا کے ساتھ رابطہ تھا وہ نہیں ہو رہا تھا جیسے میں نے کہا خدا ہے لیکن کہاں ہے رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا۔اب آکر جو بات کھلی ہے وہ یہ کہ شری گرو گوبند سنگھ کی بانی یعنی کتاب ہے صفحات پر تحریر لکھی ہوئی ہے اور اس کو رکھنے کے آداب ہیں اس کو رات ہوتے ہی بند کر کے کمرے میں بڑی عزت کے ساتھ رکھ دیا جاتا ہے اس کمرے میں اگر سردی ہو تو ہیٹر لگا کر گرم کیا جاتا ہے یا گرم کپڑوں میں لپیٹا جاتا ہے اگر گرمی ہے تو پنکھے کا انتظام کیا جاتا ہے یا اے سی لگا یا جاتا ہے اور کپڑے بھی ہلکے قسم کے لپیٹے جاتے ہیں مجھے خیال آتا تھا کہ اس کتاب کو سردی لگتی ہے،گرمی لگتی ہے،دھوب بھی لگتی ہے ان کو کوئی نہلاتا بھی نہیں کیا یہ بھی مر جائیں گی جس طرح ہم انسان۔کیا سردی اور گرمی کے علاوہ کچھ نہیں لگتا یہ میرا اپنا سوال ہے۔اپنا ذاتی تجربہ بیان کر رہا ہوں کسی پر تنقید نہیں کر رہا۔یہ باتیں میری طبیعت کو سوٹ نہیں کرتی تھیں۔اور گرنتھ میں سب سکھوں کو حکم ہے کہ گرنتھ کو گرو ماننا ہے۔میری انٹرپریٹیشن یہ ہے کہ اس بات کو لفظی لے لیا گیا ہے اور میں یہ سمجھا کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ جو گرنتھ میں تعلیم ہے اس پر عمل کریں یہ قابل عمل باتیں ہیں اس کو پڑھو سیکھو ۔یہ تمہیں صحیح راستہ پر لے جائے گی۔مجھے لگا کہ لفظی طور پر اسے گرو کا مقام دے دیا گیا۔ایک دفعہ کسی سے بات ہو رہی تھی کسی نے کہا کہ اسلام میں ختنہ کی رسم بھی ہے میں نے کہا ہاں ہے اور اس کے پیچھے مذہبی روایات ہیں تو کہنے لگے کہ رب نے سب کو پرفیکٹ بنایا تو پھر یہ کیا کرتے ہیں اور کہنے لگے ہم بال وغیرہ اسی لئے نہیں کاٹتے کہ جو رب نے دیا ہے وہی ٹھیک ہے اس کو ہم تبدیل نہیں کرتے فلاسفی ہے میں نے کہا پھر ناخن کیوں کاٹتے ہو وہ غصہ میں آگئے ۔تو میں نے اپنے آپ کو سنبھالا کہیں مجھے باغی نہ سمجھیں ایسی بات نہ کی جائے اس کے بعد میں نے کبھی بات نہیں کی اور اسلام بھی یہی سیکھاتا ہے کہ ہم کسی پر اس طرح حملہ نہ کریں کہ ان کی نفس عزت مجروح ہو۔بہر حال مجھے نہیں چاہیئے تھا کہ میں ان سے اس طرح بات کرتا۔یہ تو ہلکی سی کہانی تھی جو چل رہی تھی 2004 کی بات ہے میں انجینئرنگ کی تعلیم کے لیئے یونیورسٹی میں داخل ہوا فسٹ ائیر میں تھا بہت دوست بنے فسٹ ائیر میں۔بہت سے سبجیکٹ کامن ہوتے ہیں سول،مکینک،سوفٹ کے سب کے اکٹھے ہوتے ہیں۔کچھ دوست بنیں جو احمدی تھے مگر میری دوستی مسلمان ہونے کی حیثیت سے تھی مجھے احمدیت کا علم نہ تھا نہ شیعہ سنی کا فرق کا پتہ تھا۔چہ جائے کہ احمدیت کا علم ہوتا فرق کیا ہے مجھے علم نہ تھا ان سے سلام دعا ہو جاتی۔بس روٹین میں زندگی چل رہی تھی کہ میں سکھ ازم سے آہستہ آہستہ دور ہوتا چلا گیا۔جیسا کہ میں نے اپنی گوردوارہ میں جانے کی کیفیت کو بتایا ہے کانوں میں تو یہ باتیں جاتی ہیں۔کبھی کبھی نظر بھی پڑ جاتی تو بہت کراہت ہوتی کہ یار یہ کوئی جگہ ہے ایسی حرکتیں کرنے کی۔یہاں نہیں کرنی چاہیئں اگر اس طرح کرنا ہے تو باہر جاؤ اس ماحول کو نہ خراب کرو اور پھر ہمارے ادھر سیاست جو ہوتی ہے ہر جگہ ہوتیں ہیں گوردوارہ کمیٹی کے ممبران بھی چنے جاتے ہیں الیکشن ہوتے ہیں لڑائی بھی ہو جاتی جھگڑے ہوتے گوردوارے میں پگڑیاں بھی اچھل جاتی بلکہ ایک مرتبہ پولیس بھی آگئی اور ان کو تو علم نہیں کہ گردوارہ جانے کے کیا آداب ہیں۔سر ڈھکنا ہے،جوتے اتار کر جانا ہے،وہ اسی طرح جوتوں سمیت گوردوارہ میں چلے آئے گوردوارے والے الٹا پولیس والوں سے لڑنے لگے۔کہ تم کیوں اس پاک جگہ پر جوتوں سمیت آئے ہو۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی کہ تم جوتے لے کر اندر آ گئے تم نے ہمارے مذہب اور گوردوارے کی توہین کی ہے۔پولیس والا بولا تم یہ کیا گوردوارہ میں کر رہے ہو،خود تم لڑائی جھگڑا مار کٹائی کر رہے ہو اور ہمیں کہتے ہو کہ ہم نے گوردوارے کی توہین کی ہے۔اس دن میں نے معافی مانگی

اور کہا کہ میں آئندہ اس قسم کے کاموں کا حصہ نہیں بنوں گا اور یہ لوگ جو کرسیوں پر چڑھ بیٹھتے ہیں اپنی گدیاں بنانے اور جائیدادیں بنا رہے ہوتے ہیں یہ چیزیں ہیں۔ پھر میں اپنے اردگرد دیکھتا تھا کتنی جنگیں ہو رہی ہیں 2005۔2006 کا زمانہ تھا بم دھماکے ہو رہے تھے۔ شیعہ سنی فسادات ہو رہے ہیں اور اتنی موتیں ہوگئیں۔ مَیں نے مذہب کو بلیم کیا۔ سارے مذاہب کے لوگ چور ہیں مذہب تو چور نہیں ہوسکتا اور فیصلہ کیا کہ آج سے میں ایتھنیسٹ ہوں، ملحد ہوں دہریہ ہوں نہ خدا ہے نہ اس کا کوئی مذہب ہے۔ جان چھوڑو۔ بس مَیں ہوں مجھے کسی سے لین دین نہیں ہے الگ تھلگ۔ کھایا پیا۔ سوئے جاگے۔ یونیورسٹی گئے پڑھا واپس آئے۔ مووی دیکھی ڈرائیو کی واپس آ کر سو گئے۔ ایک دن میں نے اپنے ایک دوست سے بات کی کہ زندگی بدمزہ ہوگئی ہے۔ وہ کہنے لگا تم اگنوسٹ ہو جاؤ یعنی یہ کہو کہ خدا ہے لیکن میرا کوئی مذہب نہیں۔ میں نے کہا یہ گڈ آئیڈیا ہے ٹھیک ہے کہ مَیں بچپن میں خدا سے باتیں کرتا تھا۔ مثلاً راہ چلتے ہوئے کہنا واہ گرو ایسے ہو جائے، ویسے ہو جائے، کمیونیکیشن کرتا تھا گویا میں خدا کو پیغام دیتا تھا۔ مَیں نے دوست کے کہنے پر کچھ عرصہ یہ کیا۔ گھر والے کہتے تھے، چلو گوردوارہ۔ تو مَیں کہتا نہ میں نہیں جاتا۔ اور مَیں نے گھر والوں کو بتادیا تھا کہ میرا کوئی مذہب نہیں مندر نہ گوردوارہ نہ گرجا مسجد میں تو کبھی نہیں گیا۔ میرے دوست نے گھر بنایا تو کہا سب گوردوارے چلتے ہیں۔ مَیں ان کے ساتھ گیا مگر گوردوارے میں نہیں گیا باہر ہی کھڑا رہا۔ اور کہا مَیں ان چیزوں سے دور ہوں۔

ماہ جون 2006ء کی بات ہے انڈیا جانا تھا۔ میرے احمدی دوست مجھے کہنے لگے کہ (چونکہ انہیں علم تھا میں امرتسر سے ہوں) قادیان جا سکتے ہو۔ میں نے کہا وہ کدھر ہے بتایا وہ امرتسر کے پاس ہے زیادہ دور نہیں ہے۔ گورداسپور کے ضلع میں آتا ہے بٹالہ کے پاس ہے۔ مَیں نے کہا بٹالہ تو دور نہیں ہے۔ تو کیا آپ قادیان جا سکتے ہیں انہوں نے کہا کہ جن کو ہم مانتے ہیں ان کی قبر ہے وہاں جائیں تو ان کی قبر کی ویڈیو بنا لائیں میں نے کہا یہ تو کوئی مسئلہ نہیں میں جاؤں گا اور ویڈیو بنا لاؤں گا میں انڈیا پہنچ گیا۔ (جاری ہے)

❁❁❁❁❁❁❁

فضائل قرآن مجید

محترم جناب امین اللہ خان صاحب سالک

ملحوظ ہے اک خاطر استاد وگرنہ
کچھ علم ہی پختہ ہے نہ انداز و روانی
قرآں ہے کہ سرچشمۂ اوصاف و کمال
قرآں ہے کہ گنجینۂ اسرار و معانی
ہر سورت قرآں ہے کہ اک سورت بے مثل
یہ ذکر و بیاں بہجت صوتی و لسانی
اس حسن سے محروم ہیں توریت و اناجیل
جس حسن مکمل کی ہے یہ زندہ نشانی
درجات و مساوات و مواخاۃ و مناجات
اللہ کی آیات ۔ نہ قصہ نہ کہانی
بن جاتا ہے قرآں کی ہدایت سے خدا دار
وارفتۂ اصنام، گنہگارِ شبانی
اس دور میں قرآں کی ہے یہ شان کرامت
دمساز ہے کلبانگ مسیحائے زمانی
ٹامس کو نہ کچھ علم ہوا نظم جہاں کا
حقاً کہ یہی ایک ہے آئین جہانی
دیکھیں نہ اگر وہ تو قصور ان کا عیاں ہے
یہ مہر جہاں تاب سدا نور فشانی

(الفرقان ربوہ صفحہ 2۔ اکتوبر 1967ء)

قریش مکہ جیسے مکفرین

رجل خوشاب

احمدیہ مسلم جماعت کے خلاف پاکستان میں اس قدر نفرت اور بغض پھیل چکا ہے کہ لوگ جماعتِ احمدیہ کے حق میں بات کرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں۔لوگ بات کرنا چاہتے ہیں،لوگ جماعتِ احمدیہ پر اٹھنے والے ظلم پر بات کرنا چاہتے ہیں، جو جماعتِ احمدیہ کے خلاف ظلم کیا جاتا ہے، جو تشدد کیا جاتا ہے اور جو اس طرح کا آئین بنایا گیا ہے اور جو اس طرح کی باتیں بیان کی گئی ہیں،لوگ اس کے اوپر بات کرنا چاہتے ہیں لیکن بیچارے ڈر کے مارے بات نہیں کرتے کہ اگر ہم نے کوئی بات کر دی جماعتِ احمدیہ کے حق میں تو ہمارے اوپر کفر کا فتویٰ لگ جائے گا یا ہمارے خلاف جو ہے وہ کوئی عاشقِ رسول اٹھے گا، جو نام نہاد عاشقِ رسول ہیں وہ اٹھیں گے اور فتویٰ داغ دیں گے اور ہمیں مار دیں گے۔تو یہ پاکستان میں ایک بدترین المیہ بن چکا ہے جس کے خود لوگ گواہ بھی ہیں کہ پاکستان میں ہر بندہ اٹھ کر دوسرے بندے سے پیسے بھی لینے ہوں،کوئی ذاتی تنازع ہو،کوئی ذاتی رنجش ہو،کوئی ذاتی مسئلہ ہو تو اس کے اوپر گستاخِ رسول کا فتویٰ لگا کے اس کو مار دیا جاتا ہے۔

جماعتِ احمدیہ کے متعلق بھی بات کرنے والا جو بھی جماعتِ احمدیہ کے حق میں بات کرتا ہے اس کو یہ قادیانی نواز اور خود قادیانی بنا دیتے ہیں۔حتیٰ کہ پہلے انجینئر محمد علی مرزا نے جو جماعتِ احمدیہ کے بارے میں انتہائی نرم گوشہ رکھا ہے تو اس کے اوپر بھی قادیانی ہونے کا الزام لگ گیا کہ یہ بندہ بھی قادیانی ہے اور پھر بعد میں اس نے ان لوگوں سے ڈرتے ہوئے، ان لوگوں سے ڈرتے ہوئے جماعتِ احمدیہ کے خلاف بغض جو ہے وہ بکنا شروع کر دیا ہے، بغض جو ہے اس کے دل میں پیدا ہو گیا ہے اور اس نے مغلظات بکنی شروع کر دیں اور حتیٰ کہ اپنے چینل کے اباؤٹ (About) میں بھی جماعتِ احمدیہ کے خلاف تحریر لکھی ہے تاکہ وہ لوگوں کو باور کرا سکے کہ بھائی میں احمدی نہیں جے، میں قادیانی نہیں جے، میں تو پکا پیڈا مجاہدِ ختمِ نبوت ہوں اور پھر جماعتِ احمدیہ کے خلاف جو ہے وہ ویڈیو بنانی شروع کر دیں صرف یہ یقین دلوانے کے لیے کہ میں قادیانی نہیں ہوں، میں احمدی نہیں ہوں، اس لیے اس نے اس طرح کی ویڈیو بنانی شروع کر دیں۔

اب تابش ہاشمی کا ایک پروگرام چل رہا تھا لائیو جس میں اس نے ایک کراچی کا ایک دوست تھا اس کو لائیو لیا اور وہ ایک واقعہ بیان کر رہا تھا کہ احمدی مسلمان کس قدر مہذب ہوتے ہیں اور کس قدر ان کا اخلاق نمایاں ہوتا ہے، وہ ایک واقعہ کو کوٹ (Quote) کر رہا تھا۔سب سے پہلے آپ یہ واقعہ سنیے:

میں پنڈی سے آیا ہوا تھا کراچی تو میں نے صبح دیکھا شور ہو رہا ہے، بحث چل رہی ہے، دیکھا باقاعدہ بحث چل رہی ہے ہماری جو رشتہ دار خاتون تھی ان کی اور سامنے والوں کی۔تم اٹھاؤ گی، تم اٹھاؤ گی، تم اٹھاؤ گی، یہاں وہ قادیانی انٹی ان کی باہر نکلی، پورا محلہ ہی باہر نکل چکا تھا۔یار انہوں نے ان کی بحث سنی، وہ اندر گئی وہ بندی، اس نے گلوز پہنے، اس نے جھاڑو اٹھائی، اس نے ڈسٹر اٹھایا، وہ باہر آئی اور اس نے پورا صاف کیا، اس نے ڈسٹر میں بھرا اور وہ سامنے کونے میں پڑا ہوا تھا وہ کچرے کا ڈبہ اور اس میں پھینک کے آئی۔اس نے کچھ بھی نہیں کہا، سب کو سلام کیا، واپس اندر چلی گئی۔اب سب لوگ،

اب سب چپ کھڑے ہوئے، کیا بولیں؟

اب تعریف بھی نہیں کر سکتے۔ اب بھئی یہ ایک بہت اچھا انسیڈنٹ (Incident) آپ نے سنایا۔ اب یہ اس کے اوپر نہ میں آنٹی کی تعریف بھی نہیں کر پاؤں گا کیونکہ آپ کو پتہ ہے، نہیں کر سکتے نا، عقائد اپنی جگہ ہے، بٹ (But) لیکن یار ایک بندے کا ایک عمل ہی تو ہے۔ انفار چونیٹ (Unfortunate) ہے ہم نہیں کر پائیں گے، ہماری کمزوری ہے۔

جی یہ وہی تابش ہاشمی صاحب ہیں جن کا پروگرام لگتا ہے۔ ''ہنسنا منع ہے'' جو جیو نیوز پر لگتا ہے اور ان کا اپنا الگ سے بھی ایک جو ہے وہ چینل کا نام بن چکا ہے ''ہنسنا منع ہے'' اس کے اوپر ان کا پروگرام نشر الگ سے ہوتا ہے۔ تو یہ وہ بندے ہیں جنھوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ ہمارا یہ المیہ بن چکا ہے اور یہ ہماری بہت بڑی کمزوری ہے کہ ہم جماعتِ احمدیہ کے حق میں بات بھی نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مخالفینِ احمدیت نے اس قدر فتوے اور اس طرح زبان درازی اور اس طرح C-298 اور اس طرح کے قانون بنائے ہوئے ہیں جماعتِ احمدیہ کے خلاف کہ اللہ تعالیٰ معاف کرے، اللہ حافظ۔

اور دوسری سب سے بڑی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ نہ جماعتِ احمدیہ کے حق میں بات کریں اور جب جماعت کے حق میں بات کریں گے تو لوگوں کو پتہ لگے گا کہ احمدی تو حقیقتاً مسلمان ہیں اور جو نبی اکرم ﷺ نے تعلیمات دی تھیں اس کے عین مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔ تو جب یہ باتیں ان کے ذہن میں پڑیں گی تو پھر وہ جماعتِ احمدیہ کے لٹریچر یا جماعتِ احمدیہ کی تعلیمات پڑھیں گے یا ان کو پڑھنے کی کوشش کریں گے۔ تو اس لیے ان لوگوں نے پہلے سے ہی یہ قانون بنا دیا ہوا ہے کہ نہ کسی نے جماعتِ احمدیہ کے حق میں بات کرنی ہے اور نہ کسی نے جماعتِ احمدیہ کی طرفداری کرنی ہے۔ اگر کوئی کرے گا تو اس کے اوپر یہ یہ قانون جو ہے وہ امپلیمنٹ (Implement) ہوگا کیونکہ قادیانیوں کے حق میں بات کرنے والا بھی قادیانی ہی گردانا جائے گا۔

اس لیے ان لوگوں نے چاروں طرف سے اپنے تئیں راستہ بند کرنے کی کوشش کی ہے کہ کسی طریقے کوئی بندہ احمدیہ عقائد کی طرف پہنچ نہ سکے، احمدیہ کتب کی طرف پہنچ نہ سکے۔ کبھی جماعتِ احمدیہ کی کتب پر پابندی، کبھی جماعتِ احمدیہ کی ویب سائٹ پر پابندی، کبھی جماعتِ احمدیہ کی تبلیغ پر پابندی اور پھر اس کے بعد سب سے بڑا جو خطرناک مسئلہ بن چکا ہے وہ یہ ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے حق میں بات کرنے تک کو ان لوگوں نے جو ہے وہ جرم تصور کر دیا گیا ہے۔

پاکستان میں کتنے لوگوں نے احمدیوں کے حق میں بات کی؟ مثلاً سلمان تاثیر نے کوئی جماعتِ احمدیہ کے حق میں بات نہیں کی تھی لیکن اس کے باوجود، اس کے باوجود اس کو جو ہے وہ مار دیا گیا کیونکہ اس نے C-298 کے بارے میں بات کی تھی اور اس نے اس کو کالا قانون کہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہر بندہ کسی بھی بندے کے اوپر منہ اٹھا کے فتویٰ داغ دیتا ہے، فتویٰ لگا دیتا ہے کہ یہ بندہ گستاخِ رسول ہے، اس نے گستاخی کی ہے، اور کہنے والا گو خود گستاخِ رسول ہو لیکن اس نے فتویٰ لگا دیا۔ لیکن فتویٰ لگانے کی وجہ سے اس اگلے بندے کی جو زندگی ہے وہ جہنم بن گئی اور اجیرن بن گئی، اس کو جیل میں ڈال دیا گیا اور ساری زندگی اس کو وہاں پر سڑنے گلنے کے لیے رکھ دیا اور بعد میں اس کو جو ہے وہ پھانسی دے دی یا اس کو مار دیا گیا۔ تو یہ اتنا خطرناک المیہ ہے جس کے متعلق بات کی گئی، اس کو بھی یہ کہا گیا اور اس کو مار دیا گیا۔

تو پاکستان میں جو بندہ بھی جماعتِ احمدیہ کے حق میں بات کرتا ہے ان کے لیے وہ بندہ وبالِ جان بن جاتا ہے اور وہ بندہ جو ہے... اب ساحل عدیم

اس بندے کو بھی پہلے یہ قادیانی بنا دیا گیا کہ یہ بندہ بھی قادیانی ہے۔اب جس بندے کی کتاب سے کوئی ایسا عقیدہ کوئی ایسی بات پیش ہو جائے تو اس بندے کے اوپر بھی قادیانی ہونے کا فتویٰ لگ جاتا ہے۔ابنِ عربی کی کتاب کو ہی جناب موضوع قرار دیا گیا کہ وہ من گھڑت کتاب ہے، قادیانیوں نے گھڑی ہوئی ہے۔ یہ مفتی سید احمد اسعد صاحب نے فتویٰ دیا تھا کہ وہ قادیانیوں نے کتاب گھڑی ہوئی ہے، وہ ابنِ عربی جو ہے وہ بھی جعلی کتاب ہے، وہ ابنِ عربی کی کتاب ہے ہی نہیں ''فتوحاتِ مکیہ''۔تو اس طرح کی باتیں اور اس طرح کے فتوے بیچارے سمجھ نہیں آتی کہ جماعت کے بغض میں اس حد تک آگے نکل جاتے ہیں کہ ان کو نہیں پتہ چلتا کہ ہم جماعت کے خلاف بات کر رہے ہیں یا ہم نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے خلاف یا ان کے کردار کے خلاف بات کر رہے ہیں۔قرآن پاک سے بالکل ہٹ جاتے ہیں، قرآن پاک سے کوسوں دور نکل جاتے ہیں صرف اس لیے کہ جماعتِ احمدیہ کی کسی نہ کسی طریقے مخالفت کرنی ہے۔

ہم تو کہتے ہیں کہ اگر آپ لوگوں نے جماعتِ احمدیہ کے کردار پر بات کرنی ہے، جماعتِ احمدیہ کے عقائد و نظریات پر بات کرنی ہے تو ون سائیڈڈ (One-sided) گفتگو نہ سنیں، یعنی اگر کسی مولوی نے کوئی بات کر دی ہے، کسی مولوی نے کوئی بیان دے دیا جماعتِ احمدیہ کے خلاف تو اس کی خود تحقیق کریں کہ آیا جو یہ بات بندہ کر رہا ہے کیا یہ جماعتِ احمدیہ کا عقیدہ ہے بھی یا نہیں ہے۔اگر جماعتِ احمدیہ کی کتاب میں یہ تحریر موجود ہے تو اس کا سیاق وسباق کیا ہے؟ اس کی تشریحات اور توضیحات کیا ہیں؟ کیا آپ کو یہ حق نہیں حاصل ہوتا کہ آپ کسی دیو بندی یا وہابی یا بریلوی کی کوئی تحریر پڑھیں تو آپ اس بندے سے جاکے پوچھیں کہ بھائی آپ کی کتاب سے میں نے یہ تحریر پڑھی ہے تو اس کا مطلب کیا ہے، اس کا منشا کیا ہے، اس کا مقصد کیا ہے؟

تو بھائی آپ جماعتِ احمدیہ کے خلاف اگر کوئی بات سنتے ہیں یا کوئی ویڈیو دیکھتے ہیں یا کوئی بیان سنتے ہیں تو اس کی تصدیق آپ جماعتِ احمدیہ سے کروا سکتے ہیں، کسی مولوی یا کسی دیو بندی یا کسی بریلوی یا کسی وہابی یا کسی شیعہ سے نہیں کروا سکتے۔احمدی کی تحریر ہے تو احمدی ہی اس کا جواب دے سکتا ہے۔غیر احمدی تو اس کی تاویل کرے گا، اس کے اوپر جو ہے وہ ایسی تطبیق کرے گا، ایسی جو ہے اس کے اوپر تشریح کرے گا جو خود جماعتِ احمدیہ کے عقیدے کے خلاف ہو۔مثلاً میں اگر کسی دیو بندی یا بریلوی یا وہابی کی کوئی کتاب پڑھتا ہوں اور اس کے اوپر اپنے حاشیے لگا دیتا ہوں تو کیا آپ کو وہ حاشیے یا وہ بات میری طرف سے منسوب ہوگی جو میں نے دیو بندی یا وہابی یا بریلوی کی طرف منسوب کی ہے؟ اسی طرح ہی اگر کوئی بندہ جماعتِ احمدیہ کی نسبت کوئی بات منسوب کرتا ہے تو اس کی وضاحت جماعتِ احمدیہ کو حق ہے کہ وہ کرے نہ کہ اس بندے کو جو وہ بات بیان کر رہا ہے۔یہ ان کے اپنے مسلمہ اصول ہیں، یہ یہ بھی مانتے ہیں، یہ لوگ خود مانتے ہیں کہ اگر کسی بندے کی تحریر آپ نے پیش کرنی ہے تو اس بندے کا عقیدہ آپ نے نہیں چھپانا، اس بندے کا موقف آپ نے اس تحریر کے متعلق نہیں چھپانا۔لیکن یہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو کرتے ہیں۔

تو بہر حال یہ ایک المیہ تھا جو آپ کے سامنے دکھایا کہ جماعتِ احمدیہ کے حق میں لوگ بات کرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں۔اب تابش ہاشمی جیسا بندہ بھی یہ بات بیان کر چکا ہے کہ بھائی یہ ہماری بہت بڑی کمزوری ہے کہ ہم جو ہے اس کے اوپر بات نہیں کر سکتے، اس کی تعریف بھی نہیں کر سکتے۔اللہ تعالیٰ ہمارے مخالفین کو سمجھنے کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں حق بات کہنے کی توفیق دے۔آمین ثم آمین۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

یہ نظم سنگاپور میں دو یورپین پادریوں سے ایک مباحثہ کے تاثرات پر مشتمل ہے مباحثہ کا عنوان تھا ''دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا یا عیسائیت''

شکست دیں گے اب اہلِ باطل کو نونہالانِ احمدیت

مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری

(ایڈیٹر)

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا ئے واحد سے لو لگا لو	ہے وقت اب بھی کہ گامزن ہو کے راہِ حق پر اسے منا لو
نہیں کوئی اس کو جننے والا کسی کو اس نے جنا نہیں ہے	کوئی زمیں پر یا آسمانوں میں اس کا بیٹا بنا نہیں ہے
بھڑک اٹھا اس کا قہر جس دن تمہارے ایوان پھونک دے گا	تمہیں خبر دار کر رہا ہوں وہ آگ میں تم کو جھونک دے گا
تمہاری سب مشکلات کا حل رسولِ یثربؐ کے دین میں ہے	تمہاری بیماریوں کا درماں انہیں کی شرعِ متین میں ہے
پہنچنے والے ہو گرچہ تم اڑ کے آسمانوں کی بستیوں میں	مگر یہ ڈر ہے وہاں سے بھی آ گرو گے دھرتی کی پستیوں میں
جہاں کی مایا سمیٹ کر بھی شکم تمہارے بھرے نہیں ہیں	ہے کھوٹ ہی کھوٹ نیتوں میں تمہارے وعدے کھرے نہیں ہیں
ڈرو خدا سے، نہ ہرگز اتراؤ اپنے سامانِ حرب پر تم	لرز اٹھو گے بس ایک ہی سوطِ آسمانی کی ضرب پر تم
یہ سبمرینیں سمندروں میں، یہ ایٹمک بم یہ سیٹلائٹیں	کہیں نہ خود تم کو سب سے پہلے تمہارے ہاتھوں ہی ختم کر دیں
جو مجھ سے پوچھو تو میں بتا دوں جہاں میں کیا انقلاب ہوگا	عروجِ قسمت میں کس کی لکھا ہے کون اب کامیاب ہوگا
میں دیکھتا ہوں زمانہ اب راستی کے سانچوں میں ڈھل رہا ہے	نئے تقاضوں کے زیرِ داماں مزاجِ انساں سنبھل رہا ہے
یہ دور اب عنقریب اسلام کے تمدن کا دور ہو گا	بلند و بالا جہاں میں قرآن صاحب غار
شکست دیں گے اب اہلِ باطل کو نونہالانِ احمدیت	صلیبیوں کا غرور توڑیں گے نوجوانانِ احمدیت
نظامِ عالم پہ محمدؐ کے دین کا اقتدار ہو گا	اٹھیں گے حسنِ ازل سے پردے اور عام دیدارِ یار ہو گا
رسولِ بطحاؐ کے فیض سے مستفیض سارا جہاں ہو گا	نئی زمیں ہو گی پھر یہاں اور نیا ہی اک آسماں ہو گا
کئے تھے وعدے جو حق نے ارضِ حرم میں سردارِ دو جہاںؐ سے	وہ کر دیئے ہیں اب اس نے پورے مجدد و مہدیِ زماں سے

میں عاشقِ دینِ مصطفیٰؐ ہوں، ہے اس کی تبلیغ کام میرا
فرنگیو! کس طرف ہو آؤ سنو یہ دلکش کلام میرا

(الفرقان ربوہ صفحہ 20 جنوری 1968ء)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

سوانح حیات

شیخ محمد احمد پانی پتی

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو برعظیم ہند و پاکستان کے علماء وصوفیاء میں ایک امتیازی مرتبہ حاصل ہے۔آپ کی پیدائش مشرقی پنجاب کی ریاست پٹیالہ کے ایک مشہور شہر سرہند میں ہوئی۔آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ پیدائش سے پہلے آپ کے والد شیخ عبدالاحد نے جو خود بھی بہت عالم فاضل اور بزرگ شخص تھے،خواب میں دیکھا کہ:

''تمام جہان میں تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔سؤر، بندر، ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ یکا یک میرے سینے سے ایک نور نکلا جس سے ایک تخت نمودار ہوا۔اور اس پر ایک بزرگ تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ان کے سامنے تمام ظالم بے دین اور ملحد ذبح کیے جا رہے ہیں۔اور کوئی آواز دینے والا آواز دیتا ہے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔''

صبح اٹھ کر انہوں نے اس خواب کی تعبیر اپنے مرشد سے پوچھی، انہوں نے بتلایا کہ تمہارے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو ہندوستان سے الحاد اور بدعت کو دور کرے گا۔ چنانچہ 14 شوال 971ھ مطابق 26 جون 1564ء کو آپ کی پیدائش ہوئی۔

تعلیم اور درس وتدریس

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ نے اپنے والد ماجد سے تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں سیالکوٹ تشریف لے گئے اور وہاں کے کئی اہل کمال بزرگوں سے تفسیر، حدیث، فقہ اور معقولات کی کتابیں پڑھیں۔سترہ برس کی عمر میں تمام علوم سے فارغ ہو گئے۔کچھ مدت تک لوگوں کو درس وتدریس دینے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس کے بعد آپ اکبرآباد (آگرہ) تشریف لے گئے جو ان دنوں دارالسلطنت تھا اور ایک مدت تک وہاں قیام کیا۔

قیام اکبرآباد

قیام اکبرآباد کے دوران میں آپ کو ابوالفضل اور فیضی سے کئی بار ملنے کا اتفاق ہوا۔حالانکہ مذہبی معاملات میں حضرت احمد سرہندیؒ کو ان دونوں سے بے حد اختلاف تھا۔لیکن بایں ہمہ دونوں بھائی آپ کے تبحر علمی اور بے پایاں قابلیت کے معترف تھے۔ابوالفضل اہل علم کا بڑا قدردان تھا، علماء و فضلاء اس کے پاس کثرت سے آتے جاتے تھے، آپ بھی کئی بار اس کی مجلس میں آئے۔چونکہ وہ بھی آپ کی متعدد خوبیوں سے واقف تھا، اس لیے وہ آپ کا خاص پاس کرتا تھا، ابوالفضل کے بھائی فیضی کو آپ نے اس کی تفسیر بے نقط کے لکھنے میں بڑی مدد دی تھی، اور تفسیر کا ایک حصہ اسے لکھ کر دیا تھا۔ اسی دوران میں آپ نے کئی رسائل عربی اور فارسی زبان میں لکھے۔

کچھ عرصہ کے بعد آپ کے والد صاحب آپ کو آگرے جا کر بلا لائے، اور آپ نے سرہند میں سکونت اختیار کر لی۔

حضرت باقی باللہؒ کی بیعت

والد کی وفات کے بعد حج کے ارادہ سے گھر سے چلے، جب دہلی پہنچے تو وہاں حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے ملاقات ہوئی، حضرت خواجہ باقی باللہ نہایت بلند اور ولی کامل بزرگ تھے، آپ ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ کے بانی تھے۔خواجہ صاحب آپ سے بڑی شفقت سے پیش آئے، ان کی فرمائش پر آپ نے حج کا ارادہ ترک کر کے انہی کے پاس قیام کیا اور ان کی بیعت کر لی، خواجہ صاحب آپ کے جوش اور ذوق وشوق کی بڑی تعریف کرتے تھے، اور آپ کا بڑا احترام ان کے دل میں تھا، بعض دفعہ تو وہ آپ کا اس طرح ادب کرتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا حضرت امام ربانی مرشد ہیں اور وہ ان کے مرید۔ ڈھائی ماہ تک دہلی میں رہنے کے بعد آپ پھر سرہند تشریف لے گئے اور وہاں عوام کی تربیت واصلاح اور علائے کلمۃ الحق میں مشغول ہو گئے، دو دفعہ اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

سلسلۂ تبلیغ

حضرت خواجہ باقی باللہ کے انتقال کے بعد حضرت امام ربانی نے آپ کے کام کو بڑی وسعت دی۔ جہانگیر کا زمانہ تھا، آپ نے اراکین سلطنت کے ساتھ اپنے تعلقات بڑھائے اور پرزور خطوط میں انہیں شریعت کے احکام کو برقرار رکھنے اور ان کو ترویج دینے کی تلقین کی، ساتھ ہی عام تبلیغ اور رشد و ہدایت کا سلسلہ برابر جاری رکھا، آپ کی زبان اور قلم میں خدا تعالیٰ نے بڑی تاثیر رکھی تھی، لوگ جوق در جوق آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے لگے۔1619ء میں آپ نے ایک مرید شیخ بدیع الدین کو جہانگیر کے لشکر میں ارشاد وہدایت کے لیے بھیجا، انہی اگرچہ کافی کامیابی ہوئی، لیکن مخالفت بھی بڑی شدت سے ہوئی، اسی ضمن میں آپ کو بھی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونا اور پھر قید ہونا پڑا، اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

علماء کی شورش

جب حضرت امام ربانیؒ کا رسوخ بڑھنے لگا اور لوگ آپ کی پر معارف باتوں سے متاثر ہو کر کثرت سے آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے لگے، تو اس وقت کے درباری علماء کو بڑا فکر پیدا ہوا، کہ کہیں اسی طرح ہمارا اثر ورسوخ جو دربار میں اور عوام میں ہمیں حاصل ہے، چھن نہ جائے، وہ برابر اسی فکر میں رہنے لگے، کہ کوئی ایسی بات پیدا ہو جس سے ہم بادشاہ کو حضرت مجدد کے خلاف بھڑکا سکیں۔ انہی دنوں آپ نے ایک مکتوب تحریر فرمایا، جس میں اپنے عروج روحانی کا ذکر کیا، یہ مکتوب دفتر اول کا گیارھواں مکتوب ہے، اس میں آپ نے فرمایا تھا:

''دوسری عرض یہ ہے کہ اس مقام کے ملاحظہ کے وقت اور بہت سے مقام ایک دوسرے کے اوپر ظاہر ہوئے، نیاز و عاجزی سے توجہ کرنے کے بعد جب اس پہلے مقام سے اوپر کے مقام میں پہنچا، تو معلوم ہوا کہ حضرت ذوالنورینؓ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے، اور یہ مقام علی تکمیل وارشاد کا مقام ہے، اور ایسے ہی اس مقام سے اوپر کے دو مقام بھی جن کا اب ذکر ہوتا ہے، تکمیل و ارشاد کے مقام ہیں، اور اس مقام کے اوپر ایک اور مقام نظر آیا جب اس مقام میں پہنچا، تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام ہے، اور دوسرے خلفاء کا بھی وہاں عبور واقع ہوا ہے، اور اس مقام سے اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام ظاہر ہوا۔ بندہ اس مقام پر بھی پہنچا، اور اپنے مشائخ میں حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کو ہر مقام میں اپنے ہمراہ پاتا تھا، اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے، برائے عبور اور مقام اور سرور اور ثبات کے کچھ فرق اپنی ہے، اور اس مقام کے اوپر سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مقابل ایک اور نہایت عمدہ نورانی مقام کہ اس جیسا کبھی نظر نہ آیا تھا، ظاہر ہوا، اور وہ مقام اس مقام سے تھوڑا سا بلند تھا۔جس طرح کہ صفحہ کو سطح زمین سے ذرا بلند بناتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ وہ مقام محبوبیت کا مقام ہے۔ اور وہ مقام رنگین اور منقش تھا، اپنے آپ کو بھی اس مقام کے عکس سے رنگین معلوم کیا۔''

اس مکتوب کا تحریر فرمانا تھا کہ ایک شور برپا ہو گیا، علماء نے آپ کے خلاف کفر اور قتل کے فتوے دینے شروع کیے، عوام کو آپ سے منحرف کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ بادشاہ کو بھی آپ کے خلاف بھڑکانا شروع کیا، کہ سرہند کا ایک شخص اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبرؓ سے افضل سمجھتا ہے، اور ایسے دعوے کرتا ہے، جن سے کفر لازم آتا ہے، علماء کے علاوہ دوسرے اراکین سلطنت نے بھی بادشاہ کے کان بھرنے شروع کیے، کہ شیخ احمدؒ نے مجددیت کا دعویٰ کیا ہے، ہزاروں آدمی اس کے مرید ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا اثر حکومت کے لیے مضر ثابت ہو، چنانچہ جہانگیر نے حاکم سرہند کی معرفت آپ کو بلا بھیجا۔

جہانگیر کے دربار میں حاضری

جب آپ دربار میں حاضر ہوئے، تو بادشاہ نے پوچھا کہ کیا تم اپنے آپ کو حضرت صدیقؓ سے افضل سمجھتے ہو؟ آپ نے فرمایا۔ ''جب ہم حضرت علیؓ کو جو خلیفہ چہارم ہیں حضرت صدیقؓ سے افضل نہیں جانتے تو ہم خود کس شمار و قطار میں ہیں، کہ ان سے افضل ہوں گے۔''

بادشاہ نے کہا۔ ''تمہارے مکتوبات کیا کہتے ہیں۔'' فرمایا کہ ''مکتوبات میں سلوک اور عروج مقامات کا جو ذکر آیا ہے، یہ عروج صرف لحظہ بھر کا ہے۔'' بادشاہ نے پوچھا۔ ''وہ کس طرح؟'' فرمایا۔ ''بعینہٖ اسی طرح جس طرح تم کسی شخص کو اپنے پاس بلا کر سرگوشی کرو، تو ضرور ہے یہ شخص مقام ہفت ہزاری اور پنج ہزاری وغیرہ طے کرتا ہوا آئے گا۔ اور لحظہ بھر کی سرگوشی کے بعد پھر اپنے اصل مقام پر واپس آ جائے گا، ان عبور مقامات سے یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکل سکتا، کہ وہ شخص اب ہفت ہزاری وغیرہ مراتب سے بڑھ گیا ہے، ہمارا عروج بھی اسی طرح کا تھا، لحظہ بھر کے بعد ہم پھر اپنے مقام پر آ گئے۔''

بادشاہ کی اس جواب سے تسلی نہ ہوئی، مزید برآں لوگوں نے اسے بھڑکایا، کہ آپ ظل اللہ ہیں لیکن اس نے آئین دربار کے مطابق سجدہ نہیں کیا۔

بادشاہ نے آپ کو دوسری بار طلب کیا، اور آداب شاہانہ یعنی سجدہ کا مطالبہ کیا، لیکن آپ اس کو شرک سمجھتے تھے، آپ نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا، اور فرمایا: ''میں نے یہ عزم کیا ہوا ہے کہ سوائے خدائے عز و جل کے اور کسی کو سجدہ نہ کروں۔''

اسیری

جہانگیر یہ الفاظ سن کر غیظ و غضب سے بھر گیا، اور اس نے آپ کو اجین (گوالیار) کے قلعہ میں قید کر دیا، حضرت مجدد الف ثانیؒ کو قید کرنا جہاں جہانگیر کی پیشانی پر ایک نہ مٹنے والا داغ ثابت ہوا، وہاں یہی واقعۂ قید آپ کے لیے زیادہ ترقیات اور روحانی اصلاح کا باعث ہوا، خود آپ نے اپنے مکتوبات میں فرمایا ہے، کہ یہ قید اور مصائب میرے ایمان میں زیادتی اور مضبوطی کا باعث ہوئے۔ اور خدا تعالیٰ کی صفات کو کامل طور پر مشاہدہ کرنے کا اسی طرح موقعہ میسر آیا۔ قید خانہ میں بھی آپ نے ارشاد و ہدایت کا سلسلہ برابر جاری رکھا اور آپ کے فیض سے سینکڑوں فاسق و فاجر انسانوں کی زندگیاں سدھر گئیں۔ اور سینکڑوں غیر مسلم آپ کی تبلیغ سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

آپ ایک سال تک گوالیار کے قلعہ میں قید رہے۔ آخر جہانگیز کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور اس نے آپ کو رہا کر دیا۔ اور اجازت دی کہ چاہیں تو گھر چلے جائیں آپ نے لشکر کے ساتھ رہنا قبول کیا۔ اس طرح آپ کو سارے لشکر میں بلکہ ساری مملکت میں جہاں جہاں لشکر جاتا۔ تلقین وہدایت کا موقع ملتا رہا۔ لشکر کے ساتھ قیام کے دوران میں آپ کو بادشاہ کو تلقین کا بھی موقعہ ملتا۔ بادشاہ بڑے غور سے آپ کی باتیں سنتا۔ آپ کی باتوں سے اس کے دل میں مذہب کا بڑا جوش پیدا ہو گیا اور اب اس کی ترویج شریعت کا خاص خیال رہتا تھا۔

وفات۔ تین چار سال آپ بادشاہ کے لشکر میں رہے۔ لیکن بڑھاپا غالب آ رہا تھا۔ آپ بادشاہ سے اجازت لے کر سرہند تشریف لے گئے۔ جہاں

پہنچ کر آپ نے خلوت اختیار کی۔ کچھ عرصہ کے بعد 28 صفر 1034ھ مطابق 10 دسمبر 1624ء کو تریسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔(بحوالہ الفضل 22 مئی 1952ء صفحہ 5)

تصانیف

حضرت مجدد الف ثانی ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے۔آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

1۔مکتوبات امام ربانی: آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ قبولیت اور شہرت جس کتاب کو حاصل ہوئی، وہ مکتوبات ہیں۔آپ کی زندگی میں ہی ان مکتوبات کی نقلیں ہندوستان اور ہندوستان سے باہر دوسرے ملکوں میں پھیل گئی تھی۔جن لوگوں کو یہ خطوط لکھے گئے،ان لوگوں میں ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ شامل ہیں، یہ مکتوبات اکثر بیشتر تصوف کے مسائل پر مبنی ہیں،ان کو پڑھنے سے آپ کی قابلیت خدا تعالیٰ سے تعلق، راست خیالی اور سلیم الطبعی کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے،ان میں صدیوں کی پرانی گتھیوں کو شرع عقل و سمجھ کے موافق سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

مکتوبات امام ربانی آپ کی زندگی میں ہی مرتب ہو گئے تھے،ان کی تین جلدیں ہیں، دفتر اول جسے درالمعارف بھی کہتے ہیں،313 خطوط پر مشتمل ہے،اسے خواجہ یار محمد بدخشی نے ترتیب دیا ہے، پہلے بیس خطوط وہ ہیں، جو آپ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو تحریر فرمائے، پھر متعدد خطوط شیخ فرید اور دوسرے امرائے جہانگیری کے نام ہیں، جن میں انہیں ترویج دین کی تلقین کی گئی ہے، باقی خطوط میں سوالوں کے جواب اور علمی و مذہبی مسائل کی توضیح ہے۔

دفتر دوم: جس کا نام درالخلائق ہے، یہ 1019 ہجری میں مرتب ہوا، اسے خواجہ عبدالحی نے آپ کے دوسرے خلیفہ خواجہ محمد معصوم کے ایماء پر جمع کیا، اس میں ستانوے خطوط ہیں، بعض بڑے طویل خطوط ہیں، ان خطوط میں اسلامی عقائد اور مسائل تصوف کی توضیح ہے۔

دفتر سوم: جس کا نام معرفت الحقائق ہے، اسے خواجہ محمد ہاشم نے آپ کی وفات سے تین سال قبل 1031 ہجری میں ترتیب دیا، پہلے اس میں 15 خطوط تھے، آخری 9 خط بعد میں شامل کیے گئے، اس مجموعہ کے بہت سے خطوط اس وقت تحریر کیے گئے جب آپ قلعہ گوالیار میں قید تھے یا لشکر شاہی کے ہمراہ رہتے تھے، اس میں ایک خط جہانگیر کے نام بھی ہے، جس میں دعا کے اسرار اور علماء اور صلحاء کی تعریف بیان کی گئی ہے۔

2۔**درّ روافض**:۔ دو رسالہ آپ نے اپنے قیام اکبر آباد کے دوران میں لکھا ...... یہ اصل میں ایک رسالہ کا جواب ہے، جو شیعہ علماء نے علائے ماوراء النھر کو بھیجا تھا۔لیکن اس کی تصنیف کی فوری وجہ یہ تھی کہ شیعی علماء امراء و عوامی محفلوں میں اپنے عقائد کی ترویج کرتے تھے۔اگرچہ حضرت امام ربانی ان محفلوں میں بھی ان کی تردید کرتے تھے۔لیکن پھر آپ کو خیال پیدا ہوا۔کہ شیعی عقائد کی تردید کے لئے ایک مستقل رسالہ تالیف کیا جائے تا کہ عوام الناس شیعہ علماء کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں سے بچ جائیں۔

آپ کی باقی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔3۔مبدأ و معاد۔4۔ معارف لدنیہ۔5۔ مکاشفات غیبیہ۔6۔شرح رباعیات۔حضرت خواجہ باقی باللہؒ۔7۔ رسالہ تہلیلیہ 8۔ رسالہ فی اثبات النبوت 9۔رسالہ بسلسلہ حدیث

اوصاف حمیدہ

آپ صرف ایک زبردست عالم اور فاضل ہی نہ تھے۔ بلکہ روحانیت میں بھی آپ کو ایک بلند مقام حاصل تھا۔ایک پاکباز انسان میں جو صفات موجود ہونی چاہئیں۔وہ سب آپ میں موجود تھیں۔آپ کے اخلاق عالیہ میں جو چیز سب سے زیادہ ہمیں متاثر کرتی ہے۔وہ حق کے مقابلہ میں کسی انسان کی خواہ

وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ پروانہ کرنا ہے۔

ابوالفضل کا دربار اکبری میں زبردست اثر واقتدار تھا۔اوراس سے بگاڑ پیدا کرنا موت کے منہ میں جانے کا مترادف تھا۔آپ کی اکثر اس سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ایک مرتبہ ابوالفضل نے فلسفیوں کی تاریخ اوران کے علوم کی تعریف شروع کی اوراس میں اس قدر مبالغہ کیا۔جس سے علمائے اسلام کی صریح ہتک ہوتی تھی۔آپ یہ برداشت نہ کر سکے اورفرمایا کہ حضرت امام غزالیؒ نے ایک رسالہ المنقذ من الضلال لکھا ہے۔جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ جن علوم کی ایجاد کا فلسفی دعویٰ کرتے ہیں۔ان میں سے جو کام کے ہیں۔مثلاً طب وغیرہ وہ انہوں نے قدیم انبیاءؑ کی کتابوں اوران کے کلام سے چرائے ہیں۔اورجوان کی اپنی ایجاد ہیں۔مثلاً ریاضی وغیرہ وہ کسی دینی کام کے نہیں۔

ابوالفضل نے جب یہ سنا تو اس کو بہت غصہ آیا۔اور کہنے لگا کہ غزالیؒ نے نامعقول بات کہی ہے۔یہ سن کر آپ نے فرمایا۔’’اگر اہل علم کی صحبت کا شوق ہے۔تو اپنی زبان کو اس قسم کے کلمات سے بند رکھو۔‘‘ یہ کہہ کر آپ اٹھ کر چلے آئے۔اورکئی روز تک اس کی مجلس میں نہ گئے۔حتی کہ اس نے خود آدمی بھیجا اور بہت کچھ عذر ومعذرت کر کے آپ کو اپنے پاس بلایا۔

اس کے بعد جب علماء اور درباری امراء کے بہکانے سے جہانگیر نے آپ کو اپنے دربار میں طلب کیا،تو قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی شخص دربار میں حاضر ہوتا تھا،تو وہ بادشاہ کے سامنے سر جھکاتا اور سجدہ کرتا تھا،لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا،اور بغیر کورنش اور سجدہ اور خلاف شریعت شاہی مراسم کے صرف سلام کر کے کھڑے ہو گئے،بادشاہ نے شاہی مراسم ادا کرنے اور سجدہ بجالانے کا حکم دیا،آپ نے جواب میں فرمایا،کہ سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں،مفتی عبدالرحمن نے جو اس وقت کے بہت بڑے علماء میں سے تھے اور دربار میں حاضر تھے،بادشاہ کو غصہ میں دیکھ کر آپ سے کہا،

’’میں فتویٰ دیتا ہوں،کہ بادشاہ کو سجدہ کرنا جائز ہے،اس لیے کہ جان کا خوف ہے اور جان بچانا فرض ہے۔‘‘

آپ نے فرمایا،بے شک جب جان کا خوف ہو،تو اس وقت سجدہ کرنا جائز ہے،مگر وہ آخری سجدہ بھی صرف خدا کی ذات کے لیے ہی ہے۔غرض یہ کہ بادشاہ نے اور مفتی صاحب نے بیحد زور دیا،مگر آپ نے ایسا کرنے سے صریحاً انکار کر دیا،آخر بادشاہ نے آپ کو قید خانہ میں ڈال دینے کا حکم دے دیا۔

قید خانہ میں مفتی عبدالرحمن اور شہزادہ خرم (جو بادشاہ بن کر شاہ جہاں کہلایا) آپ کے پاس گئے،اور کتب فقہ سے سجدہ کا جواز پیش کیا،اور کہا کہ معمولی سی بات ہے،ایک لمحہ کے لیے سر کو زمین پر رکھ دیجیے،تمام عمر کی مصیبت سے نجات مل جائے گی،مگر آپ نے اس پر بھی صاف انکار کر دیا۔

خدمات دینیہ

جس زمانہ میں آپ پیدا ہوئے،ہندوستان میں ضلالت اور گمراہی کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا،اکبر کا زمانہ تھا،اوراس کے’’دین الٰہی‘‘نے ایک زبردست مذہبی فتنہ پیدا کر دیا تھا،مسلمان دین سے بالکل بیگانہ ہو چکے تھے،اسلام کے احکام بالکل معطل ہو کر رہ گئے تھے،آپ نے اکبر کے درباری امراء مثلاً شیخ فرید خان اعظم اور دوسرے اکابر کو پے در پے خطوط لکھے جن میں ان کو اس بات کی تلقین کی گئی تھی کہ وہ شریعت اسلامیہ کو رائج کریں،اور بدعات کو چھوڑ دیں،ان پُر درد خطوط نے مسلمان امراء میں اپنے فرائض کا احساس کرایا،اوراکبری الحاد کا اسی زمانہ میں قلع قمع ہو گیا۔

آپ کے دل میں اسلام کا زبردست درد اور شریعت اسلام کی ترویج کی پُرجوش خواہش تھا،خطوط میں جہاں ذرا بھی گنجائش ہوتی اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے،اوراپنی اس خواہش کا اظہار بڑے زور اور ولولے سے کرتے۔

آپ کی کوششیں صرف مسلمانوں کے بااثر طبقے کو اپنے فرائض یاددلانے اور امراء کے خیالات کی اصلاح تک ہی محدود نہ تھیں،بلکہ آپ نے عامۃ

المسلمین بلکہ علماء اور صوفیہ کے خیالات کی بھی اصلاح کی۔ آپ نے اہل علم اور سنجیدہ طبقہ کے ذہنوں میں انقلاب پیدا کیا، اور صحیح اسلامی عقائد ان تک پہنچائے، آپ نے تصوف سے غیر اسلامی اور خلاف شریعت باتوں کو نکال کر صحیح اسلامی تصوف سے لوگوں کو روشناس کرایا۔

ایک اہم کام جو آپ نے کیا، وہ اسلام کا عام احیاء تھا، اکبر، ابوالفضل اور فیضی کے زیر اثر کئی لوگ اس بات کے قائل ہو گئے تھے، کہ صرف توحید پر ایمان لانا ضروری ہے، رسالت پر نہیں، اور اگر کوئی شخص محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی اور رسول مانے بغیر خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور وہ مسلمان ہی کہلائے گا، چنانچہ ابطال نبوت پر کئی کتابیں بھی لکھی گئیں۔ یہ عقیدہ اسلام کی جڑوں پر ضرب کاری لگانے کے مترادف تھا، آپ نے ان خیالات کی بڑی شدت سے مخالفت کی، ان لوگوں سے مناظرے کیے، اثبات النبوۃ کے نام سے ایک رسالہ لکھا، جس میں ابو الفضل وغیرہ کے خیالات اور اقوال کا رد کر کے رسول کریم ﷺ کی نبوت کو ثابت کیا، اور بتلایا کہ آپؐ کی نبوت و رسالت کا اقرار کیے بغیر کوئی شخص سچا مومن نہیں بن سکتا۔

آپ نے اسلام کا احیاء صرف کتابیں اور خطوط لکھ کر اور تقاریر اور مناظرے کر کے نہیں بلکہ اپنا پاک نمونہ لوگوں کو دکھا کر کیا، اس زمانہ میں ہندوستان مشائخ و علماء سے خالی نہیں ہو گیا تھا، بڑے بڑے علماء اور مشائخ اس عہد میں موجود تھے، اس عہد کی کتابیں اٹھا کر دیکھو، تو معلوم ہوتا ہے، کہ ہندوستان میں بجز عالموں اور پیروں کے اور کوئی نہیں بستا تھا، کوئی شہر اور کوئی گاؤں ایسا نہ تھا، جو خانقاہوں اور مدرسوں سے خالی ہو، لیکن ان ہزاروں عالموں اور پیروں کے موجود ہوتے ہوئے ہندوستان ہدایت سے خالی تھا، خانقاہوں اور سجادہ نشین کے سلسلوں کے جال میں پورا ملک جکڑا ہوا تھا۔ دوسری طرف عہد اکبری و جہانگیری کی بدعات پورے زور سے ملک میں ہر چہار طرف پھیل چکی تھیں، لیکن کسی عالم اور فقیہہ میں یہ جرات نہ تھی کہ وہ کھڑے ہو کر ان بدعات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا اور خلاف شرع امور کے انجام لانے سے صاف انکار کر دیتا، اکثر علماء اور فضلاء تو اسی کام میں خود بادشاہ کے شریک تھے، اور علی الاعلان فتوے دیتے تھے، کہ بادشاہ کو سجدہ کرنا جائز ہے، باقی جو تھے وہ عنقار زیر پر کئے ہوئے یا تو مدرسوں میں پڑھاتے رہے یا پھر موٹی موٹی کتابیں نئی نئی شرحیں اور حاشئے لکھتے رہے، اور بالتکفیر و تضلیل کے فتوؤں میں مشغول رہے جو اصلی کام تھا۔ وہ کسی نے بھی سرانجام نہ دیا۔ یہ سعادت حضرت امام ربانیؒ کے حصہ ہی میں آئی۔ اور آپ کے ہاتھوں وہ کام پورا ہوا۔ جس کے کرنے سے بڑے بڑے عالم، صوفی، شیخ اور محدث عاجز آ گئے تھے۔ (بحوالہ الفضل 23 مئی 1952ء صفحہ 5)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور احمدیت

قبل ازیں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی سوانح ان کی تصنیفات، ان کے اخلاق حسنہ اور ان کے کاموں کے متعلق بحث کی جا چکی ہے، جس سے قارئین کو آپ کے رتبہ جلیلہ کا کچھ اندازہ ہو گیا ہوگا، آپ ایک صاحب کمال، خدا رسیدہ بزرگ تھے آپ کی ذات والا صفات ہزاروں برکتوں کا مجموعہ تھی، خدا تعالیٰ سے آپ کو کامل تعلق تھا، اور اسی تعلق کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ان کو آئندہ ہونے والے بعض واقعات کی خبر بھی دے دی تھی، ان پیشگوئیوں میں ایک پیشگوئی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ظہور کی بھی تھی۔

پیشگوئی قیام سلسلہ احمدیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مبداء و معاد میں خدا تعالیٰ سے خبر پا کر فرماتے ہیں:

”واقول قولا عجبا لم یسمعه احد وما اخبر به مخبر باعلام الله تعالیٰ ایای و بفضله و کرمه: آنچہ بعد از ہزار و چند سال از زمانِ رحلتِ آنسرور علیہ وآلہ الصلوٰت والتحیات زمانے میاید کوحقیقتِ محمدی از مقامِ خود عروج فرماید و بمقام حقیقت کومتحد گردد۔ وایں زمان حقیقت محمدی حقیقت احمدی نام یابد۔ ومظہر ذات احد جل سجانہ گردد۔“ (رسالہ مبداء ومعاد صفحہ 58)

یعنی میں ایک عجیب بات خدا تعالیٰ کے خاص فضل اور اس کے خبر دینے سے بتا تا ہوں، جسے کسی نے نہیں سنا، اور نہ آج تک کسی خبر دینے والے نے اس کے متعلق خبر دی ہے، وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی رحلت سے ایک ہزار چند سال بعد ایک ایسا زمانہ آتا ہے۔ جبکہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقت کعبہ سے متحد ہو جائے گی، اس وقت حقیقت محمدی، حقیقت احمدی کے نام سے موسوم ہوگی، اور احمدیت خدا کی صفت احد کا مظہر ہوگی۔“

حقیقت محمدی کا اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقت کعبہ سے متحد ہو جانے کا یہ مطلب ہے کہ حقیقت محمدی جو اپنے اندر جلالی رنگ رکھتی ہے، حقیقت کعبہ سے جو خدائی فرمان مَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا کے ماتحت امن وسلامتی کی وجہ سے جمال الٰہی کا مظہر ہے، متحد ہو جائے گی، شان جلالی کے ظہور کے بعد اب شان جمالی کا ظہور ہوگا۔

اس پیشگوئی سے صاف ثابت ہو جاتا ہے، کہ اول امت محمدیہ میں ایک ایسے سلسلہ کا قیام ہوگا، جو احمدیت کے نام سے موسوم ہوگا۔

”ایں زمان حقیقت محمدی حقیقت احمدی نام یابد“ کا فقرہ اس امر پر صاف دلالت کرتا ہے، دوم یہ سلسلہ ایک ہزار برس گزرنے کے بعد قائم ہوگا۔

سوم ”مظہر ذات احد جل سجانہ گردد“ معلوم ہوتا ہے کہ جب عیسائی مذہب کو خوب فروغ حاصل ہوگا، جب تثلیث پرستی کی ظلمت خدا کی صفت احدیت پر چھا رہی ہوگی، خدا تعالیٰ اس سلسلہ کو قائم کر کے صلیبی مذہب کو پاش پاش کر دے گا، اور اس کے ذریعہ پھر دنیا میں خدا تعالیٰ کی توحید اپنی پوری شان سے جلوہ گر ہوگی۔

اس پیشگوئی کے ساتھ جب ہم مخبر صادق محمد مصطفیٰ ﷺ کی اس پیشگوئی کو ملاتے ہیں، جس میں حضور نے آنے والے مسیح کی علامات بیان کرتے ہوئے ایک علامت یکسر الصلیب بھی بیان فرمائی ہے، تو صاف طور پر پتہ چل جائے گا، کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اس پیشگوئی میں مسیح موعودؑ کے آنے اور اس کے ایک علیحدہ جماعت قائم کرنے کا ذکر ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور فرمانے اور جماعت احمدیہ کے قیام نے اس پیشگوئی کو پورا کر دیا، فالحمد للہ علی ذالك۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی جماعت کا نام جماعت احمدیہ اسی غرض کے لیے رکھا، جس غرض کا حضرت مجدد الف ثانیؒ کی پیشگوئی میں اشارہ فرمایا گیا ہے، یعنی اس جماعت کے ذریعہ دنیا میں محمد رسول اللہ ﷺ کی شان جمالی کا ظہور ہو، چنانچہ حضور اس غرض کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”اور اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے دو نام تھے، ایک محمد (ﷺ) دوسرا احمد (ﷺ) اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ پیشگوئی تھی کہ آنحضرت ﷺ ان دشمنوں کو تلوار کی سزا دیں گے، جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا، اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمدؐ جمالی نام تھا، جس کا یہ مطلب تھا کہ آنحضرت ﷺ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے، سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح تقسیم کی، کہ اوّل آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا، اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی، اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمدؐ کا ظہور ہوا، اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی، لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی، کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا، اور ایسا شخص ظاہر ہوگا، جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی، اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا، کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے، تا اس نام کو سن کر ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے کے لیے آیا ہے اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں، سوائے دوستو! آپ لوگوں کو یہ نام مبارک ہو، اور ہر ایک کو جو امن اور صلح کا طالب ہے، یہ فرقہ بشارت دیتا ہے۔نبیوں کی کتابوں میں پہلے سے اس مبارک فرقہ کی خبر دی گئی ہے، اور اس کے ظہور کے لیے بہت سے اشارات ہیں۔ زیادہ کیا لکھا جائے، خدا اس نام میں برکت ڈالے۔ خدا ایسا کرے کہ تمام روئے زمین کے مسلمان اسی مبارک فرقہ میں داخل ہو جائیں، تا انسانی خونریزیوں کا زہر بکلی ان کے دلوں سے نکل جائے اور وہ خدا کے ہو جائیں، اور خدا ان کا ہو جائے، اسے قادر کریم تو ایسا ہی کر'' (ضمیمہ نمبر 5 تریاق القلوب صفحہ 431)

اس پیشگوئی کے بیان کرنے کے بعد اب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بعض ایسے حوالہ جات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں، جو ان اعتراضات کو حل کرنے میں بہت مد ثابت ہو سکتے ہیں، جو نادان مخالف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور آپ کے دعووں پر کیا کرتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کی تحریرات کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ آپ مسلمانوں کی بدحالی اور دین سے انتہائی بے توجہی کی وجہ سے نبوت کی ضرورت کو بڑی شدت سے محسوس کرتے تھے۔

ضرورت نبوت کا احساس

آپ ایک مکتوب میں اپنے فرزند کو لکھتے ہیں:

''اے فرزند! این وقت آنست کہ در امم سابقہ دریں طور وقتی کہ پر از ظلمت ست پیغمبر اولوالعزم مبعوث می گشت و بنائے شریعت جدیدہ می گرد۔ دریں امت کو خیر الامم است و پیغمبر ایشان خاتم الرسل علماء مرتبۂ انبیاء دادہ اند واز وجود علماء بوجود انبیاء کفایت فرحودہ اند۔ دریں وقت عالمے عارفے تام المعرفت ازیں امت درکار ست کو قائم مقام انبیاء اولوالعزم باشد'' (بحوالہ تذکرہ از مولانا ابوالکلام صاحب آزاد صفحہ 257)

یعنی اے فرزند! یہ وقت وہ ہے، کہ امم سابقہ میں جب ایسی ظلمت کا زمانہ آیا کرتا تھا، تو خدا تعالیٰ اپنے کسی اولوالعزم پیغمبر کو مبعوث فرماتا تھا، اور ایک نئی شریعت قائم فرماتا تھا، یہ امت خیر الامم ہے، اور اس کا پیغمبر خاتم الرسل ہے، اس لیے اس امت کے علماء کو انبیاء کا درجہ دے دیا گیا ہے، اور علماء کا وجود انبیاءؑ کی جگہ کافی ہے، اس وقت اس امت کو ایک ایسے عارفِ کامل کی ضرورت ہے جو معرفت میں کمال حاصل رکھتا ہو، تا وہ اولوالعزم انبیاء کا قائم مقام بن سکے۔''

دیکھیے کس صفائی سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ نبوت کی ضرورت کا اقرار کیا ہے۔ اور فرمایا ہے، کہ اس وقت صرف وہی شخص امت کی اصلاح کے لیے کارآمد ہو سکتا ہے، جس میں نبی کی صفات پائی جاتی ہوں، سوچنے کی بات ہے، کہ آخر نبی کے آنے کی ضرورت کیا ہوتی ہے؟ پہلے زمانوں میں نبی اس لیے مبعوث کیا جاتا تھا، تا وہ ایک گمراہ قوم کو جو گناہوں کی پر ظلمت وادی میں بھٹکتی پھر رہی ہو۔ خدا تعالیٰ کے الہام کی روشنی دکھا کر اس کو اس اندھیری وادی سے باہر نکال لائے۔ آج ہر ایک شخص کو اس بات کا اقرار ہے، کہ یہ وہ زمانہ ہے، کہ اس جیسی گمراہی آج تک دنیا میں کبھی نہیں پھیلی، حضرت مجدد الف ثانیؒ نے تو صاف فرما دیا ہے، کہ وہ پر ظلمت زمانہ آ چکا ہے، جبکہ ایسے پر ظلمت زمانوں کے آنے پر خدا تعالیٰ امم سابقہ میں اپنے اولوالعزم انبیاءؑ کو مبعوث فرمایا کرتا تھا، پھر کسی قدر حیرت تعجب اور افسوس کی بات ہے، کہ ان تمام باتوں کے تسلیم کرنے کے باوجود آج مسلمان کسی کے آنے سے صریح منکر ہیں، کیا ان کے خیال میں خدا تعالیٰ نعوذ باللہ اتنا ظالم ہے، کہ پرانے وقتوں میں تو گمراہی کا زمانہ آنے پر وہ پے در پے نبی دنیا کی اصلاح کے لیے بھیجا کرتا تھا، مگر اب وہ اپنے بندوں کی حالت سے اتنا غافل اور بے پرواہ ہو گیا ہے کہ جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی۔ ایسی گمراہی کا زمانہ آج تک نہیں آیا

تھا۔مگر پھر بھی ان کی اصلاح کے لئے وہ اپنے کسی بندہ کو نبی بنا کر نہیں بھیج سکتا۔کیا یہ عقیدہ رکھنے سے یہ بات صاف طور پر ثابت نہیں ہو جاتی۔کہ ہمارے مخالفین کے نزدیک خدا تعالیٰ کو نعوذ باللہ اپنے بندوں کی ہدایت کی کوئی پروا نہیں رہی۔اور اس نے خود ان کو کھلا چھوڑ دیا ہے کہ وہ جو چاہئیں کرتے پھریں۔ان سے کوئی پرسش نہیں کی جائے گی۔اور ان کی ہدایت کے لیے کسی کو نہیں بھیجا جائے گا۔سُبۡحَانَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ۔

سمجھ میں نہیں آتا،کہ جبکہ حضرت مجددؒ کے اس حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ پرانی قوموں پر ایسا وقت پڑنے پر ان میں خدا تعالیٰ نبی مبعوث فرمایا کرتا تھا،تو اب محض علماء کے ذریعہ اس عالمگیر گمراہی کا کس طرح علاج ہوسکتا ہے۔اس کے لیے تو یقیناً کوئی نبی ہی آنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے،کہ لوگوں کے دل اب بھی یہی گواہی دیتے ہیں،کہ اس زمانہ کی اصلاح کسی عالم،فقیہہ،مجتہد،محدث یا محض مجدد کے بس میں نہیں،اس کی اصلاح اگر کوئی کرسکتا ہے۔تو نبی ہی کرسکتا ہے۔مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے نہ آنے کا خیال ان کے دلوں میں بغیر کسی دلیل کے اس طرح جاگزیں ہے،کہ باوجود اندرونی آواز کے وہ اس کا کھلم کھلا اقرار نہیں کرتے۔اور ایک نہایت گمراہ کن عقیدہ کی پیروی کر رہے ہیں۔کیا مولانا حالی کے مندرجہ ذیل اشعار اسی حقیقت کی غمازی نہیں کر رہے؟

نبوت نہ گر ختم ہوتی عرب پر	کوئی ہم پہ مبعوث ہوتا پیمبر
تو ہے جیسے مذکور قرآں کے اندر	ضلالت یہود اور نصاریٰ کی اکثر
یونہی جو کتاب اس پیمبر پہ آتی	وہ گمراہیاں سب ہماری بتاتی

یہاں بھی کس صفائی سے نبوت کی ضرورت کا اقرار واضح ہوتا ہے۔مگر افسوس ہماری قوم پر کہ باوجودیکہ زمانہ پکار پکار کر نبی کی ضرورت کا اعلان کر رہا ہے،ان کے دل بھی اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں،مگر پھر بھی زبانوں سے یہی کہا جا رہا ہے،کہ اب کوئی ضرورت نہیں۔نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے،اور جو شخص خدا تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت کو جاری یقین کرتا اور اس دروازے کو کھلا جانتا ہے۔وہ کافر ہے پکا کافر ہے۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

(بحوالہ الفضل 7 جون 1952ء صفحہ 5،6)

اس زمانہ کی اصلاح کسی عالم کے بس میں نہیں:

یہ امر کہ اس زمانہ کی اصلاح کسی عالم فقیہہ،مجتہد،محدث یا ولی کے بس میں نہیں۔اس امر کو حضرت مجدد نے بھی بیان فرمایا ہے،آپ مکتوبات کی دوسری جلد کے چوتھے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''از حق الیقین وعین الیقین چہ گوید؟ واگر گوید کہ فہم کند؟ ایں معاملات از حیطۂ ولایت نیست ارباب ولایت بہ رنگ علماء ظواہر در ادراک عاجز اند ایں کار مقتبس از مشکوٰۃ نبوتست کہ بعد از تجدید الف ثانی بہ تبعیت ووراثت تازہ گشتہ''

یعنی حق الیقین اور عین الیقین سے کون کہتا ہے۔اور اگر کوئی کہے بھی۔تو سمجھتا کون ہے؟ یہ معاملات کسی ولی کے بس میں نہیں۔آج کل کے ارباب ولایت بھی ظاہری علماء کی طرح اس امر کے ادراک سے عاجز ہیں۔یہ معاملہ تو نبوت کی روشنی سے ہی سرانجام دیا جاسکتا ہے۔کہ دوسرے ہزار سال کا تجدید کے بعد نور وراثت سے تازہ ہو گیا ہے''

حقیقت یہی ہے کہ جب کسی عظیم الشان انسان کے ظہور کا زمانہ ہوتا ہے۔تو گمراہی اور فسق و فجور کا طوفان اس حد تک بڑھ جاتا ہے،کہ اس کے روکنے

سے ایک معمولی آدمی ....قطعاً عاجز ہوتا ہے۔ اس کے لیے تو ایک ایسے ہی آدمی کی ضرورت ہوتی ہے، جو روح القدس سے تائید یافتہ ہو، وحی الٰہی کے پانی سے سیراب، اور مشکوٰۃ نبوت سے فیضیاب ہو۔ وہ آدمی لازماً نبی ہی ہوسکتا ہے۔ اس وقت کے علماء فضلاء اور وہ اشخاص جن کو روحانی بصیرت کا دعویٰ ہوتا ہے، دوسروں کے رنگ میں رنگین ہوکر ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر **ضلوا فأضلوا** کے مصداق بن چکے ہوتے ہیں، پھر ان سے یہ امید کس طرح رکھی جاسکتی ہے، کہ وہ اس نازک اور پُرہول وقت میں امت کی اصلاح کا کام سنبھال سکیں گے، یہ کام تو وہی کرسکتا ہے۔ جس کو خدا نے خود اپنے ہاتھ سے کھڑا کیا ہو۔ اور وہ خود ہی اس کو ہدایتیں بھی دے۔

غور کیجیے، حضرت امام ربانی کے اس قول کے مقابلہ میں ان لوگوں کے دعووں کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے۔ جو یہ کہتے ہیں، کہ علمائے دین آجکل بھی اصلاح دین کا کام بخوبی کرسکتے ہیں۔ اور ان کی موجودگی میں کسی بھی نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جب آج سے قریباً چار سو سال پہلے یہ حالت تھی، کہ اس کو دیکھ کر حضرت امام ربانی کو یہ اقرار کرنا پڑا۔ کہ اس زمانہ کی اصلاح کسی عالم فاضل یا ولی سے ہونی ممکن نہیں اور اس کام کو وہی شخص سرانجام دے سکتا ہے۔ جو مشکوٰۃ نبوت سے براہِ راست فیضیاب ہو۔ تو آج جبکہ دنیا گمراہی اور دین سے دوری میں اس وقت سے سینکڑوں ہزاروں گنا زیادہ بڑھ چکی ہے۔ کسی عالم یا علماء کی کسی جمعیت کی یہ جرات کس طرح ہوسکتی ہے کہ وہ اس گمراہی کا عشرِ عشیر بھی دور کرسکے۔ آج کل کے علماء کی جو اخلاقی اور روحانی حالت ہے۔ وہ سب پر عیاں ہے ان کا علم صرف فقہی الجھنوں تک محدود ہے۔ قرآن مجید جو ہمیشہ کے لئے ایک زندہ کتاب ہے اور جو دنیا کو گمراہی سے بچانے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس کے حقائق و معارف کے سمجھنے سے وہ کوسوں دور ہیں۔ وہ اس کو پڑھتے بے شک ہیں۔ مگر اس کے الفاظ ان کے حلق کے نیچے سے نہیں اترتے۔ اس امر کا اعتراف ساری مسلمان قوم کرتی ہے۔ بھلا جس گروہ کی یہ حالت ہو۔ ذہن میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال آسکتا ہے۔ کہ وہ تمام دنیا کی اصلاح اور اس کو خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گرانے کا کام سرانجام دے سکتا ہے؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان سے ثبوت مل سکتی ہے۔

حضرت امام ربانی کے اس مکتوب میں ''این کار مقتبس از مشکوٰۃ نبوتست'' کے الفاظ ایک اور طرح بھی قابل غور ہیں۔ جماعت احمدیہ پر اس کے مخالفین یہ الزام لگاتے ہیں کہ اس نے نبوت کے دروازے کو کھلا مان کر نعوذ باللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت پر حملہ کیا ہے اور اس طرح آپ کی نبوت کی توہین کی ہے۔ یہ الزام اتنا لغو، لچر، بودا اور لایعنی ہے کہ سن کر حیرت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہی دعویٰ ہے کہ میں نے جو کچھ لیا ہے۔ وہ مشکوٰۃ محمدی ﷺ کے نور سے لیا ہے۔ آپ نے ایک نہیں سینکڑوں مرتبہ واشگاف الفاظ میں فرمایا ہے۔ کہ مجھے جو کچھ ملا ہے۔ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل ملا ہے اور میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے۔ وہ آپ ہی کی روشنی اور نور سے حاصل کیا ہے آپ کس درد سے فرماتے ہیں۔

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں	وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ	باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا	وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

آپ نے بے شک نبوت کا دعویٰ کیا۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے علیحدہ رہ کر نہیں۔ بلکہ آپ ہی کی غلامی میں اور آپ ہی کے نور سے فیضان پا کر اور ظاہر ہے کہ اگر غلام کو کوئی درجہ ملتا ہے۔ تو اس سے آقا کی شان کسی طرح بھی کم نہیں ہوتی بلکہ اور بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ غلام کا جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ آقا کا ہی ہوتا ہے۔ سو اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبوت ملی۔ تو اس سے آقائے دو جہان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شن کسی طرح بھی کم نہیں

ہوئی۔آپ کی نبوت میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں آئی۔ بلکہ محمد (ﷺ) کی چیز محمدؐ ہی کے پاس رہی۔ **کل بر کۃ من محمد ﷺ فتبارك من علّم و من تعلّم۔**

یہ ایک نہایت ہی موٹی بات ہے۔مگر نہ معلوم کیوں ہمارے علماء اس قدر صاف بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔اگر ایک گورنر کے ہونے سے گورنر جنرل کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا، اگر ایک وائسرائے کے مقرر ہونے سے بادشاہ کی کوئی توہین نہیں ہوتی، تو پھر محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں کسی نبی کے آنے سے حضور ﷺ کی شان میں کس طرح فرق آ سکتا ہے۔اور آپ کی نبوت کی کس طرح توہین ہوسکتی ہے۔کیا حضرت موسیٰؑ کی موجودگی میں حضرت ہارونؑ کے نبی بننے سے حضرت موسیٰ کی شان میں کوئی فرق آیا؟ اور کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملنے سے آپ کی نبوت کی کوئی توہین ہوئی؟ اگر نہیں تو پھر امت محمدیہ میں سے کسی کے نبوت سے سرفراز ہونے پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کی توہین کس عقل اور کس سمجھ کی رو سے ہوسکتی ہے؟

آقا کا کمال غلاموں کی خدمت میں ہے

حقیقت یہ ہے، جو اوپر بیان کی گئی ہے۔کہ جو مرتبہ غلاموں کو ملتا ہے۔اسی سے آقا کی شان میں کسی طور کی کمی نہیں آتی، اور خادم کو جس قدر بڑا رتبہ ملے گا۔آقا کی شان اسی قدر بلند ہوگی۔حضرت امام ربانیؒ کے ساتھ بھی ایک ایسا ہی معاملہ گزرا ہے۔اور اسی قسم کے خیالات ظاہر کرنے کی وجہ سے آپ پر بھی اعتراضات کی سخت بوچھاڑ ہوئی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”برادر عزیز القدر خواجہ محمد امین اکرمہ اللہ تعالیٰ کے ......سوال کردہ بودند کہ حضرت شیخ مجدد قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز در مکتوب نود و چہارم از جلد ثالث وغیر آں نیز تصریح کردہ اند کہ آنحضرت ﷺ راجد ہزار سال بواسطہ بعض افراد امت مقام خلت حاصل شد و دعائے **اللھم صل علیٰ محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم** مستجاب گشت۔ و باشارہ مفہوم میگردد کہ مراد ازاں فرد۔ ذات حضرت مجدد است نہ ایں مقدمہ بظاہر مورد اشکالات کثیرہ است ازاں جملہ آنکہ توسط فردے از افراد امت در حصولِ مقام خلت کہ از اعلیٰ مقامات است مستلزم فضل او بر ذات حضرت خاتم الانبیاء ست علیہ الصلوات والتسلیمات۔“ بحوالہ کوثر از شیخ محمد اکرام ایم۔اے صفحہ 184

یعنی برادر عزیز القدر خواجہ محمد امین نے پوچھا ہے۔کہ حضرت شیخ مجدد قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نے تیسری جلد کے مکتوب میں اور اس کے علاوہ اور مقامات پر بھی یہ تصریح کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک ہزار سال گزرنے کے بعد امت کے ایک فرد کے ذریعہ مقام خلیل حاصل کیا ہے اور اس طرح دعائے **اللّٰھم صلّ علیٰ محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم** قبول ہوئی ہے۔اس جگہ فرد سے مراد حضرت مجددؒ کی ذات معلوم ہوتی ہے۔بظاہر اس دعوے پر کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔منجملہ اور اعتراضات کے ایک یہ بھی ہے، کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی امت کے ایک فرد کے ذریعہ مقام خلیلی جو کہ اعلیٰ مقامات میں سے شمار ہوتا ہے حاصل کیا ہے۔اور اس طرح آپ (حضرت مجدد) کی فضلیت حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والتحیات پر لازم آتی ہے۔“

حضرت امام ربانیؒ نے تیسری جلد کے علاوہ اسی خیال کا اظہار دوسری جلد کے چھٹے مکتوب میں بھی کیا تھا، اس پر ان کے مشہور خلیفہ اور سوانح نگار خواجہ ہاشم نے اس کی توضیح چاہی تھی۔آپ نے پوچھا تھا، کہ اس عبارت کے کیا معنی ہیں، جو چھٹے مکتوب میں واقع ہے، کہ ”میں خیال کرتا ہوں، کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولایت محمدی ﷺ ولایت ابراہیمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رنگ میں رنگی جائے۔اور ولایت محمدی کا حسن ملاحت، ولایت ابراہیمی

کے جمال صباحت کے ساتھ مل جائے، اور اس انصباغ وامتزاج سے محبوبیت محمدیہ کا مقام درجہ بلند تک پہنچ جائے۔"

حضرت مجددؒ نے اس سوال کا جواب اسی جلد کے ستانویں مکتوب میں بایں الفاظ دیا تھا:

"وہ انتفاع واستفادہ جو صاحب دولتوں کو غلاموں اور خادموں کی جہت سے میسر ہوتا ہے۔ کوئی ممنوع ومحذور نہیں، اور نہ ہی اس میں ان کا کسی قسم کا قصور ونقصان ہے، بلکہ صاحب دولتوں کا کمال غلاموں اور خادموں کی خدمت ہی میں ہے۔"

اس حقیقت کا اظہار کہ "صاحب دولتوں کا کمال غلاموں اور خادموں کی خدمت ہی میں ہے۔" بار بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرات میں کیا ہے۔ مگر تعصب نے مخالفین کی آنکھوں کو اندھا اور دماغوں کو ماؤف کر رکھا ہے، کہ وہ کسی بات پر غور وفکر سے کام لینا جانتے ہی نہیں۔

اجرائے نبوت

اب حضرت امام ربانیؒ کی تحریرات میں سے ایک ایسا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے، کہ آپ کے نزدیک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا تھا، آپ فرماتے ہیں:

"متشابہات قرآنی نیز از ظاہر مصروف اند و بر تاویل محمول قال اللہ تعالیٰ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ یعنی تاویل آں متشابہ را ہیچ کس نمی داند مگر خدائے عزوجل۔ پس معلوم شد کہ متشابہ نزد خدائے جل وعلا نیز محمول بر تاویل ست واز ظاہر مصروف وعلمائے راسخین را نیز از علم دیں تاویل نصیبے عطا می فرماید چنانچہ بر علمِ غیب کہ مخصوص بادست سبحانہ خاص رسل را (اطلاع می بخشد۔ آں تاویل را خیال نکنی کہ در رنگ تاویل۔ "ید" ست بقدرت وتاویل "وجہ" بذات۔ حاشا وکلاّ آں تاویل از اسرار است کہ بر اخص خواص علم آں عطا می فرماید۔" (مکتوبات امام ربانی جلد 1 مکتوب نمبر 310)

یعنی "قرآن مجید کے متشابہات بھی ظاہری معنی سے پھر کر محمول بر تاویل ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے، کہ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ (ان کی تاویل سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا) پس معلوم ہوا، کہ متشابہات خدائے بزرگ وبرتر کے نزدیک بھی محمول بر تاویل ہیں، اور ان کے ظاہر معنی مراد نہیں، اور خدا تعالیٰ علمائے راسخین کو بھی اس علم کی تاویل سے حصہ عطا فرماتا ہے۔ اس سے بڑھ کر علم غیب جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کی اطلاع صرف رسولوں کو ہی عطا فرماتا ہے۔ اس تاویل کو ویسی نہ سمجھنی چاہیے، جیسے کہ "ہاتھ" سے مراد قدرت اور "وجہ" سے مراد ذات الٰہی ہے۔ حاشا وکلاّ ایسا نہیں، بلکہ اس تاویل کا علم تو وہ اپنے خاص الخاص بندوں کو ہی عطا فرماتا ہے۔"

اس عبارت میں آپ نے صاف طور پر تحریر فرمادیا ہے، کہ اسرارِ قرآنی کو اللہ تعالیٰ اپنے الہام سے خواص امت پر کھولتا ہے۔ مگر جن کو اپنے مخصوص علم غیب سے اطلاع دیتا ہے۔ وہ رسول ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس جگہ صرف پہلے آنے والے رسولوں کا ذکر ہے، کیونکہ حضرت امام ربانیؒ اسرارِ قرآنی کو خواصِ امت پر کھولنے کا ذکر فرما رہے ہیں، اور اسی ضمن میں علم غیب کے رسولوں پر کھولنے کے جانے کے ذکر سے لازماً امت محمدیہ کے اندر مبعوث ہونے والے رسول ہی مراد ہیں۔

امام وقت کی بیعت کے بغیر چارہ نہیں

آخر میں ایک اعتراض کا جواب دے کر مضمون کو ختم کیا جاتا ہے، وہ اعتراض ان صاحبان کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ ہم قرآن، سنت اور حدیث پر پوری طرح عمل کرتے ہیں، ہمیں آخر حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی کیا ضرورت ہے؟ ایسے احباب کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے حضرت امام ربانیؒ کا یہ قول پیش کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’مجدد آنست کو چہ دراں مدت از فیوض بہ امّت رسد بتوسط او رسد۔
اگر چہ اقطاب واوتار آں وقت باشد‘‘

یعنی مجدد وہ ہوتا ہے۔ کہ اس کے زمانہ میں امّت کو اسی کے توسط سے فیوض حاصل کرتی ہے۔ خواہ کوئی اپنے وقت کے اقطاب وابدال میں سے ہی کیوں نہ ہو، (جب تک اس کے سلسلہ معیت میں داخل نہ ہوگا۔ ان فیوض سے محروم رہے گا‘‘

یہی حال اس زمانہ کا بھی ہے، امام وقت کا ظہور ہو چکا ہے، اب نجات صرف اسی صورت میں مل سکتی ہے کہ اس پر صدقِ دل سے ایمان لایا جائے، اور مطیع ومنقاد ہو کر اس کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوا جائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل لاہور مورخہ 8 جون 1956ء)

زندہ خدا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

زندہ خدا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا
دنیا سے اپنی جان چھڑاتے تو خوب تھا
غیروں سے اپنے دل کو لگاتے ہو کیوں بھلا
اللہ کو اپنا یار بناتے تو خوب تھا
عشقِ بُتاں میں کرتے ہو کیوں زندگی خراب
دلبر کو اپنے دل میں بساتے تو خوب تھا
دنیا کا رنگ دل پہ چڑھانا فضول ہے
تقویٰ کا رنگ دل پہ چڑھاتے تو خوب تھا
مومن اُداس کس لیے رہتے ہو ہر گھڑی؟
اس باوفا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا

حاصلِ خدا کے فضل کا ساماں ہے آجکل

جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب شاد

ربوہ میں ایک شمع فروزاں ہے آجکل
جس سے ہماری بزمِ درخشاں ہے آجکل
قلبِ سلیم مہبطِ انوارِ حق ہوا
ربوہ دلیلِ منظرِ فاراں ہے آجکل
ربوہ پہ ہو رہا ہے فرشتوں کا اب نزول
یہ جلوہ گاہِ جلوۂ جاناں ہے آجکل
ہم پی رہے ہیں ’’ساقیٔ کوثر‘‘ کے فیض سے
بٹتا یہاں جو بادۂ عرفاں ہے آجکل
’’مہرِ عربؐ‘‘ کے نور سے روشن ہوا جہاں
پر تو اسی کا ہم پہ درخشاں ہے آجکل
بخشی ’’مسیحِ وقتؑ‘‘ نے پھر زندگی ہمیں
وہ ہی ہمارے درد کا درماں ہے آجکل
اسلام کے چمن میں نسیمِ سحر چلی
اس گلستاں میں فصلِ بہاراں ہے آجکل
ہر شب شبِ برات ہے ہر روز روزِ عید
حاصلِ خدا کے فضل کا ساماں ہے آجکل
آ کر ندیم! دیکھ ’’ابراہیم‘‘ کے طیور
ان کا یہی نشیمن و بستاں ہے آجکل
ناصر خدا کے دین کی نصرت میں کامیاب
حاسد مگر حسد میں پشیماں ہے آجکل
شاہا! نگاہِ لطف و کرم اس طرف بھی ہو
کچھ مشکلوں میں شاد پریشاں ہے آجکل

(الفرقان ربوہ صفحہ 107۔ نومبر دسمبر 1969ء)

خلافت کی بیعت اوراطاعت کی اہمیت

(جمیل احمد بٹ)

اس مضمون کا موضوع ’خلافت کی بیعت اور اطاعت کی اہمیت‘ ہے۔ بیعت اور اطاعت کی اصل اہمیت خود خلافت کا اہم ہونا ہے۔اس لئے پہلے خلافت کی اہمیت اور پھراس کی بیعت اوراطاعت کی اہمیت کا کچھ مضمون بیان ہوگا۔

1۔خلافت کی اہمیت: خلافت نبوت کی جانشینی میں ایک انتہائی عظیم،منفرد اور بے مثل ادارہ ہے۔ جماعت میں اس کا قیام اللہ کے وعدہ اور آنحضرت ﷺ کی خلافت علیٰ منہاج بنوت کی پیش گوئی اور حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ کی جانب سے دی جانے والی قدرتِ ثانیہ کی بشارت کے مطابق ہے۔

خلافت کی اہمیت آیت استخلاف میں بیان شدہ درج ذیل تین امور سے خوب ظاہر ہے۔

پہلا امر۔خلیفہ خدا بناتا ہے۔آیت استخلاف میں مذکور اہمیتِ خلافت کا دوسرا پہلو تمکنت دین ہے۔جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (نور24: 56)

ترجمہ:اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے تم میں سے ان سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے۔

یہ وعدہ خلافت خدا کی طرف سے ہے جیسا کہ فرمایا کہ وَعَدَ اللّٰہُ کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے۔پھر مزید یہ وضاحت فرمائی لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ کہ ضرور (وہی) خلیفہ بنائے گا۔ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ جیسا کہ اس نے خلیفہ بنائے قَبۡلِہِمۡ پہلے۔

جو وعدہ کرتا ہے وہی پورا کرتا ہے۔سو اس وعدہ کو پورا کرتے ہوئے اللہ ہی خلیفہ بناتا ہے۔

خدا کا انتخاب کیسے؟ خلفاء کا انتخاب بظاہر مومنوں کی رائے سے ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اسے خدا کا انتخاب قرار دیا جانا اس مخفی خدائی تقدیر کی وجہ سے ہے جو اوّل خود خلیفہ چنتی ہے اور پھر اس کی مشیت اپنے خاص تصرف سے مومنوں کے دل اس چنندہ وجود کی طرف مائل کر دیتی ہے اور کثرت رائے اس طرف ہوجاتی ہے۔اس وقت مجلسِ منتخبہ کی حیثیت ایک آلہ کی سی ہوتی ہے جسے خدا اپنی تقدیر کو جاری کرنے کے لئے اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔

قیامِ خلافت کی دنیوی کوششیں ناکام: چونکہ خلافت کا قیام خدا کے ہاتھ میں ہے اس لئے دنیا والوں کی کوئی کوشش اس کا قیام نہیں کرسکتی۔اور ایسی تمام کوششیں ناکام و نامراد رہی ہیں۔

اس حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا یہ ارشاد فیصلہ کُن ہے

سارا عالمِ اسلام مل کر بھی زور لگالے اور خلیفہ بنا کر دکھادے وہ نہیں بنا سکتا کیونکہ خلافت کا تعلق خدا کی پسند سے ہے۔

(خطبہ فرمودہ ۲۱ اپریل 1993 بحوالہ ہفت روزہ بدر ۶ مئی 1993)

اس باب میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایداللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ ارشاد تو گویا نوشتۂ دیوار ہے

'اے دشمنانِ احمدیت! میں تمہیں دوٹوک الفاظ میں کہتا ہوں کہ اگر تم خلافت کے قیام میں نیک نیت ہو تو آؤ اور مسیح محمدی کی غلامی قبول کرتے ہوئے اُس کی خلافت کے جاری و دائمی نظام کا حصہ بن جاؤ ورنہ تم کوششیں کرتے کرتے مرجاؤ گے اور خلافت قائم نہیں کر سکو گے۔ تمہاری نسلیں بھی اگر تمہاری ڈگر پر چلتی رہیں تو وہ بھی کسی خلافت کو قائم نہیں کر سکیں گی۔ قیامت تک تمہاری نسل در نسل یہ کوشش جاری رکھے تب بھی کامیاب نہیں ہو سکے گی'۔

(خطاب فرمودہ خلافت جوبلی 27 مئی 2008ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 25 جولائی تا ۷ اگست 2008 صفحہ 12 لندن)

دوسرا امر۔ تمکنتِ دین: آیت استخلاف میں مذکور اہمیتِ خلافت کا دوسرا پہلو تمکنت دین ہے۔ فرمایا گیا ہے۔

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ (النور 24: 56) ترجمہ: اور ان کے لئے اُن کے دین کو ضرور تمکنت عطا فرمائے گا۔

دین کی تمکنت اس کے قیام، پھیلاؤ، ترقی اور غلبہ پر محیط ہے۔

چونکہ خلیفہ خدا کا بنایا ہوا ہوتا ہے اس لئے وہ تائیدِ الٰہی کا مَورد ہوتا ہے۔ خدا خلفاء کی تائید و نصرت فرماتا ہے اور وہ کامیابیاں عطا کرتا ہے جن کے زریعہ دین کو تمکنت اور سرخروئی ملتی ہے۔ خلفاء کے ادوار میں قدم قدم کامیابیاں اور ترقیات ایک ایسی ہی روشن حقیقت ہے۔

خلافتِ راشدہ دورِ اوّل کے تیس سالوں میں اسلام کا جھنڈا نصف دنیا پر پھیل گیا اور اس کو وہ شان اور شوکت نصیب ہوئی جو اپنی مثال آپ ہے۔ خلافتِ راشدہ کے اس دورِ ثانی میں بھی ایک مسلسل عمل کے طور پر دین کا قافلہ ہر آن آگے سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ خلفاء کو منصوبے سجھاتا ہے اور پھر اُن اسکیموں میں کامیابیاں عطا کرتا ہے۔ خلافتِ اولیٰ میں استحکامِ خلافت، خلافتِ ثانیہ میں جماعت کا ملک ملک پھیلنا، خلافتِ ثالثہ میں اس سفر کا جاری رہنا اور خلافتِ رابعہ میں ایم ٹی اے کا تاریخ ساز ظہور اور لکھوکھا افراد کی عالمی بیعتوں میں شرکت تاریخ کا حصہ ہیں۔

پھر اب خلافتِ خامسہ میں آگے بڑھنے کی تیز تر رفتار ہمارے سامنے ہے۔ جس کی خبر دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح ایداللہ تعالیٰ نے 2008ء میں یہ پر شوکت اعلان فرمایا تھا:

'یہ دور جس میں خلافتِ خامسہ کے ساتھ خلافت کی نئی صدی میں ہم داخل ہو رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ احمدیت کی ترقی اور فتوحات کا دور ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات کے ایسے باب کھلے ہیں اور کھل رہے ہیں کہ ہر آنے والا دن جماعت کی فتوحات کے دن قریب دکھا رہا ہے۔۔۔ میں علیٰ وجہِ البصیرت کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اِس دور کو اپنی بے انتہا تائید و نصرت سے نوازتا ہوا ترقی کی شاہراہوں پر بڑھاتا چلا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ اور کوئی نہیں جو اِس دور میں احمدیت کی ترقی کو روک سکے اور نہ ہی آئندہ کبھی یہ ترقی رُکنے والی ہے'۔

(خطاب فرمودہ خلافت جوبلی 27 مئی 2008ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 25 جولائی تا ۷ اگست 2008 صفحہ 12، لندن)

وجوہ: ایسا ہونے کی بظاہر وجہ خلفاء کو حاصل ہونے والی اللہ تعالیٰ کی راہنمائی ہوتی ہے۔ جس کی روشنی میں وہ جماعت کی ترقی اور بڑھوتی کے لئے اسکیمیں اور پروگرام بناتے ہیں اور ان کے لئے ضروری وسائل کی فراہمی کے لئے افرادِ جماعت کو قربانیوں پر ابھارتے ہیں اور پھر ان اِسکیموں کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو رہتے ہیں۔

طاقتوں کا ارتکاز: حضرت مصلح موعودؓ کے ان الفاظ میں اس کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ:

خلفاء نبی کی قوتِ قدسیہ کو جو اس کی جماعت میں ظاہر ہو رہی ہوتی ہے ضائع ہونے سے بچا کر ایک خاص پروگرام کے ماتحت استعمال کرتے ہیں جس

کے نتیجہ میں جماعت کی طاقتیں پراگندہ نہیں ہوتیں اور تھوڑی سی طاقت سے بہت کام نکل آتے ہیں کیونکہ طاقت کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوتا۔ اگر خلافت نہ ہوتی تو بعض کاموں پر تو زیادہ طاقت خرچ ہوجاتی اور بعض کام توجہ کے بغیر رہ جاتے۔ (تفسیرِ کبیر جلد ششم صفحہ نمبر 320)

مرکزیت: اس ترقی میں یہ بات بھی ممد ہے کہ خلیفہ وقت ایک مرکزی با اختیار اور مطاع وجود ہوتا ہے جو ملک ملک پھیلی ہوئی جماعتوں کی ایک مرکزی پروگرام کے مطابق راہنمائی کرتا ہے جس سے تمام جماعت ایک ہی سمت میں رواں رہتی ہے۔

تیسرا امر۔ خوف کا امن سے بدلا جانا: آیت استخلاف میں مذکور اہمیتِ خلافت کا تیسرا پہلو مومنوں کے خوف کی حالت کا امن سے بدل جانا ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا (نور 24: 56)

ترجمہ: اور اُن کے خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔

الٰہی جماعتوں پر خوف کی حالت دشمنوں کی کوششوں کے علاوہ نبی یا خلیفہ کی وفات پر بھی آتی ہے۔ نبی کی وفات کے وقت جماعت اپنی ابتدائی کمزوری کی حالت میں ہوتی ہے اس وقت دشمن زور سے حملہ آور ہوتا ہے اور مومن جماعت کے مستقبل کے حوالے سے خوف کا شکار ہوجاتے ہیں۔ بعد میں خلفاء کی وفات پر گو جماعت کی حالت پہلے سے بہتر ہو چکی ہوتی ہے تاہم مفوضہ کام کا بڑا حصہ ابھی نا تمام ہوتا ہے اور خلفاء کی جدائی مومنین کو اسی طرح فکرمند کرتی ہے اور مستقبل کے اندیشے گھیر لیتے ہیں۔ ان اندرونی خوفوں کے علاوہ دشمن بار بار اور بعض دفعہ منافق بھی ایسے مواقع پیدا کرتے رہتے ہیں جو جماعت کے لئے خوف کا باعث ہوتے ہیں۔

ابتدائے اسلام میں آنحضرت ﷺ کی وفات کا سانحہ اور بعد میں ارتداد کی رَو اور ادائیگی ٔ زکوٰۃ سے انکار کے بڑے فتنوں نے مسلمانوں کو خوف میں مبتلا کیا لیکن خلیفہ ٔ راشد کی رہنمائی میں مسلمان ان خوفوں سے نجات پا کر امن میں آتے رہے۔

جماعت کی تاریخ میں بھی اندرونی طور انکارِ خلافت اور منافقین کے فتنوں نے کئی بار خوف کے حالات پیدا کئے۔ بیرونی طور پر بھی دشمن نے بار بار حکومت کی طاقت کے ساتھ انتہائی خوفناک حملے کئے۔ یہ جماعت پر مشکل وقت تھے لیکن خلفائے راشدین نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ جماعت کی بہترین راہنمائی فرمائی اور ہر بار خوف امن سے بدلتا رہا۔ پس خلافت کی برکت سے خوف کا امن میں بدلنا اللہ کی ایک جاری تقدیر ہے۔

موجودہ حالات: ملک میں آج کے حالات کے تناظر میں یہ امر کس طرح پورا ہو رہا ہے؟

حق پر ہونے کے جرم میں مخالفتیں الٰہی جماعتوں کا مقدر ہوتی ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں پر ان کے عقیدہ کی بنیاد پر یہود اور رومن حکومت کے جبر کا دور تین سو سالوں پر محیط رہا۔ انہیں ملحد، معاشرتی روایات اور معاشی ڈھانچہ کے لئے خطرہ کہہ کر ان کو وحشی جانوروں کے آگے ڈال کر، صلیب دے کر یا ہتھیاروں سے قتل کیا گیا۔ دور دراز علاقوں میں جلاوطن کیا گیا ان کے گھر بار لوٹے گئے اور انہیں عبادت سے روکا گیا۔ خود آں حضرت ﷺ اور آپ کے اصحابؓ مکہ میں ہر قسم کے جبر و تشدد کا شکار رہے۔ انہیں نماز پڑھنے قرآن کریم کی تلاوت کرنے اور حج کی ادائیگی سے روکا گیا۔

آج ملک میں جماعت پر بھی ایسے ہی حالات ہیں۔ مخالفت بہت ہے اور کافی عرصے سے ہے۔ جانوں کی قربانی، اموال کا نقصان تو پہلے بھی ہوتا رہا ہے لیکن اب دینی فرائض اور عبادات کی ادائیگی سے بھی قانون کے نام پر روکا جا رہا ہے اور کرنے پر قید و بند کا سامنا ہے۔ مذہبی سیاست کاروں کی احمدی مخالف قوانین کی خلاف واقعہ تشریح اور عدلیہ اور انتظامیہ کا آنکھیں بند کر کے اس پر صاد کرنے سے احمدیوں کو ہر سطح پر حق تلفیوں کا سامنا ہے۔ لیکن خوف پیدا کرنے کی ان سب مخالف کوششوں کے باوجود احمدیوں کا امن میں ہونا ان کے مسکراتے چہروں اور اطمینانِ قلب کے ساتھ

جماعت اور خلافت سے گہری وابستگی، جاری مالی قربانیاں اور اپنے دیگر دینی اور دنیوی فرائض کی بجا آوری میں مصروف رہنے سے خوب ظاہر ہے۔

دوسری طرف ان سب مخالف کوششوں کا بے اثر رہنا اس سے بھی ثابت ہے کہ مخالفین کی حسد کی آگ بجھ نہیں رہی۔ یہ مزید بھڑکتی آگ ہی ہے جو انہیں عاقبت کو بھلا کر محض چند ٹکوں کی خاطر ہمہ وقت سوشل میڈیا پر گند بکنے اور اے آئی کے سہارے نت نئے آئینے گھڑنے پر اکساتی ہے۔

احمدی اس یقین پر قائم ہیں کہ جس طرح پہلی سب مخالفتیں انجام کار ناکام و نامراد ہوئیں، اس بار بھی ایسا ہی ہوگا۔ ان کا رب، جس سے تعلق بڑھانے کے لئے وہ ہر دم کوشاں ہیں، ہمیشہ کی طرح ان کے ساتھ ہے۔ اور اس کے حضور مانگی گئیں ان کی سب دعائیں قبول ہوں گی اور وہ ایک دن اچانک دھول کے ان بگولوں کو خاک میں ملا دے گا اور ملک میں ایک روشن اور چمکدار دن طلوع ہوگا۔ ان شاءاللہ

2۔ **بیعتِ خلافت کی اہمیت:** خدا کے منتخب کردہ خلیفہ کی بیعت کی اہمیت اس مکالمہ سے ظاہر ہے جو حضرت آدمؑ کے خلیفہ بنائے جانے کے موقع پر قرآن میں مذکور ہؤا۔ جب فرشتوں نے اس انتخاب کے بالمقابل اپنی گزشتہ خدمات کا حوالہ دیا کہ

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (البقرہ 2: 31) ترجمہ: ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح اور تیری تقدیس کرتے ہیں۔

اور ابلیس نے اپنے آپ کو زیادہ اہل اور بڑا جانا اور انکار کر دیا جیسا کہ مذکور ہے

أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ (بقرہ 2: 35) ترجمہ: اس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔

خدا تعالیٰ نے اعلیٰ خدمات اور زیادہ اہلیت کے ان دونوں دعووں کو اس آدمؑ کے مقابلہ میں رد کر دیا جو اپنی کوئی بڑائی اور خدمت پیش نہیں کر سکتا تھا اور آئندہ خلفاء کے بارے میں بھی یہی اصول ٹھہرایا کہ

وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (نور 24: 56)

ترجمہ از حضرت مسیح موعودؑ: بعد خلیفوں کے پیدا ہونے کے جب وہ وقتاً فوقتاً پیدا ہوں اگر کوئی بغاوت اختیار کرے اور ان کی اطاعت اور بیعت سے منہ پھیرے تو وہ فاسق ہے۔ (شہادت القرآن روحانی خزائن جلد نمبر ٦ صفحہ نمبر 334 نیا ایڈیشن)

خلافت کے مخالفین کی ناکامی: بیعتِ خلافت کی یہی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ خلفاء کے مخالفین کو ہمیشہ اپنے مقصد میں ناکام رکھتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے انتخاب کی مخالفت بڑے منظم طور پر کی گئی جس میں اس وقت کے بہت سے بڑوں نے حصہ لیا لیکن خدائی تقدیر کے مطابق وہ سب چھوٹے کئے گئے اور انہوں نے صرف اپنا نقصان کیا۔ اس خلافت کے دوران مستری، مصری، وہاب ومنان کے اٹھائے ہوئے فتنے بھی اسی طرح اپنے بدانجام کو پہنچے۔ بعد کے خلفاء کے ادوار میں بھی ایسی کوششیں سعیٔ لا حاصل رہ کر صرف زیاں پر منتج ہوئیں۔

3۔ **اطاعتِ خلافت کی اہمیت:** نظامِ خلافت کے اس انعام کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے مناسبِ حال اعمال بجالاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (النور 24: 56)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے

اس آیت کے ذیل میں حضرت مصلح موعودؓ نے تحریر فرمایا ہے

اس آیت میں خلافت کا ذکر ہے اس لئے آمَنُوا سے مراد امنو بالخلافة ہے اور وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سے مراد عملوا عملاً مُناسِباً

لِحُصُولِ الْخَلَافَةِ ہے۔اگر یہ شرط پوری نہ ہوگی تو خدا تعالیٰ کا وعدہ بھی پورا نہیں ہوگا‘۔(تفسیرِ کبیر از حضرت مصلح موعودؓ جلد ششم صفحہ نمبر 391)
یعنی اس اصول کے تابع خلافت کا انعام وہی پائیں گے جو خلافت پر ایمان رکھتے ہوں اور قیامِ خلافت کیلئے مناسب اور ضروری اعمال بجالاتے ہوں۔

اس ایمان کے مظاہرے کے لئے مطلوب ضروری اعمال میں آیت استخلاف سے اگلی آیت میں یوں بیان ہوئی ہیں

وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ (النور24: 57)

ترجمہ:اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

اس آیت میں اطاعت کا حکم رسول کے حوالے سے دیا گیا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے امیر کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا:

مَنْ اَطَاعَ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ عَصَى الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ

(مسند احمد بن حنبل والمذکر والتذکیر از علامہ ابنِ ابی عاصمؒ حدیث نمبر ۲۲ صفحہ نمبر 79)

ترجمہ:جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

اس لئے اس قرآنی حکم میں خلفاء کی اطاعت بدرجہ اولیٰ شامل ہے۔

اطاعت کا عہد: پھر بیعت کے معنی ہی اطاعت کا عہد ہیں۔جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے دسویں شرطِ بیعت میں اسے ’عقد اخوت محض للہ باقرار اطاعت درمعروف‘ فرمایا ہے۔اور چاہا ہے کہ یہ تعلق ’ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو‘۔

اطاعت خلافت کی برکات:اس حکم اطاعت پر عمل کے علاوہ اطاعتِ خلافت کی یہ بھی اہمیت ہے کہ یہ ہم پر نظامِ خلافت سے جڑی اور بہت سی برکات کا راستہ بھی کھولتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر فرمودہ شرائطِ بیعت اغراضِ بیعت ہیں۔افراد جماعت کو ان شرائط کے مطابق زندگیاں گزارنے کے قابل بنائے رکھنے کے لئے علم دین کی ترویج،تزکیہ نفس کے لئے رہنمائی،اور قربانیوں کی ترغیب کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جاری نظام خلافت کی عظیم برکت ہے۔

علمِ دین کی ترویج اور رُشد اور ہدایت کی تعلیم: نئے لوگ شامل ہوتے ہیں اور جماعت بڑھتی جاتی ہے۔پُرانوں کو بھی یاددہانی کی ضرورت ہوتی ہے۔خلفاء ان سب ضرورتوں کو پیشِ نظر رکھ کر مومنوں کی انفرادی زندگی اور جماعت کے اجتماعی ماحول میں نفاذِ شریعت کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔اور بار بار جماعت کو ان اہم شرعی احکامات کی طرف متوجہ فرماتے ہیں جن پر عمل وقت کی ضرورت اور تقاضا ہوتا ہے۔ساتھ ساتھ وہ اپنے خداداد علم وعرفان اور الٰہی راہنمائی سے وقت کے ساتھ پیدا ہونے والے نئے سوال اور مسائل کو حل کرتے ہیں۔

خلفاء کے دروسِ قرآن،محافلِ عرفان،سوال و جواب کی مجلسیں،روح پرور خطبات،اہم مواقع پر خطابات اور تحریرات سب اسی درسِ حکمت کے لئے ہیں۔

تزکیہ کا سامان:خلفاء مومنوں کی تربیت،تزکیہ اوران کی روحانی ترقی کے لئے ضرورت کے مطابق مطلوب اعمالِ صالحہ کی طرف جماعت کی راہنمائی کرتے ہیں اور تربیت واصلاح کے لئے نظامِ جماعت کو متحرک رکھتے ہیں۔وہیں ان ظاہری سامانوں کے ساتھ اپنی شبانہ روز دعاؤں سے بھی مدد بہم

پہنچاتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا ہے:''انبیاء اور خلفاء اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول میں لوگوں کے ممد ہوتے ہیں۔ جیسے کمزور آدمی پہاڑ کی چڑھائی۔۔۔سہارا لے کر چڑھ جاتا ہے۔اسی طرح انبیاء اور خلفاء لوگوں کے لئے۔۔۔۔وہ سونٹے اور سہارے ہیں جن کی مدد سے کمزور آدمی بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔'' (الفضل ۱۱ ستمبر 1937 بحوالہ خطباتِ محمود جلد 18 صفحہ 403 فضل عمر فاؤنڈیشن، ربوہ)

قربانیوں کی ترغیب: انسانی زندگی کا مقصد روحانیت میں ترقی اور خدا کا قرب حاصل کرنا ہے۔روحانی زندگی میں یہ جلا قربانیوں سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر دین کو تمام دنیا میں پھیلانے کا بڑا کام بڑی قربانیاں چاہتا ہے۔اس میں سب شامل ہیں، جان کی یک دم قربانی اور سختیاں برداشت کر کے اس کی بار بار اور مسلسل قربانی۔اموال اور اوقات کی قربانی اور بعض معاشروں میں تیسرے درجہ کا شہری ہو کر عزتوں کی قربانی۔غرض ہر قسم کی قربانی مطلوب ہے اور وہ بھی نسل در نسل۔

افراد کا ان قربانیوں کے لئے تیار ہونا اور پھر قربانیاں کرتے چلے جانا خلافت کے دم سے ہے۔خلیفۂ وقت حالات کے مطابق جماعت کے سامنے جان و مال اور وقت کی قربانیوں کی نئی نئی اسکیمیں رکھتے ہیں اور تمام افراد کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ اپنی بساط کے مطابق ان میں حصہ لیں اور اپنے وقت اور مال اور جان اللہ کی راہ میں قربان کریں۔مسلسل قربانیوں کا یہ سلسلہ جہاں مجموعی طور پر جماعت کی ترقی میں مدومعاون ہے وہیں افراد کی زندگیوں میں بھی مثبت تبدیلی پیدا کرتا ہے اور انہیں خدا کا کامل عبد بننے میں مدد دیتا ہے۔

دنیوی ترقی: تزکیہ کے ایک اور پہلو کے تحت خلفاء سے جماعت کو اپنی دنیوی ترقی کے لئے بھی راہنمائی میسر رہتی ہے اور راہ میں درپیش مسائل کے حل بھی دستیاب ہوتے رہتے ہیں۔اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کرنے والوں کو خود خلیفۂ وقت انعام سے سرفراز فرماتے ہیں اور یوں ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور مزید آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔خلافت سے میسر ان سب برکات سے پورا فائدہ اٹھانے کے لئے ہر حکم اور ہدایت کو خود اور اپنے اہل خانہ پر نافذ کرنا اور ان پر اپنی پوری طاقت سے عمل پیرا ہونا اطاعتِ خلافت ہے۔

اطاعت محبت سے: خلیفۂ وقت کی اطاعت ہم احمدیوں کے لئے تمام تر محبت کا مضمون ہے۔ہم احمدی خلیفۂ وقت سے بے پایاں محبت کرتے ہیں اور ہر دل اس محبت سے ابلتا رہتا ہے۔یہ محبت ہر احمدی کی زندگی کا لازمی حصہ ہے۔یہ محبت ہمارا سرمایہ ہے۔ہم خلیفۂ وقت کو دیکھ کر جیتے ہیں اور ان کی خیر و عافیت ہمیں اپنی فلاح سے زیادہ محبوب ہے۔یہی محبت ہمیں حضور کے ہر حکم کی تعمیل میں بے ساختہ حرکت میں لا سکتی ہے۔

دوطرفہ دعائیں: یہ محبت دوطرفہ ہے۔جہاں افرادِ جماعت خلیفۂ وقت سے محبت کرتے ہیں اور اُن کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔وہیں خلیفۂ وقت افرادِ جماعت سے محبت کرتے ہیں اور سب کے لئے دعا گو رہتے ہیں۔خلفاء کی جماعت سے محبت کا نمایاں اظہار دعائیں ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا طریق بھی یہی تھا۔جیسا کہ فرمایا

''مَیں ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہتا ہوں اور سب سے مقدم یہی دعا ہوتی ہے کہ میرے دوستوں کو ہموم اور غموم سے محفوظ رکھے کیونکہ مجھے تو ان کے ہی افکار اور رنج غم میں ڈالتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ نمبر ۶۶، نیا ایڈیشن)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اپنے پہلے خطبۂ جمعہ میں اپنے لئے یہی راہ پسند فرمائی اور یہ چاہا کہ ''اللہ تعالیٰ مجھے بھی حضرت مسیح موعودؑ کی اس سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کا درد مجھے اپنے درد سے بڑھ کر ہو جائے'۔

(خطباتِ مسرور جلد اوّل صفحہ نمبر ۶ نظارتِ اشاعت ربوہ سنِ اشاعت 2005ء)

مزید انعامات کی بشارت: اللہ کرے کہ ہم نظامِ خلافت اور اس کی بیعت اور اطاعت کی اہمیت کو پورے طور پر سمجھ کر ان کے تحت اپنی ذمہ داریوں کو انتہائی اعلیٰ طور پر ادا کرنے والے اور اپنی اولادوں کو بھی اسی راستہ پر چلانے والے ہوں تاکہ یہ نعمت نسل در نسل منتقل ہوتی چلی جائے اور ہم سب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کی فرمودہ اس بشارت سے حصہ پانے والے ہوں۔

''ہر وہ شخص جو خلافت سے جڑا رہے گا، جو اپنے ایمان اور اعمالِ صالحہ میں ترقی کرے گا اُسے اللہ تعالیٰ اُن انعامات کے نظارے کرائے گا جو خلافت کے ساتھ جڑے رہنے سے ہر فردِ جماعت پر بھی ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ خلافتِ احمدیہ کو بھی ایسے افراد عطا فرماتا رہے گا جو اخلاص و وفا میں بڑھتے چلے جانے والے ہوں گے جو قیام و استحکامِ خلافت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دینے والے ہوں گے۔ جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ خود خلافت کی محبت سے بھر دے گا۔''

(خطاب فرمودہ خلافت جوبلی 27 مئی 2008ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 25 جولائی تا ۷ اگست 2008 صفحہ ۲۱، لندن)

حقہ پانی

(ناجی سبزواری ربوہ)

دیکھ کر شانِ مسیحِ احمدی
دل عقیدت مند میرا ہو گیا
ساتھ ہی ملا کے فتوے کے طفیل
حقہ پانی بند میرا ہو گیا

(الفرقان، ربوہ (صفحہ 36) اکتوبر 1964)

ارتقائے زندگی

محترم جناب نسیم صاحب سیفی

زندگی کی رہ سے ہٹ کر زندگی پاتا ہوں میں
حسن سے نظریں ملا کر حسن بن جاتا ہوں میں
زندہ باد اے وحشتِ دل اے جنوں پائندہ باد
عشق کے ہر مرحلے کو طے کئے جاتا ہوں میں
ناگہاں پیدا ہوا تھا جس سے ربطِ باہمی
آج بھی آنکھوں کی اس لغزش پہ اتراتا ہوں میں
پھر ہے آغازِ نمودِ جلوہ ہائے رنگ رنگ
پھر نگاہِ شوق کو وحشت زدہ پاتا ہوں میں
صبح کی پہلی کرن حاملِ عزمِ حیات
شام کی رنگت میں تزئینِ سحر پاتا ہوں میں
ہر قدم پر اک تجلی، ہر نظر اک قہقہہ
ماہ و انجم کی نگاہوں میں کھبا جاتا ہوں میں
مجھ کو بھٹکا ہی نہ دے یہ ذوقِ خود رلائی نسیم
جادۂ دنیا سے کچھ ہٹتا چلا جاتا ہوں میں

(الفرقان، ربوہ (صفحہ 22) ستمبر 1964)

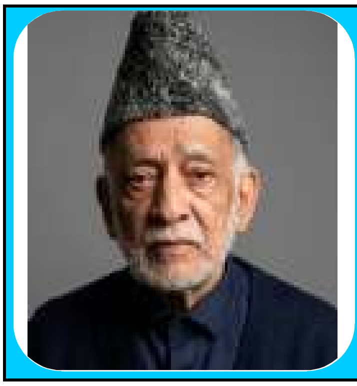

مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں

(انجینئر محمود مجیب اصغر۔سویڈن)

مرزا اسداللہ بیگ خان المعروف مرزا غالب(1797ء۔1869ء) کمال کا شاعر گزرا ہے۔وہ کہتا ہے

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج　　　　مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں

ہر انسان کو اس دارلابتلاء(دنیا کی زندگی) میں طرح طرح کے ابتلاؤں اور رنج وغم سے گزرنا پڑتا ہے۔ماموز زمانہ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں

مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو سدا	رنج و غم یاس و الم فکر و بلا کے سامنے
بارگاہ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو	مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تیری عاجز بشر	کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
چاہیئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقش دوئی	سر جھکا بس مالک ارض و سماء کے سامنے

احمدی مسلم اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے خدا کی راہ میں جو مشکلات آئیں اور خلیفہ وقت کی توجہات روحانی اور دعاؤں سے کس طرح خدا نے انہیں دھوئیں کی طرح غائب کر دیا ان میں سے چند ایک کا ذکر کرنا مقصود ہے۔وما توفیقی الا باللہ

بھیرہ میں والدین کے گھر پر مشتعل ہجوم کا حملہ (31 مئی 1974ء جمعہ)

1974,Anti Ahmadiyya Riots

The riots were started by students of Nishtar Medical College Multan on Ahmadis present in Rabwah Railway Station on 29May,1974.

This incident triggered year long country wide attacks on Ahmadis leading to loss of many lives and property...May 31 26shops belonging to Ahmadis in Faisalabad,7in Bhera,3in Bahawalpuri,Bahawalnagar,7in Rahimyar Khan and 6in Gojra were ransacked and burnt .....

" بھیرہ 31 مئی بھیرہ سے بذریعہ فون اطلاع ملی ہے کہ حادثہ ربوہ کے سلسلہ میں آج بعد نماز جمعہ ایک مشتعل ہجوم نے شہر میں گھس کر کئی دکانوں اور مکانوں کو لوٹنے کے بعد انہیں نذر آتش کر دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تھوڑی دور جا کر ان لوگوں نے ماسٹر فضل الرحمن امیر جماعت احمدیہ بھیرہ کے مکان پر ہلہ بول دیا اور اس کے مکان سے متعدد ٹرانسسٹر، زیورات اور پارچات لوٹ لئے اور باقی سامان بجلی کے پنکھوں کو آگ لگا دی"(ہفت روزہ عقاب سرگودہا ضمیمہ یکم جون 1974ء)

والد صاحب شدید زخمی ہو گئے اور ایک بیٹے طارق منصور کی ہمت سے بڑی مشکل سے جان بچا لی۔ والدہ اور اہلیہ بچوں کو گھسیٹ کر نکلنے میں

کامیاب ہوگئیں۔معاندین۔نے مکان بھی ہتھیالیا۔والدہ صاحبہ کے اصرار پر میں نے بیوی بچوں کو ربوہ ان کے ننھیال میں شفٹ کر دیا۔

پھر والدہ اور چھوٹے بہن بھائی بھی ربوہ شفٹ ہونے پر مجبور ہوگئے۔والد صاحب بھی

7 ستمبر 1974ء کے فیصلے کے بعد ربوہ آ گئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے کمال شفقت سے جامعہ احمدیہ میں پڑھانے پر لگا دیا۔

مکان کا مقدمہ والد صاحب بھلوال جا کر لڑتے رہے بالآخر ڈیڑھ لاکھ روپے کے بدلے اٹھارہ ہزار روپے پر اکتفا کرنا پڑا۔

ربوہ میں چوہدری عبدالغفور صاحب ایس ڈی او جام شورو سندھ نے اپنا گھر خالی کروا کر دیا جو تنزانیہ deputation پر جانے کے لئے انہوں نے ربوہ میں خریدا تھا اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا دے۔

ادھر میں نے انرگوانوسٹ سے resign کر کے 10 ہزار روپے گریچوٹی حاصل کی اور والد صاحب نے والدہ صاحبہ کے نام تقریباً 60 ہزار روپے میں 5/6 دارلصدر شمالی۔دو کنال کا پلاٹ خریدا جس پر تھوڑی سی تعمیر ہوئی ہوئی تھی اور پھر آہستہ آہستہ مکان بنایا گیا الحمدللہ۔میرے لئے اللہ تعالیٰ نے نیسپاک کی طرف سے سلطنت عمان جانے کے سامان پیدا کر دیئے اور مکان بن گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام تھا جو اس قربانی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ورنہ بھیرہ میں معاندین والد صاحب کی اولا د نرینہ کو قتل کرنے پر تلے ہوئے تھے۔یہ سب کچھ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی دعاؤں سے ہوا۔

خلیفہ وقت کی دعائیں اور میرا فارن اسائنمنٹ

ریٹائرڈ جی ایم نیسپاک

میں اس وقت وفاقی وزارت پانی اور بجلی کے اوورسیز پراجیکٹس کوارڈینیشن سیل میں ڈیپوٹیشن پر تھا جب سیل کے وائنڈ اپ ہونے پر مجھے نیسپاک کے وائس پریذیڈنٹ کوارڈینیشن کا فون آیا کہ مجھے سلطنت آف عمان میں بھجوانے کی تجویز زیر غور ہے۔جب میں واپس نیسپاک میں آیا تو جلد ہی میرا پاسپورٹ لے کر کمپنی نے سلطنت آف عمان کے ویزے کی کاروائی شروع کر دی۔

میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو صورت حال سے مطلع کیا اور دعا کی درخواست کی۔کہ کوئی رکاوٹ نہ کھڑی ہو۔اس وقت فوجی حکومت تھی اور سرکاری طور پر احمدیوں سے ڈیکلریشن فارم پر کروا چکی تھی۔لیکن 1984 والا آرڈیننس ابھی جاری نہیں ہوا تھا۔

خیر خدا خدا کر کے میں مسقط پہنچا اور مجھے ایکٹنگ ریجنل مینیجر کی ڈیوٹی ملی۔کام بڑا smoothly چل رہا تھا اور میں نے فرم کے لئے ایک دو کام بھی لے لئے تھے۔میری ڈویژن کا ہیڈ مجھ سے بہت خوش تھا لیکن ہیڈ آفس ایک ریٹائرڈ کرنل کو ریجنل مینیجر لگانا چاہتا تھا ان پر ایک جنرل وزیر کا بہت پریشر تھا۔چنانچہ کرنل صاحب مسقط آ گئے۔مجھے آئے ہوئے 4 ماہ ہوئے تھے۔ مجھے تحریری حکم ملا کہ دو ہفتوں میں کرنل صاحب کو کام سمجھا کر اور sites دکھا کر واپس پاکستان آ جاؤ۔چنانچہ 15 دن پر سارا کام سمجھا کر اور وزارت مواصلات گورنمنٹ آف سلطنت عمان کے اعلی افسروں سے ملوا کر میں واپس آ گیا۔میری اس طرح واپسی پر منسٹری والے بھی خوش نہ تھے۔ انہوں نے مجھے آفر دی کہ نیسپاک سے مستعفی ہو کر ہمارے پاس آ جاؤ۔میں نے حضور کی خدمت میں لکھا جلدی جواب آ گیا کہ استعفیٰ نہ دیں نیسپاک میں ہی رہیں۔

مسقط جانے سے پہلے میں نے قصر خلافت اور پرائیویٹ سیکرٹری کی بلڈنگ کی نگرانی کے لئے وقف عارضی کیا تھا۔اور جانے سے پہلے حضور سے ملاقات بھی ہوگئی تھی۔حضور نے گلے لگا کر مجھے رخصت کیا اور فرمایا" وہاں چوہے تو نہیں ہیں اندر اندر کترنے والے"

بہر حال وقت گزرتا گیا اور 4 ماہ بعد ہمارا ڈویژنل ہیڈ مسقط گیا اور چند دن بعد جب واپس آیا تو اس نے مجھے اپنے کمرے میں بلوایا اور کہا کہ

منسٹری میں کرنل صاحب کی شکایات کا ڈھیر لگ گیا ہے۔ میں تمہیں وہاں بھجواؤں گا۔ تم ان لوگوں کو ملو۔ ان کی دعوت وغیرہ کرو۔ وہ تمہیں پسند کرتے ہیں ۔ورنہ خدشہ ہے ہمیں وہاں اور کام نہ ملے۔

میں نے ساری صورتحال حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کولکھ کر دعا کی درخواست کی اور وہاں visit پر چلا گیا۔ کرنل صاحب کو بہت ناخوشگوار گزرا۔ تاہم وہ بھی مجبور تھے۔ انہوں نے میری شکائتیں کرنے کی کوشش کی لیکن ان کا تو اپنا impression خراب ہو چکا تھا۔ اس دوران ان کی سالانہ چھٹی کا وقت آ گیا اور نیسپاک نے ان کی ایک ماہ کی چھٹی کے دوران مجھے ان کی جگہ لگا دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی دعا سے کچھ ایسا فضل ہوا کہ کرنل صاحب کی چھٹی کے دوران میں نے دس ٹینڈر لئے اوران میں سے چار بڑے کام نیسپاک کو مل گئے جب کہ وہ اپنے گیارہ ماہ قیام کے دوران کوئی کام نہ لے سکے۔

ان کی عمان واپسی پر نیسپاک نے مجھے حتی الوسع عمان کے پراجیکٹس پر مصروف رکھا اور عمان میں آنا جانا شروع ہو گیا۔

میں اس وقت پاکستان میں تھا جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ان انجینئرز اور آرکیٹکٹس کی 23 مارچ 1982ء کو دعوت بھی کی جنہیں قصر خلافت اور پرائیویٹ سیکرٹری بلڈنگس کی تعمیراتی نگرانی پر وقف عارضی کا موقع ملا اور جن کی منظوری ہو چکی تھی لیکن ابھی ان کی باری نہیں آئی تھی۔ اس روز حضور نے بیت الاظہار بلڈنگ کا سنگ بنیاد بھی رکھا تھا جو آرکیٹیکٹ ملک رفیق احمد صاحب نے ڈیزائن کی تھی۔ ملک رفیق صاحب نے ہی قصر خلافت ڈیزائن کیا تھا جب کہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی بلڈنگ آرکیٹکٹ چوہدری رشید احمد صاحب نے ڈیزائن کی تھی۔ مجھے بھی اس بابرکت دعوت میں شرکت کی توفیق ملی۔ کھانے کی میز پر میں حضور کے دائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔ الحمد للہ

تصرفات الٰہیہ

حضور کے نکاح ثانی سے کچھ پہلے مجھے پھر مسقط بھجوا دیا گیا اور السیب الخوض روڈ پراجیکٹ کا ریزیڈنٹ انجینئر نامزد کر دیا گیا۔ میں نے اس پراجیکٹ کی Tender Evaluation کر کے رپورٹ منسٹری کو جمع کروا دی۔ اور کنٹریکٹر کو کام award ہونے تک نیسپاک سے رخصت لے لی اور لاہور ہیڈ آفس کی بجائے اسلام آباد آ گیا جہاں ابھی میرے بیوی بچے رہ رہے تھے۔

اسلام آباد پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اسلام آباد تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اگلے روز غالباً 25 مئی 1982ء کو سپر مارکیٹ سے ملک منور صاحب کو لے کر میں ظہر کے وقت بیت الفضل گیسٹ ہاؤس اسلام آباد پہنچ گیا کہ ممکن ہے نماز پر حضور سے ملاقات ہو جائے۔ یہ تصرف الٰہی تھا کہ خدا مجھے خلیفہ وقت کے پاس لے گیا۔ حضور جب ظہر عصر کی نماز پڑھانے سیڑھیوں سے نیچے تشریف لا رہے تھے تو حضور کی نگاہ اس عاجز پر پڑ گئی۔ حضور کی آمد پر سب لوگ جو ایک ڈیڑھ درجن سے زیادہ نہ تھے کھڑے ہو گئے حضور نے حسب عادت السلام علیکم فرمایا اور مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے "مجیب! تم یہاں۔ تم تو باہر گئے ہوئے تھے ابھی میں نے آج ہی تمہارے خط کا جواب لکھا ہے" میں جلدی سے صورت حال عرض کی اور حضور نے فرمایا" اچھا تو تمہیں نیسپاک نے چھٹی بھجوا دیا ہو گا " میں نے عرض کیا جی حضور۔ نمازیں پڑھا کر حضور اوپر چلے گئے اور میں شام کو راولپنڈی اپنے بڑی بہن کو ملنے چلا گیا۔ سنا ہے مغرب اور عشاء کی نمازوں کے دوران حضور کو ہارٹ اٹیک ہوا اور حضور نے عشاء کی دوسری رکعت بیٹھ کر پڑھائی اور اوپر تشریف لے گئے۔ کسی سے بات نہیں کی۔ اس طرح عوام میں سے میں وہ آخری خوش نصیب تھا جس سے پبلک میں حضور نے بات کی۔ اور اسی بیماری میں 8 اور 9 جون 1982ء کی درمیانی رات تقریباً ایک بجے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی انا للہ و انا الیہ راجعون۔

کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربك ذو الجلال والا کرام

9 جون 1982ء کو دعا کے ساتھ زرد رنگ کی وین میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا تابوت رکھا گیا اور اجتماعی دعا ہوئی۔ دعا قائم مقام ناظر اعلیٰ مرزا خورشید احمد صاحب نے کروائی۔ میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے پہلو میں کھڑا ہوُا تھا اور دل یقین سے پر تھا کہ چند گھنٹے بعد اللہ تعالیٰ انہیں "خلیفۃ المسیح الرابع" بنانے والا ہے۔ اس لئے دایاں کندھا ان کے ساتھ جوڑ کر رکھا۔ اس کے بعد اپنے بڑے بیٹے محمود منیر اکبر کو لے کر میں ربوہ روانہ ہو گیا جہاں میرے والدین رہ رہے تھے۔

اگلے روز 10 جون 1982ء بروز جمعرات مسجد مبارک ربوہ میں حضرت مرزا مبارک احمد صاحب کی صدارت میں انتخاب خلافت کی کاروائی ہوئی اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع منتخب ہوئے مجھے بھی پہلی بیعت عام میں آپ کی بیعت کرنے کا شرف حاصل ہو گیا۔ الحمد للہ رب العالمین

اسی روز بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں تقریباً ایک لاکھ افراد کے ساتھ مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی نماز جنازہ پڑھنے کی توفیق ملی۔ اگلے روز جمعہ تھا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے بڑا جذباتی خطبہ ارشاد فرمایا۔ جمعہ کے بعد مسجد اقصیٰ ربوہ میں ہی بیعت عام ہوئی۔ غضب کی گرمی تھی لیکن مسجد لبالب بھری ہوئی تھی۔ میرے ساتھ میری دو معصوم جڑواں بچیاں بھی تھیں جو میری والدہ کے پاس ربوہ میں رہتی تھیں۔ ہمیں دھوپ میں ہی جگہ ملی جسم پسینہ سے شرابور ہو گئے۔ اسی کیفیت اور رش میں ہم نے بیعت کی۔ ثم الحمد للہ

29 رمضان کا بابرکت دن

جلد ہی رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا۔ ان دنوں وقف عارضی کر کے میں قصر خلافت اور پرائیویٹ سیکرٹری بلڈنگس کی تعمیرات کی نگرانی کر رہا تھا۔ 29 رمضان 1402ھ (20 جولائی 1982ء) کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع اجتماعی دعا کروا کر مسجد مبارک ربوہ کے محراب سے باہر نکلے تو میں قصر خلافت کی تعمیر کی نگرانی کی وجہ سے وہاں کھڑا ہوا تھا۔ حضور نے اشارہ کر کے مجھے بلایا اور فرمایا بیرونی طرف سے آ کر میرے ساتھ افطاری کریں۔ جہاں مرزا القمان احمد صاحب کھڑے ہوئے تھے چنانچہ میرے علاوہ چوہدری انور حسین صاحب امیر ضلع شیخوپورہ۔ سرور صاحب ناظم ضلع اور نسیم ملک صاحب کو لے کر میاں صاحب اندر لے گئے۔ جلد ہی کھانا آ گیا اور اذان کے ساتھ ہی رشاد ملا کہ کھانا شروع کر لیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضور تشریف لے آئے اور تھوڑی دیر ہمارے پاس رونق افروز رہے اور گفتگو فرماتے رہے۔ زیادہ تر چوہدری صاحب کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ مجھے فرمایا "آپ ان شاء اللہ کب مسقط جا رہے ہیں"۔ عرض کیا عید کے فوراً بعد ان شاء اللہ۔ پھر فرمایا آپ باہر کے رستے سے چلیں میں اندر کے رستے سے مسجد نماز مغرب کے لئے جاؤں گا۔ یہ قیمتی لمحات ہمیشہ کے لئے دل اور دماغ پر نقش ہو گئے۔

السیب الخوض روڈ پراجیکٹ

یہ پراجیکٹ السیب ائر پورٹ راؤنڈ ابوٹ سے شروع ہو کر قابوس یونیورسٹی کے آگے سے گزر کر پہاڑ کو کاٹ کر الخوض تک جاتا تھا اور اس میں اڑھائی لاکھ کیوبک میٹر راک ایکسیویشن تھی لیکن ہمارے بل آف کوانٹیٹیز میں مقدار بہت کم تھی اور کامن ایکسیویشن کی نسبت راک ایکٹیویشن کا ریٹ چار پانچ گنا تھا۔ منسٹری تل گئی کہ نیساپاک کو بلیک لسٹ کر دے گی۔ اس میں مجھے بھی سخت خطرہ لاحق تھا۔ میں دعاؤں میں مصروف ہو گیا اور حضرت خلیفہ رابع رحمہ اللہ کو ساری صورت حال لکھ کر دعا کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے معجزہ نمائی فرمائی اور زمین سے ایک میٹر سے اوپر سڑک کے حصوں پر گارڈ ریل کی بجائے نیوجرسی بیریئر لگانے کا ویری ایشن بنانے کی اجازت مل گئی۔ اس ویری ایشن آرڈر کے منظور ہونے سے پراجیکٹ کاسٹ ریوائز ہو گئی اور

ہماری پردہ پوشی ہوگئی اور جو ہمارا بوریا بستر ابندھوانے کی امید لگائے بیٹھے تھے ان کے منصوبے ناکام ہوگئے اور کچھ اللہ تعالی کا ایسا فضل ہوا کہ میری اگلے گریڈ میں پروموشن بھی ہوگئی اور میں سینئر انجینئر سے پرنسپل انجینئر ہوگیا۔

صحار روز پراجیکٹ

اس دوران 1984 کا آرڈیننس آگیا اور اگلا پراجیکٹ یعنی صحار روڈ پراجیکٹ شروع ہونا تھا جس کا ڈیزائن اور ٹینڈر ڈاکومنٹ بیسپاک نے بنائے تھے۔نیسپاک نے کوشش کی کہ اس پراجیکٹ کے لئے کوئی اور ریزیڈنٹ انجینئر منظور کروالیں اور مجھے واپس پاکستان بلوالیں۔لیکن خدا نے کچھ ایسا فضل کیا کہ منسٹری مواصلات اڑ گئی اور انہوں نے کہا کہ اس پراجیکٹ پر بھی مجھے ہی ریزیڈنٹ انجینئر لگائیں۔ یہ خلیفہ رابع کی قوت قدسیہ اور دعا کا کرشمہ تھا کہ میرے آرڈر ریزیڈنٹ انجینئر صحار روڈ کے ہوگئے۔ میرے جو اپنے کولیگ تھے انہوں نے پورا زور لگایا ایمبیسی کو لکھا گورنمنٹ آف پاکستان کو لکھا کہ اس قادیانی کو یہاں سے نکلوائیں لیکن خدا تعالٰی میری مدد کرتا رہا۔دیوان آف رائل کورٹ آفیئرز کا پریذیڈنٹ پراجیکٹ کے سلسلے میں آئے دن میرے پاس آیا ہوتا تھا اور یہ شخص اس وقت سلطان قابوس کے بعد سب سے زیادہ پاور فل تھا اس پراجیکٹ میں سلطان قابوس گارڈن (بھجہ الانظار) کی سڑکیں بھی شامل تھیں جن کے لئے صرف مجھے انٹری پاس دیا گیا۔اللہ کے فضل سے یہ پراجیکٹ بہت کامیابی سے مکمل ہوا اور اس دوران ایڈیشنل کام بھی مل گئے اور نیسپاک کی انکم میں اضافہ ہوا۔

اخبار جہاں اور اردو کی اخباروں میں میرے خلاف خبریں لگوائی گئیں اور ان کے عربی ٹرانسلیشن حکومت عمان کو بھجوائے گئے اور نیسپاک انتظامیہ اور حکومت پاکستان کو بھی تراشے بھیجے گئے حتی کہ پراجیکٹ کیمپ کی دیواروں پر بھی میرے خلاف نعرے لکھوائے گئے مگر اللہ تعالی میری مدد کرتا رہا۔میں نے ڈیزائن ورک کے لئے ابراہیم نصر اللہ صاحب کو بھی پاکستان سے بلوالیا تھا اور صحار میں باقاعدہ جماعت بھی قائم ہوگئی تھی۔حضرت خلیفہ رابع مجھ سے بہت خوش تھے ان کی دعائیں میرے ساتھ تھیں۔مخالفین کا کوئی منصوبہ کامیاب نہ ہوا۔ پراجیکٹ ہر لحاظ سے مکمل کروا کر میں واپس پاکستان پہنچا اور نیسپاک ہیڈ آفس میں کام کرنے لگا۔صحار روڈز پراجیکٹ کا ابھی مینٹیننس پریڈ چل رہا تھا اور وہاں بارشوں اور سمندری طوفان سے ساحل سمندر کے ساتھ سڑک کو نقصان پہنچا۔ پراجیکٹ کی ریٹینشن منی ابھی واجب الادا تھی اور پراجیکٹ کی فائنل ہینڈنگ اوور ہونی تھی۔ عمان سے بار بار میری ڈیمانڈ آرہی تھی لیکن نیسپاک مجھے نہیں بھیجنا چاہتی تھی بلکہ میرے کسی جونیئر کولیگ کو بھیجنا چاہتی تھی جنہوں نے اس پراجیکٹ پر میرے ماتحت کام کیا تھا لیکن وزارت مواصلات عمان کسی کو منظور نہیں کرتی تھی حتی کہ مجبوراً نیسپاک کو مجھے وہاں بھیجنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔ایک سروے کے ساتھ میں نے رپورٹ بنائی اور لکھا کہ نیسپاک نے 100 سال کے رین فال ڈیٹا پر ڈیزائن کیا ہے اور یہ نقصان طوفانی بارشوں اور سمندر کی ہائی ٹائیڈ کی وجہ سے ہوا ہے۔میں نے فائنل میٹنگ کے لئے آپکی مدد کے لئے ایک ہیڈرالوجسٹ کو بلوالیا جو پی ایچ ڈی تھا۔ساری کارروائی میں خلیفہ رابع کو ساتھ ساتھ دعا کے لئے لکھتا رہا اور اللہ نے ایسا فضل کیا کہ ہم حکومت سلطنت عمان کو کنونس کرنے میں کامیاں ہوگئے۔ باعزت طریقے سے پراجیکٹ کی فائنل ہیڈنگ اوور بھی ہوگئی اور نیسپاک کی ریٹنشن منی بھی ریلیز ہوگئی۔الحمدللہ

اس پر مزید خدا کا فضل یہ ہوا کہ اس پریڈ کا جو ٹی اے ڈی اے مجھے ملا اس کو میں نے صد سالہ احمدیہ جوبلی کے وعدہ میں اضافہ کرکے ایک لاکھ روپیہ ادا کر دیا اس سے پہلے میں 50 ہزار ادا کر چکا تھا۔ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

ظہورِ اسلام کب ہوا؟

(ڈاکٹر محمد داؤد مجوکہ۔ جرمنی)

الدلائل القطعیہ فی السیرۃ النبویہ

مومنین کی نسلوں کو انبیاء سے محبت کی وجہ سے طبعاً ان کے حالات معلوم کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ اس وقت حقیقی معلومات نہ ہونے کی وجہ سے ہر قسم کی رطب و یابس باتیں قابل قبول ٹھہرتی ہیں اور حقیقی علم کے فقدان کو ذوقی نکات سے پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس لیے ڈیڑھ، دو سو سال بعد جمع کردہ روایات میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

اسلام کا آغاز جبل النور میں واقع غار حرا میں آنحضور ﷺ پر نازل ہونے والی وحی سے ہوا۔ اور صرف یہی ایک بات کم و بیش متفقہ ہے۔ چنانچہ حرا پر قیام کی وجہ، قیام کی مدت، حرا پر آپؐ کے ساتھ کون تھا، اوّلین وحی کا نزول کس ماہ میں ہوا، وہ کون سی تاریخ تھی، ہفتہ کا کون سا دن تھا، غار میں آپؐ کی مصروفیت کیا تھی وغیرہ سب امور کے متعلق مختلف روایات پائی جاتی ہیں مثلاً پہلی وحی کے نزول کی بارہ مختلف تاریخیں بتائی گئی ہیں! اس مضمون میں ان روایات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

حرا پر قیام کی وجہ:

آنحضور ﷺ کے حرا پر تشریف لے جانے کی دو مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ آپؐ نے نذر مانی تھی کہ ایک ماہ حرا پر گزاریں گے۔ (ابو نعیم، دلائل النبوۃ، صفحہ ۲۱۵) دوسری یہ کہ آپؐ ہر سال ایک ماہ حرا پر گزارا کرتے تھے اور جو مساکین وہاں آپؐ کے پاس آتے، ان کو کھانا کھلاتے تھے۔ (ابن اسحاق، سیرت، صفحہ ۱۲۱، ابن ہشام، سیرۃ رسول اللہ، جلد ۱، صفحہ ۲۳۶، البلاذوری، انساب الاشراف، جلد ۱، صفحہ ۱۰۵) یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف آپؐ ہی نہیں بلکہ دیگر قریش بھی ہر سال رمضان میں ایسا کیا کرتے تھے۔

(ابن ہشام، جلد ۱ صفحہ ۲۳۵۔ نیز بلاذوری كَانَتْ قُرَيْشٌ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ، خَرَجَ مَنْ يُرِيْدُ التَّحَنُّثَ مِنْهَا إِلَى حِرَاءَ. انساب الاشراف، جلد ۱، صفحہ ۱۰۵، المقدسی، البدء والتاریخ، جلد ۴، صفحہ ۱۴۱)

Sprenger کے نزدیک قریش کے حرا پر جانے کی کوئی مذہبی وجہ نہیں تھی بلکہ قریش کے امراء شدید گرمیوں میں طائف میں واقع اپنے باغوں کو چلے جاتے تھے اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتے، وہ حرا چلے جاتے تھے۔ (Das Leben und die Lehre des Mohammad جلد ۱، صفحہ ۲۹۶) جبکہ Sell ابن ہشام کی روایت سے متفق ہے۔ (The Life of Muhammad، صفحہ ۲۵)

یہ دعویٰ کہ اہل مکہ گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے گویا چھٹیاں منانے حرا جاتے تھے بلا ثبوت ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو بہت سی روایات موجود ہونی چاہیے تھیں کہ فلاں شخص فلاں وقت وہاں گیا تھا۔ نیز یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلی وحی کے نزول کے بعد یہ سلسلہ بند کیوں ہو گیا؟ جب تک پنکھے اور ایئر کنڈیشنر نہیں آئے، ۱۳۰۰ سال تک پھر کیوں اہلِ مکہ حرا نہیں گئے۔ روایات میں جن دو تین لوگوں کا قبل از اسلام حرا کے اردگرد جانے کا ذکر ملتا ہے ان میں ایک زید بن عمرو بن نفیل ہے۔ اسے مذہبی اختلاف کی بنا پر مکہ سے نکال دیا گیا تھا اور وہ اس علاقہ میں رہتا تھا۔ (الجزری، اسد الغابہ، جلد ۲، صفحہ

۳۵۴۔۳۵۵،الفکھی، اخبار مکہ، جلد ۴، صفحہ ۸۶)اسی طرح ایک روایت شیبہ بن ربیعہ بن عبد الشمّس کے متعلق ہے۔(ابن حبیب، المنمق فی اخبار قریش، صفحہ ۴۲۲)یا پھر ابرہہ کے حملہ کے وقت جب اہل مکہ پہاڑوں پر چلے گئے تھے،اس وقت حضرت عبد المطلب کے تین دوستوں کے ساتھ حرا پر چلے جانے کا ذکر آتا ہے۔(ابن سعد، طبقات الکبریٰ، جلد ا، صفحہ ۷۲)ورنہ عمومی طور پر اہل مکہ کے وہاں جانے کا کوئی ذکر نہیں۔

یہ بات بھی غلط ہے کہ اہلِ مکہ ہر سال رمضان میں عبادت کرنے حرا جاتے تھے۔اوّل تو یہ بات خلاف عقل ہے کہ اہلہ مکہ (یا ان کا معقول حصہ) ہر سال بیک وقت حرا پر جاتے ہوں،اتنی تو وہاں رہنے کی جگہ ہی نہیں اور اس بارے میں روایات بھی مفقود ہیں۔پھر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اہل مکہ کیوں اور کس کے کہنے پر ایسا کرتے تھے؟ باقی کام جو اہل مکہ کرتے تھے مثلاً طواف، وقوف عرفات اور رمی جمرات، یا ان کے ہاں جو کام منقسم تھے جیسے سقایا، رفادہ اور حجابہ وغیرہ ان سب کے متعلق تفصیلی روایات موجود ہیں۔باقاعدہ نظام موجود تھا اور کام مختلف لوگوں میں تقسیم شدہ تھے۔لیکن حرا پر عبادت کے متعلق کوئی مربوط سلسلہ واقعات و روایات کا نہیں ملتا۔نہ تو حضرت ابراہیمؑ کا کوئی حکم تھا نہ حضرت اسماعیلؑ کی کوئی ایسی سنت تھی، نہ ہی کسی اور بزرگ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس کے کہنے پر ایسا کیا گیا۔

عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو علماء کہتے ہیں کہ اہلِ مکہ ہر سال حرا پر جاتے تھے اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ سب سے پہلے عبد المطلب نے ہر سال رمضان میں حرا پر عبادت کرنی شروع کی تھی۔(ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، جلد ا، صفحہ ۶۱۸، الدیار بکری، تاریخ خمیس، جلد ا، صفحہ ۱۵۹)یعنی خود ہی مانتے ہیں کہ کم از کم عبد المطلب سے پہلے تو ایسی کوئی روایت نہیں تھی۔لیکن اس سوال کا پھر بھی کوئی جواب پیش نہیں کرتے کہ عبد المطلب ایسا کیوں کرتے تھے، اور رمضان ہی میں کیوں کرتے تھے؟ اس سے ظاہر ہے کہ یہ سب خیالات درحقیقت بہت بعد کے زمانے میں وضع کر کے زمانہ قبل از اسلام کی طرف منسوب کر دیے گئے ہیں۔ورنہ کبھی کوئی حرا پر گیا ہو تو الگ بات ہے اہل مکہ کا عام طریق یا روایت بہر حال نہیں تھی۔

خود آنحضورؐ کے ہر سال حرا جانے کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔نہ رمضان میں نہ کسی اَور ماہ میں۔علماء کی یہ عادت ہے کہ وہ یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپؐ نبوت سے پہلے ہی تمام اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا تھے۔جبکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ(الشوریٰ:۵۳)یعنی تجھے کچھ پتہ نہیں تھا کہ قرآن کریم میں درج شرعی احکامات اور ایمانی تفاصیل کیا ہیں۔اسی طرح یہ بات بھی ناقابل فہم ہے کہ کوئی معین روایت اس بارے میں موجود نہیں کہ بعثت سے پہلے آپؐ حرا تشریف لے گئے تو پیچھے مکہ میں فلاں واقعہ پیش آیا۔چونکہ اسلام میں رمضان اور اس میں اعتکاف کی خاص اہمیت ہے اور آنحضورؐ کو رمضان میں قرآن کریم عطا ہوا تھا، اس لیے آپؐ کے رمضان میں حرا پر جانے کا جواز پیش کرنے کے لیے یہ قصے بنائے گئے اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ آپؐ ہر سال رمضان میں ایسا کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے حالات اور قرآن کریم میں بیان فرمودہ تاریخ انبیاء کی روشنی میں قرین قیاس بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی نبوت سے پہلے بعض امور کی جانب راہنمائی فرمائی ہوگی، جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی راہنمائی فرمائی اور آپؑ نے چھ ماہ روزے رکھے۔(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۴۲۵، ایڈیشن ۲۰۲۲ء)اس دوران حضورؑ گھر سے آنے والا کھانا کسی کو دے دیا کرتے اور خود بہت معمولی غذا پر گزارہ فرماتے۔بالکل اسی طرح آنحضورؐ کے متعلق بھی بیان ہوا ہے کہ آپؐ حرا پر تھے تو غربا کو کھانا کھلاتے تھے۔یہ غالباً وہی کھانا ہوگا جو آپؐ گھر سے ساتھ لاتے تھے۔اس پر مزید ایک قرینہ حضرت عائشہؓ کی وہ مشہور روایت ہے جس کے مطابق بعثت سے قبل چھ ماہ آپؐ کو سچے خواب آتے تھے جو "فلق الصبح" کی طرح پورے ہو جاتے تھے۔(عبد الرزاق، مصنف، جلد ۶ صفحہ ۱۰)چھ ماہ تک کثرت سے رویاء و کشوف سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس دوران روزے رکھے ہوں گے کیونکہ

کشوف کا روزہ سے گہرا تعلق ہے اور حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔'' (ملفوظات جلد ۹، صفحہ ۳۰، ایڈیشن ۲۰۲۲ء) اس دوران کثرت کشوف کا یہ عالم بتایا گیا ہے کہ شاید ہی کوئی پتھر یا درخت ایسا ہوگا جس نے آپؐ کو سلام عرض کر کے آپؐ کی نبوت کا اقرار نہ کیا ہو۔ (ابن سعد، طبقات، جلد ۱، صفحہ ۱۳۲: **فلا يمرُ بحجرٍ ولا شجرة إلّا قالت السلام عليك يا رسول الله**. ابن سيد الناس، عیون الاثار، جلد ۱، صفحہ ۱۰۱) قرآن کریم میں متعدد انبیاء کو الہام سے پہلے رؤیا و کشوف ہونے کا ذکر ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی بعثت کا جو واقعہ قرآن کریم میں تفصیل سے درج ہے اس میں بھی پہلے آگ کا کشف ہونے اور پھر الہام کا ذکر ہے۔ (مثلاً طٰہٰ: ۱۱۔۱۲) اسی طرح حضرت یوسفؑ کے قصہ میں بھی پہلے آپؑ کے رویاء دیکھنے اور پھر نبوت کے مقام پر فائز ہونے کا ذکر ہے۔

غار میں کون تھا؟: اکثر روایات کے مطابق آپؐ اکیلے ہی حرا تشریف لے جاتے تھے۔ (عبدالرزاق، مصنف، جلد ۶، صفحہ ۱۰، بخاری، صحیح، کیف بداء الوحی) تاہم دیگر روایات کے مطابق آپؐ کے ہمراہ حضرت خدیجہؓ بھی تھیں۔ (**نَذَرَ أَنْ يَعْتَكِفَ شَهْرًا هُوَ وَخَدِيجَةُ بِحِرَاءٍ**، ابونعیم، دلائل النبوۃ، صفحہ ۲۱۵) بلکہ بعض نے ''اہل'' کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ (**وَمَعَهُ أَهْلُه**، ابن ہشام، جلد ۱، صفحہ ۲۲۰) جس سے بیوی بھی مراد ہو سکتی ہے مگر یہ بھی خیال کیا جا سکتا ہے کہ گویا بچے بھی ساتھ تھے۔ اسی قسم کی روایات کی بنا پر Margoliouth نے لکھا ہے کہ آپؐ اہل و عیال کو بھی حرا پر ساتھ لے جاتے تھے۔ (Mohammed، صفحہ ۹۰) Sell بھی اس سے متفق ہے (Life of Muhammad، صفحہ ۲۵) اور Andrae بھی (Mohammed صفحہ ۵۷)

ایک روایت یہ ہے کہ آپؐ دن کو حرا پر رہتے لیکن رات کو نیچے آ جاتے۔ جبکہ حضرت خدیجہؓ بھی رات کو پہاڑ کے دامن میں تشریف لے جاتیں۔ رات آپؐ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ابوعبیدہ کے گھر کے عقب میں واقع مسجد میں رہتے اور صبح کو واپس غار میں چلے جاتے۔ (الفکھی، اخبار مکہ، جلد ۴، صفحہ ۱۸۱) مبارکپوری صاحب کے نزدیک حضرت خدیجہؓ آپؐ کے ہمراہ حرا تشریف لے جاتی تھیں لیکن غار کی بجائے پاس ہی کسی جگہ پر رہتی تھیں۔ (مبارکپوری، الرحیق المختوم، صفحہ ۹۶) اس بات کی حکمت بیان نہیں کی گئی کہ جب آپؐ ساتھ جاتی تھیں تو غار کی بجائے کسی اور جگہ کیوں رہتی تھیں، نہ ہی اس جگہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔

دیگر بہت سی روایات کی طرح یہ خیال بھی بلا ثبوت ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ حضرت خدیجہؓ کبھی آپؐ سے کوئی بات کرنے یا حال پوچھنے پہاڑ تک تشریف لے گئی ہوں، لیکن وہاں قیام کی بات بے بنیاد ہے۔ روحانی ترقی کے لیے کی جانے والی خصوصی عبادت و اعتکاف تنہائی اور خاموشی چاہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰؑ کو اکیلے ہی طور پر بلانے کا ذکر ہے۔ (الاعراف: ۱۴۳) حضرت ہارونؑ بھی اس میں شامل نہ تھے۔ حضرت مریمؑ کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ اور خاموشی کا بھی آپس میں ایک تعلق ہے۔ (مریم: ۲۷) ایسی حالت انقطاع و خاموشی کے حصول کے لیے ہی آپؐ شہر سے دُور غار حرا تشریف لے گئے تھے ورنہ عبادت تو گھر پر بھی ممکن تھی۔ پس حضرت خدیجہؓ کے حرا پر یا اس کے دامن میں رہنے کی روایات یقیناً غلط ہیں۔ اسی لیے دیگر روایات میں وضاحت سے ذکر ہے کہ آپؐ کو تنہائی پسند ہوگئی تھی۔ (عبدالرزاق، مصنف، جلد ۶، صفحہ ۱۰ **حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ**) اسی طرح یہ بھی ذکر ہے کہ آپؐ کچھ زادراہ لیتے اور حرا پر چلے جاتے، جب وہ ختم ہو جاتا تو واپس گھر آتے اور حضرت خدیجہؓ آپؐ کو مزید زادراہ باندھ دیتیں۔ یعنی خود گھر پر ہی رہتیں۔

غار میں مصروفیت: غار حرا میں قیام کے دوران کیا ہوتا تھا؟ اس بارے میں اکثر روایات میں بتایا گیا ہے کہ آپؐ ''تَحَنُّث'' فرماتے تھے۔ ''تحنث''

سے مراد ''تبرر'' لی گئی ہے یعنی نیک کام کرنا۔ (سیرت ابن ہشام، جلد ا، صفحہ ۲۱۸) یا ایسے کام، جن سے گناہ و کمزوریاں دور ہوں۔ (ابن حجر العسقلانی، فتح الباری بشرح البخاری، جلد ا، صفحہ ۱۰۸) یا اس سے مراد ''تعَبُّد'' یعنی عبادت کرنا ہے۔ (ابن رزاق، مصنف، جلد ۶ صفحہ ۱۰، بخاری، صحیح، کیف کان بداء الوحی) یا یہ کہ لفظ ''تحنث'' اصل میں ''تحَنُّف'' تھا جس میں عربی کے کئی دیگر الفاظ کی طرح ''ف'' بدل کر ''ث'' ہو گیا ہے۔ (ابن ہشام، سیرۃ رسول اللہ، جلد ا، صفحہ) تحنف سے مراد دین حنیف پر عمل ہے۔ ابن اعرابی کا کہنا ہے کہ وہ لفظ ''تحَنُّث'' کو نہیں جانتے۔ (العینی، عمدۃ القاری، جلد ا، صفحہ ۴۹) یعنی یہ ایک غیر معروف یا کسی دوسری زبان سے عربی میں مستعار لیا گیا لفظ ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؐ غار میں ''تَنَسُّك'' فرماتے، یعنی عبادت کرتے تھے۔ (يَتَنَسَّكُ فِيهِ، ابن اسحاق، سیرت، صفحہ ۱۲۱، ابن کثیر، البدایۃ و النہایۃ، جلد ا، صفحہ ۳۸۵) یا آپؐ وہاں اعتکاف کرتے تھے۔ (ابونعیم، دلائل النبوۃ، صفحہ ۲۱۵) اور ہر سال ایک ماہ مستقل وہیں رہتے تھے۔ (كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي حِراء مِنْ كُلِّ سَنَةٍ شَهْرًا، ابن ہشام، سیرت، جلد ا، صفحہ ۲۱۸) مارگولیوتھ نے اس بحث کی بنیاد پر کہا ہے کہ لفظ ''تحنث'' کا معین مطلب معلوم نہیں البتہ اس سے کسی قسم کا راہبانہ عمل مراد ہے۔ (Mohammed، صفحہ ۹۰) مشہور مستشرق Davenport کے نزدیک آپؐ حرا پر عبادت کے علاوہ بائبل اور اناجیل کا مطالعہ فرماتے تھے۔ (Apology، صفحہ ۱۳) ایک جدید مستشرق Park کے نزدیک یہ لفظ نہ تو قرآن کریم میں موجود ہے نہ ہی قرآن کریم سے آپؐ کی قبل از بعثت عبادات کے متعلق کچھ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ (Muhammad's call revisited، صفحہ ۲۶)

لفظ ''تحنث'' کا مادہ مگر قرآن کریم میں موجود ہے: وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ۔ (الواقعہ: ۴۷) اور وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ (ص: ۴۵) پس تحنث سے مراد وہ تمام امور ہیں جن سے انسان گناہوں سے دُور ہوتا اور پاکیزگی میں بڑھتا ہے۔ اس میں عبادت، اعتکاف، صدقہ، نیکی سب کچھ شامل ہے۔ شاید اسی لیے کسی نے عبادت، کسی نے اعتکاف، کسی نے غرباء کو کھانا کھلانے اور کسی نے عمومی طور پر نیکی کا ذکر کیا ہے۔

حرا پر قیام کی مدت: کچھ روایات کے مطابق حرا پر قیام کی مدت ایک ماہ تھی۔ (ابن ہشام، سیرت، جلد ا، صفحہ ۲۳۶) اس پر القسطلانی نے یہ دلیل دی ہے کہ موسیٰؑ کو بھی تیس راتوں کے لیے ہی بلایا گیا تھا۔ (القسطلانی، ارشاد الساری، جلد ا، صفحہ ۶۲) یعنی یہ سنت اللہ ہے۔ تاہم دیگر روایات میں تین یا سات راتوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ (الحلبی، سیرۃ، جلد ا، صفحہ ۳۳۸) ایک چینی سیرت النبیؐ کے مطابق آپؐ روزانہ حرا تشریف لے جاتے تھے۔ (P79, The Arabian Prophet From Chinese Sources,Mason) جس سے غالباً یہ مراد ہے کہ آپؐ اکثر حرا تشریف لے جاتے تھے مگر تھوڑے عرصہ کے لیے۔

درحقیقت اعتکاف وروزے رکھنے کا یہ دَور چند دن یا ایک ماہ نہیں بلکہ ان چھ ماہ تک ممتد معلوم ہوتا ہے جو بعثت سے پہلے تھا اور جس کے دوران آپؐ کو کثرت سے رؤیا وکشوف ہوتے تھے۔ آپؐ کے متعدد بار گھر سے کھانا لانے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک طویل عرصہ تھا اس لیے بار بار گھر آ کر مزید سامان لے جانے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ اگر صرف ایک ماہ ہوتا تو دو، تین مرتبہ ہی ایسا ہوتا۔ یہ خیال کہ گویا یہ اعتکاف ہر سال ہوتا تھا، قرین قیاس نہیں نہ ہی ایسی کوئی روایت قبل از اسلام اہل مکہ میں ثابت ہے۔ حسبِ معمول اسلام کی جاری کردہ رمضان میں اعتکاف کی سنت کو آپؐ کی قبل از بعثت زندگی میں منعکس کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اوّلین وحی کے نزول کی تاریخ: پہلی وحی کے نزول کی گیارہ مختلف تاریخیں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں ۷ ر رمضان، ۲۴ ر رمضان، ۲۸ ر رمضان،

۲۷ ررجب، ۲ رربیع الاوّل شامل ہیں۔(طبری، تاریخ، جلد ۲، صفحہ ۲۹۴، الدیار بکری، تاریخ خمیس، جلد ا صفحہ ۲۸۱، الجوزی، المنتظم، جلد ۲ صفحہ ۳۵۰، ابن سیدالناس، عیون الاثر، جلد ا، صفحہ ۱۰۶) اسی طرح ۱۷ ررمضان، ۱۸ ررمضان اور ۱۹ ررمضان بھی۔(البلاذوری، انساب الاشراف، جلد ا، صفحہ ۱۰۵، الجوزی، المنتظم، جلد ۲، صفحہ ۳۴۷۔۳۴۹، ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، جلد ا، صفحہ ۶۴۸) علاوہ ازیں ربیع الاوّل کی ۱۲ یا ۱۸ راور ۸ رربیع الاوّل بھی بیان ہوئی ہیں۔(سبط ابن جوزی، مرآۃ الزمان، جلد ۳، صفحہ ۹۳، الصفدی، الوافی بالوفیات، جلد ا، صفحہ ۶۴) مشہور مستشرق Margoliouth نے عمومی طور پر رمضان کا مہینہ بیان کیا ہے۔(Mohammed، صفحہ ۹۰) Davenport کے نزدیک پہلی وحی ۲۴ ررمضان کو ہوئی تھی۔(Apology، صفحہ ۱۶) اسی کی تائید Bush نے کی ہے۔(Life of Mohammed، صفحہ ۵۲) جبکہ Rodinson کے نزدیک پہلی وحی ۲۷ ررمضان کو ہوئی تھی۔(Muhammad، صفحہ ۷۳)۔ رمضان کی بجائے Wagtendonk کے نزدیک پہلی وحی ۲۷ ررجب کو نازل ہوئی تھی۔(Fasting in the Koran، صفحہ ۸۲ تا ۱۲۲) اس کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے جن میں رجب میں بالعموم اور ۲۷ ررجب کو بالخصوص اہمیت دی گئی ہے۔ چنانچہ Kisters نے ان روایات کا حوالہ دیا ہے جن کے مطابق آنحضورؐ کی پیدائش، پہلی وحی اور معراج تینوں رجب میں ہوئے اور ۲۷ ررجب کو روزہ رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔(''Rajab is the Month of God''......صفحہ ۱۹۷۔۲۰۱)

ربیع الاول: ۲، ۸، ۱۲، ۱۸ رجب: ۲۷ رمضان: ۷، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۴، ۲۸ پہلی وحی کے متعلق قدیم اسلامی روایات میں مذکور گیارہ مختلف تاریخیں:

حقیقت یہ ہے کہ خود قرآن کریم وضاحت سے فرماتا ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (البقرۃ:۱۸۶) اس آیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کا نزول رمضان کے مہینہ میں ہوا۔ گو یہ مطلب بھی ہے کہ قرآن کریم میں رمضان کے متعلق تعلیم نازل ہوئی، تاہم یہ بات پہلی تشریح کے خلاف نہیں۔ چونکہ دیگر آیات بھی ماہِ رمضان کی تصدیق کرتی ہیں، اس لیے رجب اور ربیع الاوّل والی تاریخوں کو مسترد کیا جا سکتا ہے۔ فرمایا: إِنَّآ أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ.....تَنَزَّلُ الْمَلَآئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ (القدر:۴ تا ۶)۔ إِنَّآ أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ ...فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ (الدخان ۴۔۵) یعنی قرآن کریم کا نزول ایک خاص برکت والی رات میں ہوا تھا جسے لیلۃ القدر کا نام دیا گیا ہے۔ اس رات میں تمام امور کے متعلق فرشتے نازل ہوئے اور ان کا فیصلہ کر دیا گیا۔ لیلۃ القدر کے متعلق آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک ہے۔(مالک، موطاء، ماجاء فی لیلۃ القدر، بخاری، صحیح، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر) پس پہلی وحی کا رمضان میں ہونا یقینی ہے۔

اوپر رمضان کے آخری عشرے کی جو تاریخیں بیان ہوئی ہیں ان سے کوئی بھی طاق رات نہیں! حالانکہ پہلی لیلۃ القدر، جو کہ اصل لیلۃ القدر تھی، کا طاق رات ہونا قرین قیاس ہے۔ اگر پہلی لیلۃ القدر ہی طاق رات کو نہ ہوتی، تو آئندہ ہر سال آنے والی لیلۃ القدر کو بھی طاق راتوں میں محصور نہ کیا جاتا۔ اسی لیے متعدد نئے علماء نے نزول قرآن کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق رات کو ہی قرار دیا ہے۔(مثلاً مبارکپوری، الرحیق المختوم، صفحہ ۹۷)

نزول الی سماء الدنیا کا غلط عقیدہ: چونکہ قرآن کریم کی واضح آیات کے برخلاف روایات کی کثرت ربیع الاوّل کے متعلق ہے، اس لیے اس مسئلہ کے دو حل نکالے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہا گیا کہ خوابوں کی صورت میں آپ ﷺ کی نبوت کا آغاز ربیع الاوّل میں ہوا اور چھ ماہ بعد رمضان میں وحی شروع ہوئی۔(الحلبی، سیرۃ، جلد ا، صفحہ ۳۳۵) یہ حل قابل قبول نہیں کیونکہ روایات میں صاف ربیع الاوّل اور رجب میں بعثت اور پہلی وحی کا ذکر ہے نہ کہ رؤیا و

کشوف کے شروع ہونے کا۔ (سبط ابن جوزی، مرآۃ الزمان، جلد ۳، صفحہ ۹۳، القسطلانی، مواھب اللدنیہ، جلد ا، صفحہ ۱۱۸، ابن جوزیہ، زاد المعاد، جلد ا، صفحہ ۶۳، الجوزی، المنتظم، جلد ۲، صفحہ ۳۴۹)

دوسرا حل یہ نکالا گیا کہ قرآن کریم متعدد مراحل میں نازل ہوا ہے۔ آگے اس کے بھی تین حصے ہیں۔ ایک خیال یہ ہے کہ قرآن کریم پہلے مرحلے میں لوحِ محفوظ سے رمضان میں ہماری دنیا کے آسمان تک نازل ہوا، پھر دوسرے مرحلہ میں اس ''سماء الدنیا'' سے آنحضورؐ پر! اس کی تفصیل بھی بتائی گئی ہے کہ بیس ماہ میں لوحِ محفوظ سے نازل ہوا اور پھر آنحضورؐ پر بیس سال تک نازل ہوتا رہا۔ (مقاتل، تفسیر، جلد ا، صفحہ ۱۶۱)

دوسرے خیال کے مطابق قرآن کریم تین مراحل میں نازل ہوا۔ پہلے لوحِ محفوظ سے ایک کتاب میں ایک ہی رات میں نازل ہوا جو کہ لیلۃ القدر تھی۔ اس کے بعد بیس ماہ میں جبرائیلؑ نے اس کتاب سے حاصل کیا اور پھر بیس سال میں آنحضورؐ پر نازل ہوا۔ (مقاتل بن سلیمان، تفسیر، جلد ۳، صفحہ ۸۱۷) یہ روایات دیگر تفاسیر میں بھی موجود ہیں۔ (مثلاً طبری، تفسیر، جلد ۳، صفحہ ۴۴۵) اس پر یہ سوال اٹھتا تھا کہ سماء الدنیا میں قرآن کس پر نازل ہوا؟ اس کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ وہاں قرآن ''بیت المعمور'' پر نازل ہوا جسے ''مواقع النجوم'' بھی کہا جاتا ہے۔ (طبری، تفسیر، جلد ۳، صفحہ ۴۴۶) کوئی ان مفسرین سے پوچھے کہ ایک بے جان چیز پر کلام الٰہی کیسے نازل ہوا اور کیوں؟ اور کلام الٰہی بھی وہ جو انسانوں کے لیے تھا۔

تیسرا خیال یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ پورا قرآن کریم لیلۃ القدر میں ایک ہی بار جبرائیلؑ پر نازل ہوا۔ آگے جبرائیلؑ اللہ کے امر سے ٹکڑوں میں آپؐ پر نازل کرتے رہے۔ (طبری تفسیر، جلد ۳، صفحہ ۴۴۷) اسی خیال کی دوسری شکل یہ ہے کہ ہر سال لیلۃ القدر کو اس سال نازل ہونے والا قرآن ساتویں آسمان سے ایک بار ہی جبرائیلؑ پر نازل ہو جاتا تھا اور پھر سارا سال وہ اللہ کے حکم سے آپؐ پر نازل کرتے رہتے تھے۔ (طبری، تفسیر، جلد ۳، صفحہ ۴۴۷)

حق یہ ہے کہ قرآن کریم کے مختلف مراحل میں نزول کی کوئی بنیاد نہیں۔ اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے: نَزَّلَهٗ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ (النحل: ۱۰۳) یعنی قرآنی آیات کی وحی لانے والی روح القدس اللہ تعالیٰ کے حضور سے آپؐ پر نازل ہوئی۔ اس جگہ کسی درمیانی منزل کا ذکر نہیں، نہ ہی اس کی ضرورت تھی۔ یہ سب مشکلات علماء کو اس لیے پیش آئیں کہ روایات کی کثرت ربیع الاوّل کے متعلق تھی جبکہ قرآن کریم رمضان کی تائید کر رہا تھا۔ اس لیے انہوں نے ان دونوں امور میں ''تطبیق'' کرتے ہوئے یہ خلاف عقل عقائد گھڑے۔ رہی سہی کسر ان بحثوں نے نکال دی کہ قرآن مخلوق ہے یا نہیں اور کلام الٰہی وجود الٰہی سے الگ چیز ہے یا اس کا حصہ وغیرہ۔

پہلی وحی کس دن ہوئی:

اکثر روایات کے مطابق یہ سوموار کا دن تھا۔ (ابن سعد، طبقات، جلد ا، صفحہ ۱۶۴، البلاذوری، انساب الاشراف، جلد ا، صفحہ ۱۰۵) بلکہ بیان کیا گیا ہے کہ آنجنابؐ نے فرمایا کہ میں سوموار کو پیدا ہوا اور سوموار کو ہی مبعوث ہوا۔ (طبری، تاریخ، جلد ۲، صفحہ ۲۹۳، الجوزی، المنتظم، جلد ۲، صفحہ ۳۴۸) ایک روایت کے مطابق آپؐ نے فرمایا کہ میری پیدائش، بعثت اور ہجرت تینوں سوموار کو ہیں۔ (ابن اثیر، اسد الغابہ، جلد ا صفحہ ۲۵) بعض لوگوں کے نزدیک تو آپؐ نے اپنی وفات کا دن بھی سوموار ہی بتا دیا تھا۔ (السھیلی، روض الانف، جلد ۲، صفحہ ۲۵۰) یہ روایات اتنی کثرت سے بیان ہوئی ہیں کہ بعض علماء نے پہلی وحی کے سوموار کے دن نازل ہونے پر اتفاق رائے کا دعویٰ کیا ہے۔ (

طبری، تاریخ، جلد ۲، صفحہ ۲۹۲، ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، جلد ۴، صفحہ ۵، المقدسی، تاریخ، جلد ا، صفحہ ۸۰، ابن جوزیہ، زاد المعاد، جلد ا، صفحہ ۶۱، ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، جلد ا، صفحہ ۶۴۶)

تاہم یہ بات درست نہیں کیونکہ دیگر روایات کے مطابق یہ جمعہ کا دن تھا۔(ابن اثیر، اسد الغابہ، جلد ا صفحہ ۲۵)
مستشرقین میں سے خصوصاً Sellheim نے سیرت النبیؐ کی ایسی تاریخوں کو جمع کیا ہے جن میں متعدد مختلف واقعات کا ایک ہی تاریخ میں ہونا بیان کیا گیا ہے۔(Prophet, Chalif und Geschichte صفحہ ۷۱ تا ۷۱اور ۷۸ تا ۷۹) آگے Rubin نے ان روایات کا ذکر کیا ہے جن میں آپؐ کی پیدائش، پہلی وحی، معراج، ہجرت اور وفات سب سوموار ۱۲ ربیع الاوّل کو بتائے گئے ہیں۔اس کے نزدیک ربیع الاوّل منتخب کرنے کی وجہ یہودی نقل ہے جو اسی طرح حضرت موسیٰؑ کی پیدائش اور وفات ایک ہی ماہ میں بتاتے ہیں اور سوموار کا انتخاب بھی یہودی روایات کے مطابق کیا گیا ہے کیونکہ سوموار اور جمعرات کو یہود کے ہاں روزہ رکھا جاتا تھا۔(Eye of the Beholder, page 190, 191)
جس طرح سیرت میں ایک ہی تاریخ کو مختلف واقعات سے جوڑنے کا رجحان پایا جاتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تکلف سے ایسا کیا گیا ہے۔اسی کی ایک مثال سوموار، ۱۲ ربیع الاوّل کا مذکورہ بالا تکرار بھی ہے۔روبن وغیرہ مستشرقین کا یہ دعویٰ درست معلوم نہیں ہوتا کہ مسلمان مورخین نے یہود کے زیر اثر یہ تاریخیں منتخب کی ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہمارے مورخین کو ''معجزانہ توارد'' دکھانے کا بے جا شوق ہے۔اس کے نتیجے میں پھر مستشرقین کو اسلامی روایات پر حملہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔

روایات میں اختلاف کی وجہ:

قرآن کریم کے رمضان میں نزول کے متعلق اتنی واضح آیات کی موجودگی کے باوجود علماء کی اکثریت نے ۸ ربیع الاوّل کی تائید کی ہے۔(ابی زھرۃ، خاتم النبیین، جلد ا، صفحہ ۲۷۸) اس کی دو بڑی وجوہ ہیں۔ایک تو یہ کہ اکثر علماء نے حقائق کی بجائے عقائد پر تاریخ کی بنیاد رکھی ہے۔مثلاً ربیع الاوّل کی تاریخیں اس لیے بیان کی گئی ہیں کہ قرآن کریم نے سورۃ الاحقاف آیت ۱۶ میں بیان فرمایا ہے کہ انسان چالیس سال کا ہوتا ہے تو اس پر اتمام نعمت ہوتا ہے۔چونکہ ان علماء کے نزدیک آنحضورؐ کی پیدائش ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی تھی اس لیے کہا گیا کہ عین چالیس سال کی عمر میں آپؐ پر پہلی وحی ہوئی یعنی ۱۲ ربیع الاوّل کو یا بعض کے نزدیک چالیس سال اور ایک دن کی عمر میں۔(الجوزی، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، جلد ۲، صفحہ ۳۴۷) اسی طرح قرآن کریم کی ایک اَور آیت ہے: وَمَآ أَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (الانفال: ۴۲) اور جو ہم نے اپنے بندے پر فرقان والے دن نازل کیا، جس دن کہ دو گروہوں کی مڈبھیڑ ہوئی۔
اس آیت سے یہ استنباط کیا گیا ہے کہ یوم فرقان سے مراد نزول قرآن کا دن ہے (قرآن کریم کا ایک نام فرقان بھی ہے) اور یہ وہی دن ہے جس دن جنگ بدر ہوئی تھی یعنی ۱۷ رمضان۔اس لیے ان کا کہنا ہے کہ قرآن کریم کا نزول بھی ۱۷ رمضان کو ہوا۔(طبری، تاریخ، جلد ۲، صفحہ ۲۹۴) اسی سے ایک اَور خیال یہ لیا گیا ہے کہ چونکہ جنگ بدر جمعہ کے دن ہوئی تھی، اس لیے پہلی وحی بھی جمعہ کے دن نازل ہوئی تھی۔گویا ہر جگہ پہلے آیات کی ایک تشریح کی گئی اور اس ذوقی نکتہ کے زیر اثر تاریخ تبدیل کر دی گئی۔اسی کا ایک حیرت انگیز نمونہ اس کے الٹ حساب بھی ہے۔چنانچہ بعض کے نزدیک قرآن کریم رمضان میں نازل شدہ ہے، تو اس کے موافق یہ روایت بھی ہے کہ آپؐ کی پیدائش بھی رمضان میں ہوئی تھی۔(القسطلانی، فتح الباری، باب صفۃ النبیؐ، جلد ۶، صفحہ ۵۷۰) اور تا کہ یہ چالیس سال والا حساب پورا ہو سکے۔اسی طرح رجب میں پیدائش کی روایات بھی ہیں۔
(العسقلانی، فتح الباری، جلد ۶، صفحہ ۵۷۰)
روایات میں اختلاف کی دوسری بڑی اور حقیقی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کی بعثت اور ان کے سلسلہ کا آغاز نہایت معمولی اور غربت و تنہائی کی حالت میں ہوتا

ہے۔ جو چند لوگ آغاز میں ان کے ساتھ ہوتے ہیں ان کو بھی وہ امن وچین نصیب نہیں ہوتا کہ تاریخ کو محفوظ کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ انبیاء کی وفات کے ایک عرصہ بعد ان کے حالات زندگی جمع کیے جاتے ہیں اور اس وقت تک بہت سے امور یاداشت میں گڈ مڈ ہو چکے اور اکثر ابتدائی ساتھی وفات پا چکے ہوتے ہیں۔ مومنین کی نسلوں کو انبیاء سے محبت کی وجہ سے طبعاً ان کے حالات معلوم کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ اس وقت حقیقی معلومات نہ ہونے کی وجہ سے ہر قسم کی رطب و یابس باتیں قابل قبول ٹھہرتی ہیں اور حقیقی علم کے فقدان کو ذوقی نکات سے پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس لیے ڈیڑھ، دوسو سال بعد جمع کردہ روایات میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

(الفضل انٹرنیشنل 11 اکتوبر 2025ء)

جہاں میں احمدیت کامیاب و کامراں ہوگی

(عبدالرحمٰن خادم صاحب)

خدائے بے مثال و بے چگوں کی ہے قسم مجھ کو
خدائے واقفِ رازِ دروں کی ہے قسم مجھ کو
قسم مجھ کو خدائے پاک کی شانِ جلالی کی
قسم ہے مجھ کو ربِ کعبہ کی درگاہِ عالی کی
قسم مجھ کو زمیں پر بارشیں برسانے والے کی
ردائے نیلگوں افلاک کو پہنانے والے کی
قسم مجھ کو خدائے پاک و برتر کی خدائی کی
قسم مجھ کو اللہ العالمین کی کبریائی کی
قسم اس ذات کی جس نے محمدؐ کو کیا پیدا
قسم اس ذات کی جس نے ہمیں اس کا کیا شیدا
قسم اس ذات کی جس نے قمر کو نور بخشا ہے
قسم اس ذات کی جو بے بدل ہے اور یکتا ہے
قسم نرگس کو متوالی نگاہیں دینے والے کی
گلوں کو حسن اور بلبل کو آہیں دینے والے کی
قسم عشاق کے دل میں محبت بھرنے والے کی
رخِ خوباں عالم کو منور کرنے والے کی
قسم ہے اس عزیز و غالب و مختارِ ہستی کی
ہے جس کے ہاتھ میں ہر شے بلندی اور پستی کی
جہاں میں دیکھ لینا احمدیت پھیل جائے گی
مسیحا کے عدو کی فوج رسوائی اٹھائے گی
یقیناً لشکرِ شیطان شکست فاش کھائے گا
علمِ اسلام کا سارے جہاں پر لہلہائے گا
ہماری فتح کا نقارہ بجتا کو بکو ہو گا
مرے محمود کا شہرہ جہاں میں چار سو ہو گا
اسیرانِ جہاں کی رستگاری بالیقیں ہو گی
مفاسد سے سراسر پاک یہ ساری زمیں ہو گی
صداقت میرے آقا کی زمانے پر عیاں ہو گی
جہاں میں احمدیت کامیاب و کامراں ہو گی
مدد انصارِ دیں کی آسماں سے بے گماں ہو گی
عدوانِ محمد کو سزا عبرت نشاں ہو گی
خدا خود جبر و استبداد کو برباد کر دے گا
وہ ہر سو احمدی ہی احمدی آباد کر دے گا
وہ منظر کس قدر خادم مسرت آفریں ہو گا
زمانے پر مسلط جب مرے آقا کا دیں ہو گا

(الفرقان جنوری 1958ء)

اصلاحِ نفس کے چند مجرب نسخے

(م۔ط۔بلوچ)

انسان کی اصل خوبصورتی اس کے چہرے میں نہیں بلکہ اس کے دل اور کردار میں پوشیدہ ہوتی ہے۔دل وہ آئینہ ہے جو اگر پاک ہوجائے تو بندہ اپنے ربّ کی جھلک محسوس کرنے لگتا ہے مگر جب نفس کی خواہشات اس آئینے پر گرد جما دیتی ہیں تو انسان اپنی اصل پہچان کھو بیٹھتا ہے۔اصلاحِ نفس دراصل اسی آئینے کو صاف کرنے کا نام ہے یہ وہ سفر ہے جو انسان کو خود سے اُس کے ربّ تک لے جاتا ہے یہ عمل آسان نہیں مگر یہی راستہ روح کے سکون دل کی پاکیزگی اور یہی اللہ کی قربت تک پہنچاتا ہے۔

ذیل میں اصلاح نفس کے لیے چند مجرب نسخے پیش خدمت ہیں ان طریقوں پر چلنے کے نتیجے میں ہمارے نفوس میں حیرت انگیز تبدیلی آسکتی ہے۔

۱۔ہر روز سونے سے قبل یا کسی تنہائی کے اوقات میں سوچیں کہ آپ نے آج خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کیا کیا؟ یہ محض ایک سوچ نہیں یا خود سے صرف ایک سوال نہیں بلکہ اصلاحِ نفس کی پہلی سیڑھی ہوسکتی ہے جب انسان ہر دن اپنے اعمال کا جائزہ لینا شروع کردے تو ہوسکتا ہے کہ اُسے توبہ کرنے کی توفیق ملے اللہ سے بخشش مانگنے کی توفیق ملے۔

۲۔اگر مندرجہ بالا طریق اختیار کریں گے تو ممکن ہے کہ آپ کو اپنا نفس بہت گندا اور ناپاک نظر آئے ایسی صورت میں مایوس نہیں ہونا بلکہ خدا تعالیٰ کے دَر پر جا کر عرض کریں۔ میں تیرا در چھوڑ کر جاؤں کہاں

۳۔قرآن پاک کو ترجمہ سے پڑھنا اور اس بات پر غور کرنا کہ مجھ میں کون سی نیکیاں ہیں وہ احکامات جو قرآن میں بیان ہیں کیا میرا اُن پر عمل ہے اس سے بھی اصلاحِ نفس ہوتی ہے پھر عذاب اور بشارتوں پر غور کریں گے تو خوف اور امید کے نتیجے میں دل آگے بڑھے گا۔

۴۔رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر آپؐ کے صحابہ کرامؓ کی سیرت کا مطالعہ اصلاح نفس کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

۵۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی کتب کا مطالعہ بھی اصلاحِ نفس کا بہترین ذریعہ ہے

۶۔دس شرائطِ بیعت پر بھی غور کرنے سے نفس کی اصلاح ہوسکتی ہے۔

۷۔ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ کا مطالعہ بھی اصلاحِ نفس کے لیے بہترین نسخہ ہے۔

۸۔حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کے خطبات اور پروگرام This Week With Huzoor اگر توجہ اور انہماک سے سنے جائیں تو انقلابی تبدیلیوں کا موجب بنتے ہیں۔

۹۔حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اپنے اصلاح نفس کے لیے دعا کا خط لکھنا بھی گناہوں کا عجب تریاق ہے اس کی بھی مستقل عادت ڈالیے۔

۱۰۔تہجد کی عبادت بھی اصلاحِ نفس کے لیے بہت عمدہ ذریعہ ہے۔

۱۱۔صحبتِ صالحین کو اختیار فرمائیے اور اچھی اور نیک صحبتوں میں رہیں کہ صحبتوں کا بھی بہت اثر ہوتا ہے چاہے وہ نیک صحبت ہو یا بدصحبت۔

۱۲۔نیکیاں بدیوں کو کھا جاتی ہیں اس لیے اگر آپ کا نفس گندا ہے تو جو نیکیاں ممکن ہیں وہ بجا لائیں بدیاں چھوٹ جائیں گی۔

۱۳۔صدقات بھی گناہوں کو بھسم کرتے ہیں اس لیے اس طریق کو بھی اختیار فرمائیے۔

۱۴۔موت کو ہمیشہ یاد رکھیں اس سے انسان میں اپنے اعمال کو لے کے ایک فکر پیدا ہوتی ہے اور انسان گناہوں سے پاک ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

۱۵۔بعض اوقات یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی دعائیں دیتا ہے تو ساتھ میں یہ دعا بھی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی زندگی دے لیکن لمبی زندگی کے ساتھ یہ دعا بھی دینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خدمتِ دین کی بھی بھرپور توفیق عطا فرمائے کیونکہ اصلاحِ نفس کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ دین کی خدمت کریں اس سے آپ نیک ماحول میں رہیں گے۔دین کی خدمت کا جتنا موقع ملے کرنی چاہیے اور دلی خوشی سے کرنی چاہیے کیوں کہ خدمتِ دین میں جتنا مصروف رہیں گے اُتنے ہی نفس کے فضول خیالات سے بچے رہیں گے اور پاک اور روحانی ماحول میں نفس کو پاک کرنے کا موقع ملے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:’’زندگانی کی زیادہ خواہش اکثر گناہوں کی اور کمزوریوں کی جڑ ہے۔ہمارے دوستوں کو لازم ہے کہ مالکِ حقیقی کی رضا میں اوقاتِ عزیز بسر کرنے کی ہر وقت کوشش کریں۔حاصل یہی ہے ورنہ آج چل دینے والا اور مثلاً اَور پچاس سال بعد کُوچ کرنے میں کیا فرق ہے جو آج چاند و سورج ہے وہی اس دن ہوگا جو انسان نافع اور اس کے دین کا خادم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ خود بخود اُس کی عمر اور صحت میں برکت ڈال دیتا ہے اور شرالناس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔سو آپ سب کام ہر حال خدا میں ہو کر کریں خود اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے گا۔‘‘

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۸۲، ایڈیشن ۲۰۲۲ء)

۱۶۔خدا تعالیٰ کے دربار میں خوف اور امید بھرے دل سے روئیں اور گڑگڑائیں اور عبادتوں میں رونا اور گڑگڑانا پیشہ بنا لیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:’’کامل طور پر پاک ہونے کے لیے صرف معرفت ہی کافی نہیں بلکہ اُس کے ساتھ پُردرد دعاؤں کا سلسلہ جاری رہنا بھی ضروری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ غنی بے نیاز ہے اُس کے فیوض کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے ایسی دعاؤں کی سخت ضرورت ہے جو گریہ اور بُکا اور صدق وصفا اور دردِ دل سے پُر ہوں۔......غرض پاک وصاف ہونے کے لیے صرف معرفت کافی نہیں بلکہ بچوں کی طرح دردناک گریہ وزاری بھی ضروری ہے۔اور نومید مت ہو اور یہ خیال مت کرو کہ ہمارا نفس گناہوں سے بہت آلودہ ہے ہماری دعائیں کیا چیز ہیں اور کیا اثر رکھتی ہیں کیونکہ انسانی نفس جو دراصل محبتِ الٰہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ اگرچہ گناہ کی آگ سے سخت مشتعل ہو جائے پھر بھی اُس میں ایک ایسی قوتِ توبہ ہے کہ وہ اس آگ کو بجھا سکتی ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ایک پانی کو کیسا ہی گرم کیا جائے مگر تاہم جب آگ پر اس کو ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھا دے گا۔(براہین احمدیہ جلد ۵، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۴، ۳۳)

۱۷۔اپنے اندر عاجزی پیدا کریں کہ عاجزی بھی اصلاحِ نفس کا ایک بہترین ذریعہ ہے کیونکہ نفس جو انسان کو خود پسندی، غرور، تکبر، برتری کے فریب میں مبتلا کر دیتا ہے، عاجزی نفس کی ان برائیوں کو ختم کرنے کا بہترین علاج ہے

۱۸۔نفس کی اصلاح ایک دن میں نہیں ہو جاتی اس لیے صبر و استقلال سے مصروف رہیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد بھی مانگتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ ممکن نہیں ہو سکتا اور یاد رکھیں جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وہ رب کی رحمت کے قریب ہو جاتا ہے۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 28 فروری 2026ء)

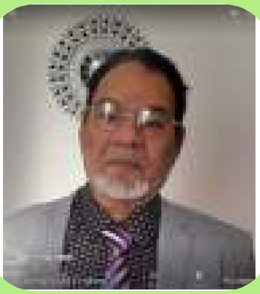

رانا عبدالرزاق خاں عاصی صحرائی ۔ایک عہد ساز ادبی چراغ کا سفرِ زندگی

(نعیم اللہ باجوہ، آسٹریلیا)

کچھ شخصیات محض وقت کے صفحات پر اپنا نام ثبت نہیں کرتیں بلکہ اپنے کردار، فکر، علم اور قلم کی روشنی سے پورے عہد کو منور کر دیتی ہیں۔ایسی ہی نابغۂ روزگار شخصیات میں محترم رانا عبدالرزاق خاں المعروف عاصی صحرائی کا شمار ہوتا ہے، جنہوں نے زندگی کے مختلف میدانوں میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا اور بالآخر اردو ادب کے وسیع افق پر اپنی ایک منفرد شناخت قائم کی۔

رانا عبدالرزاق خاں صاحب کی ولادت 13 اپریل 1951ء کو کلی نو، شورکوٹ ضلع جھنگ میں ہوئی۔آپ چک نمبر 2 ٹی ڈی اے ضلع خوشاب کے ایک معروف زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔فطری جرأت، خودداری، غیرت اور مضبوط کردار آپ کی شخصیت کے بنیادی اوصاف رہے، جن کا تعلق ایک باوقار راجپوت خاندان سے ہے۔آپ کی شخصیت میں دیہی تہذیب کی سادگی، روایتی اقدار کی خوشبو اور فکر کی وسعت ایک ساتھ نظر آتی ہے۔

تعلیم کے میدان میں بھی آپ نے اپنی محنت اور لگن کا مظاہرہ کیا اور پنجاب یونیورسٹی سے 1975ء میں گریجویشن مکمل کی۔نوجوانی ہی سے آپ کی شخصیت میں عزم، توانائی اور قیادت کی جھلک نمایاں تھی۔کھیل کے میدان میں کبڈی جیسے روایتی اور طاقتور کھیل میں آپ کی مہارت آپ کے جفاکش مزاج اور بلند حوصلگی کی آئینہ دار رہی۔

عملی زندگی کا آغاز آپ نے ایگریکلچر کے شعبے سے کیا اور بحرین میں خدمات انجام دیں۔بیرونِ ملک تجربات حاصل کرنے کے بعد وطن کی مٹی نے پھر اپنی طرف کھینچا اور آپ واپس اپنے گاؤں تشریف لے آئے جہاں زمینداری کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔1984ء سے 2008ء تک آپ اپنے علاقے میں نمبردار کے منصب پر فائز رہے۔یہ عرصہ آپ کی سماجی خدمت، انتظامی بصیرت اور عوامی اعتماد کی ایک روشن مثال ہے۔

مگر بعض انسانوں کے اندر ایک ایسی دنیا آباد ہوتی ہے جو صرف معاشی اور سماجی ذمہ داریوں تک محدود نہیں رہتی، بلکہ فکر و خیال کے دریچوں سے علم و ادب کی نئی منزلوں کی طرف سفر کرتی ہے۔رانا عبدالرزاق خاں صاحب کے اندر بھی ایک حساس دل، گہری نظر اور تخلیقی شعور ابتدا ہی سے موجود تھا۔قلم سے تعلق کوئی حادثاتی واقعہ نہیں بلکہ ان کی طبیعت کا ایک فطری اظہار تھا۔

پاکستان میں ہی قومی اخبارات کے لیے مختلف شخصیات کے تعارف اور خاکے لکھنے سے آپ کے قلمی سفر کا آغاز ہوا۔یہ ابتدائی سفر آگے چل کر ایک ایسی ادبی تحریک میں تبدیل ہوا جس نے نہ صرف آپ کی ذات کو نمایاں کیا بلکہ بے شمار اہلِ قلم کے لیے نئے راستے بھی کھولے۔

ہجرت کے بعد لندن کی فضا میں بھی آپ نے اپنی ادبی شناخت کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اسے ایک نئے عزم کے ساتھ آگے بڑھایا۔وہاں سے شائع

ہونے والے ادبی پلیٹ فارمز کے ذریعے آپ نے اردو زبان و ادب کی خدمت کا ایسا سلسلہ شروع کیا جو آج بھی مسلسل جاری ہے۔ ہجرت انسان کے لیے صرف جگہ کی تبدیلی کا نام نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک ایسا امتحان بھی ہوتی ہے جس میں انسان اپنی شناخت، اپنی تہذیب اور اپنے خوابوں کو نئے ماحول میں زندہ رکھنے کی جدوجہد کرتا ہے۔ رانا عبدالرزاق خاں صاحب نے بھی جب لندن کی سرزمین پر قدم رکھا تو اپنے ساتھ صرف یادوں کا سرمایہ نہیں بلکہ اردو زبان و ادب کی محبت، قلم کی توانائی اور ایک عظیم مقصد کا عزم لے کر آئے۔

لندن پہنچ کر آپ نے اردو ادب کے چراغ کو مزید روشن کیا اور اپنی فکری و تخلیقی صلاحیتوں کو ایک نئے میدان میں بروئے کار لائے۔ برطانیہ جیسے کثیر الثقافتی معاشرے میں اردو کی ترویج و اشاعت کو اپنا مشن بنایا اور قلم کو محض اظہار کا ذریعہ نہیں بلکہ تہذیبی ورثے کی حفاظت کا وسیلہ سمجھا۔

آپ نے معروف ادبی پلیٹ فارم یوکے ٹائمز سے وابستگی اختیار کی اور کالم نگاری کے ذریعے قارئین تک اپنے خیالات پہنچائے۔ آپ کے مضامین میں محض الفاظ کی آرائش نہیں بلکہ تجربے کی پختگی، مشاہدے کی گہرائی اور فکر کی روشنی نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ نے ادب کو زندگی سے جوڑا، معاشرتی شعور کو اجاگر کیا اور قلم کو مثبت تبدیلی کا ذریعہ بنایا۔

اسی ادبی سفر میں آپ نے گوشۂ ادب کی ادارت سنبھالی، جہاں آپ نے اہلِ قلم کی نگارشات کو جگہ دی، نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی اور اردو ادب کے ذوق رکھنے والوں کے لیے ایک ایسا پلیٹ فارم قائم کیا جہاں تخلیقی صلاحیتوں کو اظہار کا موقع مل سکے۔

2009ء میں آپ نے بزمِ شعر و سخن کی بنیاد رکھی، جو بیرونِ ملک اردو ادب کی خدمت کا ایک روشن باب ثابت ہوئی۔ اس بزم کے زیرِ اہتمام لاتعداد مشاعروں کا انعقاد کیا گیا، جہاں نامور شعراء کے ساتھ ساتھ نئے شعری ذوق رکھنے والوں کو بھی اپنی آواز پہنچانے کا موقع ملا۔ یہ صرف مشاعروں کا سلسلہ نہیں تھا بلکہ ایک ادبی تحریک تھی جس نے دیارِ غیر میں اردو کے چراغ کو روشن رکھا۔

رانا عبدالرزاق خاں صاحب کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے ادب کو صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ دوسروں کے لیے راستے پیدا کیے۔ بہت سے شاعر، ادیب، کالم نگار اور اہلِ قلم ان کی سرپرستی، رہنمائی اور حوصلہ افزائی سے آگے بڑھے۔ ایک ادبی رہنما کی حیثیت سے ان کی یہ خدمت اردو ادب کے لیے کسی بڑے سرمایہ سے کم نہیں۔

آپ نثر اور غزل دونوں میدانوں میں یکساں دسترس رکھتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں زندگی کا مشاہدہ، انسانی جذبات کی ترجمانی، تہذیبی شعور اور فکری پختگی نظر آتی ہے۔ ان کا قلم کبھی تاریخ کے دریچوں میں جھانکتا ہے، کبھی معاشرتی رویوں کا تجزیہ کرتا ہے اور کبھی دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والے احساسات کو لفظوں کا لباس عطا کرتا ہے۔

ادب کی دنیا میں ان کا ایک بڑا کارنامہ ان کے ادبی جرائد کا اجرا بھی ہے۔ آپ اس وقت متعدد جرائد کی ادارت و اشاعت کے ذریعے اردو کی خدمت انجام دے رہے ہیں، جن میں بقائے اردو، المنار، قندیلِ ادب اور قندیلِ حق شامل ہیں۔ یہ رسائل محض صفحات کا مجموعہ نہیں بلکہ اردو فکر، تحقیق، تخلیق اور تہذیبی شعور کے امین ہیں۔

رانا عبدالرزاق خاں صاحب کی شخصیت کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے زندگی کے مختلف تجربات کو ادب کی قوت میں ڈھالا۔ زمینداری کی وسعت،

سماجی خدمت کا تجربہ، بیرونِ ملک زندگی کا مشاہدہ اوانسانی رویوں کی گہری پہچان یہ سب عناصر ان کے ادبی مزاج کو منفرد بناتے ہیں۔

ادب کی دنیا میں کچھ لوگ صرف کتابیں نہیں لکھتے بلکہ عہد کی فکری سمتوں کو متعین کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ وقت کے دھارے میں بہہ کر گم نہیں ہوتے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے فکری چراغ بن جاتے ہیں۔ محترم رانا عبدالرزاق خاں صاحب بھی انہی اہلِ قلم میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کے تجربات، مشاہدات اور احساسات کو اردو ادب کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔

ان کی علمی و ادبی خدمات کا ایک نمایاں پہلو ان کی تصنیفی کاوشیں ہیں۔ اب تک ان کی بیس سے زائد کتب شائع ہو چکی ہیں، جو ان کے وسیع مطالعے، غیر معمولی محنت اور گہرے ادبی شعور کی آئینہ دار ہیں۔ ان کی کتابیں محض الفاظ کے مجموعے نہیں بلکہ تحقیق، فکر، تجربے اور احساس کا ایسا امتزاج ہیں جن میں ایک صاحبِ نظر قلم کار کی پوری شخصیت جھلکتی ہے۔

ان کی تصانیف کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی اکثر کتب ضخامت اور مواد کے اعتبار سے غیر معمولی ہیں۔ کئی کتب پانچ سو صفحات سے زائد پر مشتمل ہیں جبکہ بعض تصانیف ایک ہزار صفحات تک پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ غیر معمولی عزم، مطالعے کی گہرائی اور ادب کے ساتھ بے لوث وابستگی کی روشن دلیل ہے۔

ان کی زیرِ طبع کتاب "رجلِ خوشاب" بھی ان کے ادبی سفر کا ایک اہم سنگِ میل ہے، جو ان کی تحقیق، شخصی خاکہ نگاری اور ادبی ذوق کا آئینہ بن کر سامنے آئے گی۔ شخصیات کو محفوظ کرنا، ان کے علمی و فکری پہلوؤں کو اجاگر کرنا اور انہیں تاریخِ ادب کا حصہ بنانا ان کے قلم کا خاص وصف ہے۔

رانا عبدالرزاق خاں صاحب کی عظمت صرف ان کی اپنی تخلیقات تک محدود نہیں۔ ان کا ایک بڑا ادبی کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے رسائل اور ادبی پلیٹ فارمز کے ذریعے نئے قلم کاروں، شعرا اور نثر نگاروں کو تلاش کیا، ان کی صلاحیتوں کو جلا بخشی اور انہیں آگے بڑھنے کے مواقع فراہم کیے۔

کسی بھی زبان و ادب کی حقیقی خدمت صرف اپنی تخلیقات پیش کر دینا نہیں بلکہ نئے چراغ روشن کرنا بھی ہے۔ عاصی صحرائی نے یہی فریضہ انجام دیا۔ انہوں نے دیارِ غیر میں بیٹھ کر اردو کی محفلوں کو آباد رکھا، سینکڑوں مشاعروں کے انعقاد کے ذریعے شعری روایت کو زندہ رکھا اور نئی نسل کو اپنی تہذیبی زبان سے جوڑے رکھا۔

ان کی شخصیت میں ایک منفرد امتزاج دکھائی دیتا ہے؛ ایک طرف راجپوتانہ جرأت، خودداری اور عملی زندگی کا تجربہ، دوسری طرف شاعر کا نرم دل، ادیب کی حساس نگاہ اور دانش ور کی فکری گہرائی۔ یہی امتزاج انہیں ایک ایسی شخصیت بناتا ہے جو محض ایک فرد نہیں بلکہ ایک ادبی ادارہ محسوس ہوتی ہے۔

رانا عبدالرزاق خاں صاحب نے ثابت کیا کہ قلم اگر خلوص، علم اور مقصد کے ساتھ اٹھایا جائے تو فاصلے معنی نہیں رکھتے۔ پاکستان کی مٹی سے اٹھنے والا ایک چراغ لندن کی فضا میں بھی اسی آب و تاب سے روشن رہ سکتا ہے، بشرطیکہ اس کے پیچھے جذبہ، محنت اور عشقِ ادب موجود ہو۔

آج اردو ادب کے افق پر ان کی خدمات ایک ایسے درخشاں ستارے کی مانند ہیں جو آنے والے وقتوں میں بھی اہلِ ذوق کو راستہ دکھاتا رہے گا۔ ان کا سفر اس حقیقت کی گواہی ہے کہ سچی خدمت شہرت کی محتاج نہیں ہوتی؛ وقت خود ایسے ناموں کو احترام کے ساتھ اپنی تاریخ میں محفوظ کر لیتا ہے۔

رانا عبدالرزاق خاں صاحب ایک نام نہیں، اردو محبت کی ایک مسلسل داستان ہیں۔

اردو ادب کا چاند

عبدالکریم خالد صاحب۔لاہور

اپنی نوعیت کا منفرد عنوان ''اردو ادب کا چاند'' ہمارے ہر دل عزیز اور مقبول استاد پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی کے لئے خاص کیا گیا ہے اور اس کے مخترع ہیں، میرے نہایت پیارے دوست جناب رانا عبدالرزاق خان، جن کی استعداد علمی و قلمی کا میں ہمیشہ سے معترف ہوں اور ان کے ادبی کارہائے بے مثال کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔رانا صاحب کا اختصاص یہ ہے کہ انہیں کسی پل قرار نہیں ہے۔ارادہ باندھتے ہیں، اسباب علم و ہنر بہم پہنچاتے ہیں اور برسوں پر پھیلے ہوئے منصوبوں کو آن کی آن میں نبٹا کر آئندہ منصوبوں کے بارے میں سوچنے لگتے ہیں۔محض سوچتے ہی نہیں، کر گزرتے ہیں اور مجھ جیسے تاخیر روا رکھنے والوں کے پاس سوائے چشم حیرت کے کچھ باقی نہیں بچتا۔دنیا جہاں کے کام انہوں نے اپنے سپرد کر رکھے ہیں۔کہیں

''اردو ادب کا یہ کتب مینار'' اپنی تحیر آمیز کارکردگی کے سبب آپ کو ورطہ حیرت میں ڈال دے گا۔ یہ حیرانی آپ کو یہ سوچنے پر مجبور کر دے گی کہ اردو ادب کے مراکز سے دور بیٹھ کر اتنا بڑا کام سرانجام دینا کیسے ممکن ہے؟ رانا عبدالرزاق خان کو میں ان جواں مردوں میں شمار کرتا ہوں جن کی اساس آہنی ہوتی ہے اور وہ ہر طرح کے طوفان اور مشکل کا مقابلہ ہمت، حوصلے اور پامردی کیساتھ کرتے ہیں اور گھبراہٹ یا پریشانی کا ہلکا سا لہریا بھی ان کی پیشانی پر نہیں جاگتا۔ارادہ، استقلال اور عزم راسخ ان کی شخصیت کا جوہر ہوتا ہے اور وہ ہر عہد اور زمانے میں سرفراز رہتے ہیں۔آپ ''اردو ادب کا چاند'' پڑھیں گے تو جہاں استاد محترم پروازی صاحب کو یاد کریں گے وہاں رانا عبدالرزاق خان کو بھی داد دیں گے۔

عبدالکریم خالد صاحب۔لاہور

24اپریل 2026۔جمعہ

اکرام کی بارش

امۃ الباری ناصر صاحبہ

ممکن نہیں الفاظ میں خوبی سے بیاں ہو
وہ فیض جو دربارِ خلافت سے ملا ہے

شامل ہے مرے خون میں اس در کی محبت
سرمایہ یہ ماں باپ سے ورثے میں ملا ہے

خوش قسمتی سے دیکھے ہیں میں نے خلفا چار
مجھ پر یہ خدا پاک کا احسان بڑا ہے

جب آنکھ کھلی ابنِ مسیحا تھے خلیفہ
دیکھا کہ ہر اِک شخص خلیفہ پہ فدا ہے

ملتی تھی ہمیں اُن سے سگے باپ کی شفقت
درویش کے بچوں کو یہ اعزاز ملا ہے

صد شکر کہ خود مصلح موعودؓ سے میں نے
قرآں کا درس قصرِ خلافت میں سنا ہے

ہے یاد وہ عرفان سے بھر پور خطابت
لگتا تھا کہ بندے میں خدا بول رہا ہے

ملتی ہیں مجھے حضرتِ ناصرؒ کی دُعائیں
مجھ پر جو عنایات ہیں سب اُن کی عطا ہے

یاد آتے ہیں جیسے کہ کوئی ماں کو کرے یاد
اِک میٹھا تبسم مری آنکھوں میں بسا ہے

اِک خاص تعلق تھا عقیدت کا وفا کا
جو دل کے نہاں خانے کا اک حصہ رہا ہے

خود سب سے محبت پہ عمل کر کے دکھایا
نفرت کو مٹانے کا ہمیں درس دیا ہے

میں حضرت طاہرؒ کا کروں ذکر تو کیسے
الفاظ نے ہیجان کا کب ساتھ دیا ہے

میرے تو مہ و سال کچھ اس حال میں گزرے
لگتا تھا کہ اُس شخص نے جادو سا کیا ہے

وہ حوصلہ افزائی سے کرواتے تھے سب کام
یہ سچ ہے کہ میں کچھ نہیں،سب اُن کی دعا ہے

بخشا مجھے تحریر کے شہزادے نے اِک پین
اِک جُہدِ مسلسل کا جو ہتھیار بنا ہے

کچھ خط ہیں جو خود دستِ مبارک سے لکھے تھے
قیمت مرے مخزن کی جواہر سے سوا ہے

راضی ہو خدا اُن سے ملے قربِ الٰہی
قدموں میں جگہ پاؤں وہاں میری دعا ہے

مولا نے ہمیں بخشا ہے اب پانچواں مظہر
دل کو مرے خود ان کی محبت سے بھرا ہے

وہ نور ہے چہرے پہ نگاہیں نہیں ٹکتیں
یہ کیوں نہ ہو اللہ تو خود ساتھ کھڑا ہے

سونپا ہے قلم وارثِ سلطانِ قلم نے
اور ساتھ اشاعت کا بھی کچھ کام دیا ہے

مجھ جیسی گنہگار پہ اکرام کی بارش
یہ سارا خلافت سے محبت کا مزا ہے

پانا ہے اگر کچھ تو اطاعت سے ملے گا
پہلوں سے سبق سیکھا ہے نسلوں کو دیا ہے

مادرمہربان صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ مرحومہ کا ذکر خیر

(پروفیسر آصف علی پرویز لندن)

آج سے تقریباً پچپن (55) سال پرانی بات ہے۔ میں اس وقت تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں فزکس کا پروفیسر تھا۔ مجھے یہ پیغام ملا کہ محترمہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ نے مجھے اپنے گھر بلایا ہے۔ مجھے یہ تو علم تھا کہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی صاحبزادی ہیں لیکن میرا آپ سے کوئی ذاتی تعارف نہیں تھا۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق میں وقت مقررہ پر آپ کے گھر حاضر ہوگیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میری تین بیٹیاں ہیں اور میری خواہش ہے کہ بطور اتالیق (Tutor) آپ انہیں باقاعدگی سے پڑھائیں۔ میں نے ان کی اس پیشکش کو بصد احترام قبول کیا اور پھر لمبے عرصے تک باقاعدگی سے پڑھانے کا اعزاز پایا۔ آپ بہت مہربان تھیں اور پھر یہ تعلق اس حد تک بڑھ گیا کہ آپ مجھے اپنا بیٹا کہہ کر پکارتیں۔ ایک دفعہ میں بچیوں کو پڑھا رہا تھا آپ کسی سے گفتگو کر رہی تھیں۔ مجھے بھی آپ کی آواز آرہی تھی۔ آپ انہیں بتا رہی تھیں کہ میں نے پیدائش کے وقت اپنے بیٹے کو اپنی بڑی بہن اہلیہ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو دے دیا تھا اور خدا نے مجھے پلا پلایا بیٹا (یعنی یہ عاجز) عطا کر دیا ہے اور پھر مجھ سے ایک مادرِ مہربان کی طرح ساری زندگی اپنی شفقتوں سے نوازتی رہیں۔ آپ کے گھر میرا جانا ایسا ہی تھا جیسا اپنے گھر جانا۔ لیکن آپ نے ہمیشہ پردہ کی پابندی کی۔ یا مجھ سے دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر باتیں کرتیں یا دوسرے کمرے میں جا کر۔

آپ کے مجھ پر بے انتہا احسان ہیں اور مجھ سے ایک مادرِ مہربان کا تعلق ساری زندگی قائم رہا اور کبھی بھولے سے بھی مجھ سے ناراض نہیں ہوئیں اور میں ہر وقت آپ کی دعاؤں اور مہربانیوں کا حصہ پاتا رہا۔ واقعات تو بہت ہیں لیکن میں آپ کی شفقت کے چند واقعات بطور تحدیثِ نعمت بیان کر دیتا ہوں۔

ایک رات ہمارے گھر کے باہر ایک کار آ کر رکی۔ اُس زمانے میں ربوہ میں بہت کم گاڑیاں تھیں۔ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ کے پاس اپنی گاڑی تھی اور خود چلاتی بھی تھیں۔ میں جب کار کے پاس گیا تو آپ نے کار کا شیشہ کھولا اور ایک کوک کی بوتل میرے ہاتھ میں تھما دی۔ میں بڑا حیران ہوا کہ اتنی رات گئے مجھے کوک کی بوتل دینے آئی ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا قصہ ہے؟ آپ کہنے لگیں کہ شام کو میرے بھانجے ہمارے گھر آئے ہوئے تھے تو ہم نے کوک کی بوتلیں منگوا کر پیئیں۔ مجھے خیال آیا کہ میرا بیٹا (یعنی یہ عاجز) تو یہاں ہے ہی نہیں اس لیے میں تمہیں کوک کی بوتل دینے آئی ہوں۔ یہ ہے ایک مادرِ مہربان کی شفقت کی ایک عمدہ مثال!

چھوٹی چھوٹی باتوں میں میرا بہت خیال رکھتیں۔ ربوہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے گھر کے سامنے ایک کرکٹ کی گراؤنڈ تھی۔ میں بھی وہاں جا کر کرکٹ کھیلتا تھا۔ ایک دن میرے دوستوں کو شرارت سوجھی اور میرا کوٹ جو میں نے اتار کر رکھ دیا تھا کہ کرکٹ کھیل سکوں۔ انہوں نے میرا کوٹ اٹھا کر کہیں چھپا دیا۔ کھیل ختم ہونے پر میں نے کوٹ کو وہاں نہ پایا جہاں میں نے رکھا تھا۔ قدرتاً میں بڑا پریشان ہوا کیونکہ

اس کوٹ میں میرے کچھ ضروری کاغذات بھی تھے۔ جب میں ڈھونڈ کر تھک گیا تو انہوں نے کہا کیوں نہ فلاں جگہ جا کر اسے ڈھونڈیں۔ وہاں سے کوٹ مل گیا تو مجھے احساس ہوا کہ اِن دوستوں نے خود ہی چھپا دیا تھا۔ خیر انہوں نے میری پریشانی کا خوب لطف اٹھایا جیسے جگری دوست اٹھاتے ہیں۔ اگلے دن میں نے یہ بات صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ کو بتائی تو آپ نے کہا کہ جب کرکٹ کھیلنے کے لیے آؤ تو پہلے اپنا کوٹ میرے گھر چھوڑ جایا کرو اور کرکٹ کا میچ ختم ہونے پر آکر لے جایا کرو تاکہ یہ دوست تمہارا پھر مذاق نہ بنا سکیں۔

میں ایک دفعہ لاہور جا رہا تھا۔ میں نے آپ کو بتایا تو آپ نے کہا کہ لاہور کی فلاں دکان سے میرے لیے تین خوردنی تیل کے ڈبے لے آنا۔ چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل میں نے ڈبے خرید لیے۔ میں نے ربوہ کے لاری اڈے پر اپنا سامان اتارا ۔ میں ابھی سامان سمیٹ ہی رہا تھا کہ پیچھے سے ایک اور لاری آئی اور تیل کے ڈبے کو اس کا ٹائر لگا اور ڈبہ پھٹ گیا۔ اس میں سے بہت سا تیل بہہ نکلا۔ مجھے اس کا بڑا افسوس ہوا۔ خیر! میں وہ دو صحیح ڈبے اور ایک پچکا ہوا ڈبہ لے کر آپ کے گھر پہنچا اور آپ کو بتایا کہ کس طرح ایک ڈبہ حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔ آپ نے کہا کہ کوئی بات نہیں اس میں تمہاری غلطی نہیں تھی۔ اندر جا کر آپ نے تین ڈبوں کی رقم لا کر دی۔ میں نے کہا کہ صرف دو ڈبوں کی قیمت لوں گا۔ تیسرے کی نہیں کیونکہ تیسرے ڈبے کا بہت سا تیل ضائع ہو گیا ہے۔ لیکن آپ بضد رہیں کہ میں نے تمہیں تین ڈبوں کے ہی پیسے دینے ہیں۔ میں بھی اپنی بات پر اڑا رہا اور یوں مادرِ مہربان اور میرے درمیان یہ بحث جاری رہی۔ نہ میں ہار ماننے کو تیار تھا نہ آپ۔ بالآخر مجھے کہنے لگیں کہ بیٹا! جب مائیں اپنے بچوں کو پیسے دیں تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ میں نے آپ کی اس بات پر ہتھیار ڈال دیے۔ آپ نے مجھے تین ڈبوں کے ہی پیسے دیے جن سے میں نے وہ ڈبے خریدے تھے۔ ایک دفعہ میں آپ کے باورچی خانے سے کوئی چیز لینے کے لیے گیا تو میں نے دیکھا کہ ٹوٹا ہوا ڈبہ وہاں پڑا تھا۔ میں نے عرض کی کہ آپ نے ٹوٹا ہوا ڈبہ پھینکا کیوں نہیں؟ کہنے لگیں کہ ڈبہ کو دیکھ کر مجھے وہ واقعہ یاد آتا ہے جب قیمت کی ادائیگی کے بارے میں تمہارے اور میرے درمیان بحث ہوئی تھی اور آخر میں ہی جیتی۔ میں نے عرض کی کہ آپ ہار کر بھی جیت جاتیں اور میں جیت کر بھی ہار جاتا۔ فرمانے لگیں پھر ساتھ ہی تمہارے لیے دعائے خیر بھی کرتی ہوں۔

ایک دفعہ کی بات ہے کہ مجھے کہنے لگیں کہ تم کچھ پریشان لگ رہے ہو۔ میں نے بات ٹالنے کی کوشش کی تو کہنے لگیں کہ مجھے ضرور بتاؤ۔ میں نے عرض کی کہ جب میں نے MSc کا امتحان چند سال قبل دیا تھا تو حضرت خلیفۃ المسیح ثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے میرا نتیجہ نکلنے سے پہلے مجھے پرنسپل صاحب کی درخواست پر کالج میں پروفیسر لگا دیا تھا۔ اب سارے کالج حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیئے ہیں۔ ایک بڑے افسر ہمارے کالج کے معاملات دیکھنے کے لیے آئے تھے۔ میری تقرری پر انہوں نے اعتراض اٹھایا کہ نتیجہ نکلنے سے پہلے اِسے کالج میں کیوں لگایا گیا۔ محترم پرنسپل صاحب نے انہیں بہت سمجھایا کہ اس وقت کالج ہمارا تھا اور ہمیں علم تھا کہ ہمارا یہ لڑکا (یعنی خاکسار) اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہو گا اور تو اور اس نے تو یونیورسٹی میں نمایاں پوزیشن حاصل کی ہے۔ چنانچہ پنجاب یونیورسٹی نے اسے Merit Certificate کے اعزاز سے نوازا ہے۔ لیکن وہ صاحب اپنی بات پر اڑے رہے اور سفارش کی کہ اس عاجز کی ملازمت ختم کر دی جائے۔ معاملہ اتنا بڑھا کہ محترم پرنسپل صاحب مجھے ساتھ لے کر وزیر تعلیم سے ملے۔ ان کو ساری بات سمجھ آگئی اور میری ملازمت ختم کرنے کی فائل ردی کی ٹوکری میں پھینک دی۔ بعد میں جب یہ بات میں نے صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ کی خدمت میں عرض کی تو بہت خوش ہوئیں اور کہنے لگیں کہ بیٹا! میں تمہارے لیے دعا کرتی رہی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس مشکل سے نکالے۔ الحمدللہ۔

ایک دن فرمانے لگیں کہ بیٹا! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بڑا ذہین دماغ بخشا ہے۔ تم اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان کیوں نہیں جاتے؟ میں نے عرض کی کہ

میرے مالی وسائل ایسے نہیں کہ میں برطانیہ جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکوں گو مجھے اس کا بہت شوق ہے۔ کہنے لگیں کہ میں کچھ بندوبست کرتی ہوں۔ آپ نے حضرت مرزا مبارک احمد صاحب، جو اس وقت وکیل اعلیٰ اور وکیل التبشیر تھے، سے بات کی۔ وہ مجھے اچھی طرح سے جانتے تھے کیونکہ میں ان کے صاحبزادے کو بھی پڑھاتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس کا ایک حل ہے۔ آصف کو کہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو ایک Term (دو سے تین سال) کی وقف کی تحریک کی ہے، اس میں شامل ہو جائے۔ اسے وقف کا ثواب بھی مل جائے گا اور ساتھ ہی وہاں سے کچھ رقم بھی جمع کر لے گا۔ اور پھر برطانیہ جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکتا ہے۔ مجھے یہ بات بتا کر بہت خوش ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری غیر معمولی تعلیم کے لیے راستہ کھول دیا ہے۔ جب میں افریقہ جانے کے لئے روانہ ہوا تو بہت غمگین ہوئیں کہ اب نہ جانے کب تم سے ملاقات ہوگی۔ پھر مجھے بہت دعاؤں سے رخصت کیا۔ افریقہ کے ملک سیرالیون میں نے اپنی وقف کی مدت مکمل کی اور پھر مرکز سے اجازت لے کر میں لندن اعلیٰ تعلیم کے لیے چلا گیا۔ مجھے لندن کے ایک مشہور کالج جس کا نام Kings College ہے، میں داخلہ مل گیا۔ یہ وہی کالج ہے جہاں سے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے بیرسٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ جب میرے داخلے کی اطلاع آپ کو ملی تو آپ نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔

آپ ہمارے گھر کئی دفعہ تشریف لائیں اور میری والدہ محترمہ سے بہت محبت والا تعلق تھا۔ میری والدہ کو بتایا کہ مجھے ساگ کھانے کا بہت شوق ہے۔ میری والدہ نے کہا میں بہت اچھا ساگ بناتی ہوں۔ کچھ دنوں بعد آپ نے ساگ کے پتے اور اس کے ساتھ دوسری استعمال ہونے والی چیزیں دیں کہ ساگ بنا کر بھجوائیں۔ بہت مزے سے کھایا اور پھر تو میری والدہ محترمہ بھی آپ کو ساگ پکا کر بھجواتیں۔ ایک دفعہ مجھے کہنے لگیں کہ میرے لیے ساگ بنوا کر لاؤ اور کہا کہ جلدی لے آنا میں نے بھائی حضرت مرزا مظفر احمد صاحب کو بھجوانا ہے۔ جب میں نے یہ پیغام اپنی والدہ محترمہ کو دیا تو آپ نے سب کام چھوڑ کر آپ کے لیے ساگ پکانا شروع کر دیا اور ساتھ ہی میری خالہ جان نے مکئی کی روٹیاں۔ میں جب یہ کھانا لے کر آپ کے گھر گیا تو بہت خوش ہوئیں۔ کہنے لگیں کہ ساگ کا اصل مزہ تو مکئی کی روٹی کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور کہا کہ میری طرف سے بہت شکریہ کہنا۔ میں ضمناً ذکر کر دوں کہ میرے نانا جان اور نانی جان دونوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ بیعت کے بعد قادیان میں ہی آبسے اور میری والدہ محترمہ اور میری خالہ جان کی پیدائش قادیان میں ہی ہوئی۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد مجھے انگلستان میں ایک کمپیوٹر کی بڑی کمپنی میں بطور Senior Design Engineer ملازمت مل گئی اور یہیں انگلستان میں میری شادی بھی ہوگئی۔ جب میں ربوہ گیا تو اپنی بیگم کے ہمراہ سیدھا آپ کو ملنے گیا۔ ہم دونوں کو مل کر آپ بہت خوش ہوئیں اور تحفہ کے علاوہ ڈھیروں ڈھیر دعائیں بھی دیں۔ آپ نے بتایا کہ آپ کی بڑی صاحبزادی محترمہ یاسمین صاحبہ کا رشتہ کینیڈا میں ہوگیا ہے۔ تو میں نے کہا آپ بھی پھر کبھی کینیڈا ہی منتقل ہو جائیں۔ کہنے لگیں کہ جو اللہ کو منظور ہوگا وہی ہوگا۔ اور پھر کچھ سالوں بعد آپ کینیڈا ہی چلی گئیں۔ وہاں جا کر میرا آپ سے باقاعدہ رابطہ رہا اور آپ کی دعاؤں سے حصہ لینے کی توفیق ملتی رہی۔ الحمدللہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ کی بیگم صاحبہ جب بہت بیمار تھیں تو آپ کینیڈا سے لندن تشریف لائیں۔ یہ حسنِ اتفاق ہے کہ ایک دن میں مسجد سے ملحقہ حضور کی رہائش کے دروازے کے قریب ایک دوست سے محوِ گفتگو تھا تو کسی نے پیغام دیا کہ برقعہ میں ملبوس خاتون آپ کو بلاتی ہیں۔ میں قریب گیا تو آپ نے کہا السلام علیکم۔ میں نے فوراً آپ کی آواز پہچان لی۔ بے اختیار میرے منہ سے نکلا ”بی بی امۃ الجمیل“ فرمانے لگیں تم تو مجھے ”امی“ کہا کرتے تھے کب سے میں امی سے امۃ الجمیل ہوگئی ہوں؟ میں نے معذرت کی اور عرض کی کہ میں تسلی کرنا چاہتا تھا کہ آپ ہی ہیں۔ دیر تک مجھ سے

میری بیگم کے حالات پوچھتی رہیں۔ میرے بچوں کے بارے پوچھا اور کہا کہ انہیں سلام اور پیار دینا۔ اور پھر گھریلو باتیں کیں۔ پھر فرمایا کہ حضور کی بیگم صاحبہ کی طبیعت بہت ناساز ہے اس لیے میں کینیڈا سے یہاں چلی آئی ہوں۔ شاید خدا تعالیٰ نے بڑے عرصہ کے بعد تم سے بھی ملانا تھا۔ ڈھیروں ڈھیر دعائیں دیں۔ میں نے آج تک آپ کا مقدس چہرہ نہیں دیکھا کیونکہ آپ بڑی سختی سے پردہ کی پابند تھیں۔ لیکن آپ کا دل بہت دیکھا ہے جس میں میرے لیے محبت اور شفقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور یہی حال کچھ میرا بھی ہے۔

کچھ عرصے کے لیے عزیزہ محترمہ سعدیہ صاحبہ (آپ کی درمیانی بیٹی) اور آپ کے ابا جان مکرم ناصر احمد صاحب سیال لندن آ کر ٹھہرے۔ مسجد فضل کے قریب ہی آپ کا گھر تھا۔ میں جمعہ کی نماز کے بعد آپ کے گھر جاتا۔ آپ بھی مجھ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ میرے دل میں بھی آپ کا بہت احترام تھا۔ گزرے ہوئے دنوں کی باتیں ہوتیں۔ میں نے ایک دفعہ درخواست کی کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں۔ میرا گھر لندن سے دور ایک شہر لیوٹن میں تھا۔ کہنے لگے میرے پاس کار نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو اپنی کار میں لے کر جاؤں گا اور چھوڑ کر بھی جاؤں گا۔ چنانچہ آپ اور عزیزہ سعدیہ صاحبہ میرے گھر تشریف لائے۔ جب میرے سسرال والوں کو علم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے افراد آئے ہیں تو میری ساس صاحبہ دوڑی دوڑی آئیں۔ آپ کو سلام عرض کی اور دعاؤں کی درخواست کی۔

آج سے تقریباً دو برس قبل مجھے جماعت احمدیہ کینیڈا کی طرف سے دعوت نامہ ملا کہ میں یہاں آ کر پروفیسر عبدالسلام صاحب کی سائنسی تحقیقات پر لیکچر دوں۔ چنانچہ میں ٹورنٹو (کینیڈا) گیا۔ جماعت کی طرف سے یہ بھی انتظام تھا اور تمام ممبران جماعت کو اطلاع دی گئی کہ یہ لیکچر Zoom پر بھی براہ راست نشر کیا جائے گا۔ آپ کو بھی اطلاع مل چکی تھی اور غالباً آپ نے وہ لیکچر سنا۔ بعد میں میں نے ٹیلی فون پر رابطہ کیا تو فرمانے لگیں کہ دوڑ کر فوراً میرے پاس ملنے کے لیے آؤ۔ جب میں حاضر ہوا تو بہت ہی شفقت اور محبت کا اظہار کیا۔ کہنے لگیں کہ مجھے فکر تھی کہ کہیں تم لیکچر دینے کے بعد مجھے ملے بغیر ہی لندن چلے جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں مادرِ مہربان کو ملے بغیر ہی چلا جاؤں۔ بڑی دیر پرانی یادیں تازہ کیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کا حافظہ بہت اچھا تھا اور آپ نے بہت سی باتیں یاد کرائیں۔ اس کے بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگیں کہ سیال صاحب (محترم ناصر سیال آپ کے خاوند) بھی وفات پا گئے ہیں اور میں نے اپنے تمام بہن بھائیوں کو اپنے ہاتھوں سے اس جہان فانی سے رخصت کر دیا ہے۔ اور اب اس انتظار میں ہوں کہ کب میری باری آتی ہے۔ میں نے آنسو بھری آنکھوں سے آپ سے عرض کی کہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری نشانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ ہم بچوں کو آپ کی دعاؤں کی شدید ضرورت ہے۔ اور پھر مجھے بہت دعاؤں سے خدا حافظ کہا اور میں نکلنے گیا تو فرمانے لگیں بیٹا! شاید اب یہ ہماری آخری ملاقات ہو۔ اور آپ کی یہ بات پوری نکلی۔ اگرچہ میرا آپ کی صاحبزادی محترمہ عزیزہ یاسمین صاحبہ (آپ کی بڑی بیٹی) کے ذریعے رابطہ رہا اور آپ کی خیریت کی اطلاع ملتی رہتی اور میں بھی دعا کے لیئے پیغامات بھجواتا رہتا۔

آپ رات کو سوئی ہوئی تھیں کہ دوران نیند ہی اللہ تعالیٰ کا پیغام آ گیا کہ:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ

اے نفسِ مطمئنہ! اپنے ربّ کی طرف لوٹ جا، راضی رہتے ہوئے اور رضا پاتے ہوئے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

آپ اس حکم الٰہی پر لبیک اللھم لبیک کہتی ہوئی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

میری دعاہے اور مجھے امید ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کی مقدس روحوں نے آپ کا استقبال کیا ہوگا!

آپ ایک عظیم المرتبت مہربان ماں،شفقت اور محبت کی پیکر اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دختر نیک اختر تھیں۔میری اپنی والدہ محترمہ کو فوت ہوئے ایک لمبا عرصہ گزر چکا ہے لیکن آپ کی وفات سے مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرا آخری سہارا بھی ٹوٹ گیا ہے۔خدا تعالیٰ کا فرمان ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ

ہر چیز جو اس پر ہے فانی ہے۔مگر تیرے ربّ کا جاہ وحشم باقی رہے گا جو صاحبِ جلال و اِکرام ہے۔

آپ کی وفات کی اطلاع مجھے آپ کی درمیانی صاحبزادی عزیزہ محترمہ سعدیہ صاحبہ کے ذریعے ملی۔خبر سن کر تو میں سکتے کی حالت میں چلا گیا اور آپ کی شفقت اور محبت کی باتیں یاد کر کے دیر تک بے اختیار روتا رہا۔حضرت مسیح موعودؑ کے اس شعر نے ہی میری ڈھاری بندھائی۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

میرا آپ سے 55 سال سے زائد عرصے تک ایک مادر مہربان کی طرح تعلق رہا۔میں نے آپ کی دعاؤں سے بہت حصہ پایا۔اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔آپ کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔اور ہمارا انجام بھی بخیر کرے۔آمین اللھم آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

غزل

سید سمیع الحسن شاہ حجازی فن لینڈ

نور کا اک کارواں ہے احمدیت
عشق کا روشن نشاں ہے احمدیت
دشتِ ہستی میں جو رہبر بن گئی
وہ کرم کی کہکشاں ہے احمدیت
صبر کے ہاتھوں میں لے کر اک چراغ
فتح کا پہلا نشاں ہے احمدیت
نفرتوں کے موسموں میں اہلِ دل
کے لیے امن و اماں ہے احمدیت
ایک آوازِ وفا جب دل میں اُترے پیار سے
راہ کا روشن نشاں ہے احمدیت
سایۂ رہبر میں بکھرے قافلے سمٹ آئیں
وحدتوں کا پاسباں ہے احمدیت
جس طرف رہبر کی اُٹھ جائے نظر لطف سے
اُس طرف نورِ جناں ہے احمدیت
عصرِ حاضر کی گھنی تاریکیوں کے درمیاں
صبح کا پہلا اذاں ہے احمدیت
دل کو جو وابستہ رکھے مرکزِ اخلاص سے
ایسا رشتہ جاوداں ہے احمدیت
حجازیؔ جس سے مہک اٹھے ضمیر
ایسا خوشبو کا جہاں ہے احمدیت
رہبرِ وقتِ وفا کے زیرِ سایہ آج بھی
نور کا اک کارواں ہے احمدیت
اس کی آوازِ دعا سے دل منور ہو گئے
عشق کا روشن نشاں ہے احمدیت

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

میں پاکستان ہوں

رانا عبدالرزاق خان

وطن عزیز کے باسیو! میں پاکستان ہوں۔میں تمہارا جنت نظیر پیارا وطن ہوں۔میں اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ ہوں تم سب میری پناہ میں ہو! آزاد اور خودمختار ہو!۔میں حضرت قائداعظمؒ کے خوابوں کا جزیرہ ہوں۔میں شمع آزادی کے لاکھوں پروانوں کی قربانیوں کا ثمر ہوں۔میں بیسویں صدی کا معجزہ ہوں۔میری بنیاد دوقومی نظریہ پر رکھی گئی تھی۔میں داغ ہجرت کی تفسیر ہوں۔

آج سے تقریباً 86ر سال پہلے کی بات ہے کہ آج ہی کے دن لاہور میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا۔جس میں برّصغیر پاک و ہند کے نامور مسلم قائدین شامل تھے۔اسی جلاس میں ایک قرارداد پیش کی گئی۔جسے میرے نام سے منسوب کیا گیا۔یعنی قرارداد پاکستان۔اگرچہ مجھے بنانے کا مشورہ تو پہلے ہی کافی عرصے سے چل رہا تھا۔مگر اب 23/مارچ 1940ء کو مجھے بنانے کا پکا ارادہ کرلیا گیا تھا۔مارچ 1940ء کو جب مسلمانان ہند قائداعظم کی قیادت میں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے تو انہوں نے بادشاہی مسجد کے فلک بوس میناروں اور راوی کے سرسبز وشاداب کناروں کو گواہ بنا کر قرارداد لاہور پیش کی تھی۔اس کے ساتھ ہی غیر ملکی حکمرانوں کے ایوانوں پر لرزہ طاری ہوگیا تھا۔میرا نام ’’پاکستان‘‘ میرے ایک سپوت بیرسٹر چودھری رحمت علی نے رکھا۔قائداعظم اور اسکے رفقائے کار مسلم لیگیوں نے اس خاکے میں رنگ بھرے۔لیاقت علی خان، سردار عبدالرب نشتر، سرظفراللہ خان، فاطمہ جناح آگے آئے۔یہ لوگ میرے خدمت گار تھے۔انہوں نے میرا نام روشن کیا، میرا وقار بلند کیا۔قائداعظم محمد علی جناحؒ میری تحریک کے قائد تھے۔انہوں نے قرارداد منظور ہونے کے بعد مجھے بنانے کے لئے انتھک محنت شروع کردی۔اور برصغیر کے مسلمانوں کے ساتھ مل کر تقریباً سات سال کے عرصے میں مجھے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔میرے بانی قائداعظم محمد علی جناحؒ ایک بہادر انسان تھے۔وہ ایک مضبوط کردار کے مالک تھے۔وہ اٹل، مستقل مزاج اور اصول پسند تھے۔ان کی گفتگو مدلل اور سحر انگیز ہوتی تھی۔قائداعظم محمد علی جناحؒ ذہین پارلیمانی شخصیت ایک ہوشیار نقاد اور بے لوث سیاستدان تھے۔ان کا بے مثال جذبۂ حُریت اور شبانہ روز محنت ہی وہ سرمایہ تھا جس نے میرے جیسا (پاکستان) زندہ معجزہ دکھا دیا۔جسے دیکھ کر ساری دنیا حیران و ششدر رہ گئی۔ان کی شخصیت غیر معمولی صفات کی حامل تھی۔وہ مسلمانان ہند کے سیاسی مسیحا تھے۔ان کی ساری زندگی پر آج تک کسی نے انگلی نہیں اٹھائی۔غیر کیا مخالف اور دشمن بھی ان کے کردار کے معترف تھے۔وہ قائد جنھوں نے خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر اپنی ذہانت سے مجھے حاصل کیا۔میں پانچ صوبوں پر مشتمل تھا۔پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان اور بنگال جسے مشرقی پاکستان بھی کہتے تھے۔میرے اپنے بھی میرے قیام پر خوش نہ تھے۔قائداعظم کو کافر اعظم کہنے والے علماء سُو نے مجھے پلیدستان، اور ناپاکستان کے نام سے پکارا۔اور نام نہاد فتووں سے میرے اور اسلام کے تشخص کو بگاڑنے کی بھرپور کوشش کی۔

سوائے ایک (جماعت) کے کسی بھی مذہبی جماعت نے من حیث الجماعت میری تائید نہ کی۔علمائے سُو نے غیروں کی خوب مدح سرائی کی۔مجھے قسم ہے اگر میں جھوٹ بولوں۔تاریخ آزادی کا مطالعہ کرکے دیکھ لو۔انہی کھوٹے سکّوں نے بالآخر مجھے بدنام کرکے رکھ دیا۔ہاں انفرادی

حیثیت میں مسلمانوں نے میری تعمیر میں خوب حصہ لیا۔میرے لئے لاکھوں انسانوں نے دنیا کی عظیم ترین ہجرت کی صعوبتیں برداشت کیں۔نقل مکانی پر مجبور ہوئے۔آگ اور خون کے دریا عبور کئے۔میرے بیٹے سروں پر کفن باندھ کر باطل قوتوں سے ٹکراتے رہے۔انہوں نے سردھڑ کی بازیاں لگا کر یوں شمع آزادی کو روشن رکھا اسی جدو جہد میں لاکھوں دُلہنوں کے سہاگ لٹے، ماؤں کے لال قتل ہوئے، بہنوں کے بھائی مارے گئے۔لاکھوں بچے یتیم ہوئے یہ درست ہے کہ غلامی کی اندھیری رات میں جشن چراغاں منانے کے لئے خون شہادت کے چراغ جلانے پڑتے ہیں۔نوع انسانی کے اُجڑے ہوئے گلستانوں میں خون کی ندیاں بہائے بغیر بہاروں کا سماں پیدا نہیں ہوسکتا۔قیمتی جانوں کی قربانیاں اور خاندانوں کی بربادیاں میری آزادی کے لئے خشت اول ثابت ہوئیں تب یہ آزادی ملی۔مگر میرا وجود مسلسل غیر محفوظ رہا۔میرے سر پر خطرات کے بادل منڈلاتے رہے۔مجھے ہمہ وقت چیلنج درپیش رہے۔قائداعظمؒ نے جن خطرات کی نشاندہی مارچ 1946ء میں کی تھی۔وہی بالآخر ہماری تباہی اور قومی انتشار، تفریق کا باعث بنی۔انہوں نے دکھ بھرے لہجے میں انتباہ کیا تھا۔''وہ دشمن قوتیں جو قیام پاکستان کے خلاف تھیں اپنی ناکامی کے بعد قوم کو تقسیم کرنے کے درپے ہیں۔ان کے جھانسے میں نہ آنا۔انہوں نے مزید انکشاف کیا تھا کہ بعض شرپسند عناصر دشمنوں سے پیسے لے کر انتشار پھیلا رہے ہیں۔

جو طبقہ منفی سوچ کا علمدار تھا۔اس نے مجھے دل سے آج تک تسلیم نہیں کیا بلکہ نہرو، گاندھی اور سرحدی گاندھی کے رویے کی طرح میرے وجود سے اب تک انکاری ہیں۔اپنی مرضیاں مجھ پر مسلط کرنے کے درپے رہے۔گروہی، لسانی، مذہبی سیاست کو فروغ دیا۔اور اقتداری طاقتوں کے درباری بن کر اپنے مقاصد پورے کرتے رہے۔مارشل لاء آیا تو اسے سلام کیا اگر جمہوریت آئی تو اسے بھی سلام کر کے مفاد پرست ٹولے نے مطلب براری کو پورا کیا۔بعض جبہ پوش نام نہاد علماء سُو جیسے میرے نام پر ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ان اسلام کے ٹھیکیداروں نے مساجد کو اپنا بزنس بنا لیا۔اور اسلام کے نام پر مدرسہ جات کھول کر ایک متشدد دین کی فوج ظفر موج تیار کر لی۔مالی امداد سعودیہ سے حاصل کی (جن وہابیوں کو یہ کتا گردانتے تھے۔نعوذ باللہ)ان کی امدادی رقوم کو اسی گروہ نے شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کر لیا۔اور لگے انکل سام کے سپاہی بن کر روسی یلغار کو جہاد اسلام سمجھ کر روکنے لگے۔اور پھر اس وقت کے نام نہاد مرد مومن نے ہیروین کلچر، کلاشنکوف کلچر کو خوب پروان چڑھایا۔اور اس کے علاوہ شیعہ سنی فساد کو پھیلا کر خون کے دریا بہائے۔خود تو صاحب انجام بد کو پہنچے مگر مجھے بھی ایک مسلسل نہ ختم ہونے والی آگ میں دھکیل گئے۔مجھ پر جنگیں مسلط کی گئیں۔1965ء کی جنگ جیت کر مذاکرات کے میز پر ہار دی گئی۔میجر جنرل اختر علی ملک کو دوران جنگ تبدیل کر دیا گیا تا کہ جیتی ہوئی جنگ کا سہرا شرابی یحییٰ خان کے سر پر سجایا جا سکے۔بعد ازاں اگرتلہ سازش کیس کے ذریعہ بنگلہ دیش کی بنیاد رکھی گئی۔نام نہاد الشمس اور البدر کے خدائی فوجداروں نے تشدد کو فروغ دیا اور جو کینہ ور تقسیم ہند سے اس دوقومی نظریہ کے جانی دشمن تھے۔ان کو موقع مل گیا۔لسانی اور مذہبی سیاست کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اور یحییٰ خان کو مرد کامل قرار دینے والوں کی بات بن گئی۔پھر ہوس اقتدار کے دیوانے آئے۔جنہوں نے جیتی ہوئی پارٹی کو حکومت بنانے کی دعوت دینے کی بجائے اُدھر تم ادھر ہم کا نعرہ لگایا۔انتہائی بُرا وقت اُس وقت دیکھنے کو ملا جب میرا ایک بازو مجھ سے الگ کر دیا گیا۔میرے اندرونی اور بیرونی دشمن بالآخر 1971ء میں مجھے دولخت کرنے میں کامیاب ہوئے نام نہاد قائد عوام نے لوگوں کو خوب بے وقوف بنایا۔طلباء کو اساتذہ سے لڑایا۔ہاری کو زمیندار سے لڑا دیا۔مزدور کارخانہ دار کے گلے پڑ گیا۔اس طرح سب نظام چوپٹ ہو گیا۔روٹی کپڑے اور مکان کا ایسا پرکشش نعرہ دیا کہ اسے تو ووٹ ملے مگر عوام کو کچھ نہ ملا۔پھر اس نے اسلام کو استعمال کیا۔اسلامی ممالک سے دولت ہتھیانے کی غرض سے اسلامی کانفرنس کا ڈھونگ رچایا کہ اسلامی یکجہتی کا مظاہرہ کرنے کی خاطر خود مفتی دین متین بن بیٹھا۔ایک کلمہ گو فرقہ کو اپنی کرسی کے زور پر اسلام سے نکالنے کی ناکام کوشش کی۔اور خود اسلام سے نابلد اتنا تھا کہ جب اس پر اس کے ملک کے ہائی کورٹ میں اس

پر مقدمہ چلا تو اسے نام کا مسلمان قرار دیا گیا۔ پھر اسے سمجھ آئی اور اس نے جواب دعویٰ داخل کروایا کہ مذہب انسان اور خدا کا معاملہ ہے۔

مذہبی طاقتوں کو اس کی بعض حرکات کہاں پسند تھیں۔قومی اتحاد نے مل کر ایک جنرل سے مارشل لاء لگوادیا۔اور وہ بھی مرد مومن بننے کے چکر میں قادر مطلق بن بیٹھا۔اس نے قائد عوام کو پھانسی کے پھندے پر لٹکایا۔اور خود جہاد افغانستان کا مجاہد بن کر عالمی لیول پر اسلامی ملکوں کی نوجوان نسل کو جنت دلوانے کی خاطر روس کے خلاف جنگ میں جھونک دیا۔لالچ اور طمع نے اس کی آنکھیں بند کر دی تھیں۔پیپلز پارٹی کے کارکنوں کا جینا دوبھر کر دیا۔عورتوں تک کو کوڑے مارے گئے۔اور اسلامی شریعت نافذ کرنے کی کوشش میں سستی شہرت حاصل کرنے کی خاطر ایک کلمہ گو فرقہ پر اسلام دشمن پابندیاں لگا دی گئیں خود کلمہ گوؤں کو مسلمان کہنے پر اور اپنی مسجد کو مسجد کہنے پر، آپس میں سلام کہنے پر تین سال قید سنا دی گئی۔اور مزید یہ کہ توہین رسالت کا مرتکب قرار دے کر سزائے موت یا عمر قید کی سزا رکھ دی گئی۔خدائے قہار نے اسے بھی جلد ہی عذاب النار میں ڈالا۔اور وہ نظارہ کل عالم نے دیکھا۔بعد ازاں جمہوریت نے پر پُرزے نکالے۔جو کہ فوج اور بیرو کریسی کو راس نہ آئے۔فوج کہتی تھی کہ وہ اصل حاکم ہے۔اور جمہوریت کہتی کہ میں۔بیوروکریسی دونوں سے آگے تھی۔میرے ہم وطنوں نے خوب غیر انسانی حرکات کر کے انسانیت کی دھجیاں اڑائیں۔اور ان کی خوب جگ ہنسائی ہوئی۔

میرے سیاسی اور مذہبی راہنماؤں میں سے ایک بھی قائداعظم کے کردار کے مطابق نہیں۔کوئی بنیے کو سلام کر رہا ہے۔کوئی انکل سام کو۔کوئی اپنی انانیت کا شکار ہے۔کوئی عقل کل بن بیٹھا ہے۔اقبال کا شاہین تو کوئی نہ بن سکا مگر کووں کی صفات میں سب مشترک وعیاں ہیں۔اگر ایک قائداعظم میری قوم کو خدا تعالیٰ اور دے دیتا تو آج امریکہ اور یورپ کے لوگ میرے پاس نوکریوں کے لئے آتے۔ہاں یہ کیسے ممکن تھا۔میرے علماء و اساتذہ مایوسی اور انگریز کی غلامی کا شکار رہے تھے۔انہوں نے وہی درس قوم کے جوانوں کو دیا۔بداخلاقی، چوری چکاری، کسی کا حق غصب کرنا، ظلم کرنا، کذب و افتراء سے دولت اکھٹی کرنے کے راستے بتائے۔جو لیڈر بڑا فراڈ کرے وہ سب سے زیادہ عزت دار گردانا جاتا ہے۔جو ناجائز طریقے سے دولت کے انبار جمع کرے وہ بہتر شہری، معزز مسلمان گردانا جاتا ہے۔جو عالم بے عمل واعظ کرتے ہوئے منہ سے جھاگ نکالتے ہوئے اپنے مخالف کو ناجائز لتاڑے اور بے ہودہ فتوے دے وہ قابل آفرین ہے نا کہ قابل نفرت۔جو اہل کار سب سے زیادہ رشوت لے وہ معزز کہلاتا ہے۔جو جج زیادہ بے انصافی کرے وہ بہتر منصف کہلاتا ہو اور جلد ہی بڑے کورٹ کا جج بن جاتا ہے۔جو گاؤں کا چودھری زیادہ ظالم اور زانی ہو وہ معزز کہلاتا ہے۔جو تھانیدار ہر شب کو رنگین بنائے وہ معزز کہلاتا ہے۔جو جاگیردار اپنی جیل رکھتا ہو اور لاکھوں لوگوں کا ان داتا ہو اور تھانے کچہری میں اس کی سفارش چلتی ہو وہ معزز ہے۔یہاں اسلام کا مفہوم ہی بدلا ہوا ہے۔اسلام عمل کرنے کے لئے نہیں ستعمال کرنے کے لئے ہے۔مطلب براری کے لئے ہے۔اسی لئے تو یہ ملک کوئی اور قائد اعظم پیدا نہ سکا۔کیونکہ پونجا جناح اور متھی بائی کردار کے لوگ اب اس معاشرے میں نہیں ہیں۔اگر ہیں بھی تو مطلب برار، بدقماش، چھچھورے، ابن الوقت، کذب بیان لوگوں کے نیچے دب گئے ہیں۔

میرے خلاف مسلسل سازشوں کے جال بُنے جاتے رہے۔میری جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کو پامال کیا جاتا رہا۔میں پڑوسیوں کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکتا رہا۔خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب تک اپنے نام کے ساتھ زندہ ہوں۔میرے شیر دل میرے جاں نثار میرے نام پر جاں نثار ہوتے رہے۔ان شہیدوں کے خون سے میری صبح آزادی کی کرنیں پھوٹیں۔برسوں کی جدوجہد کے بعد میرا وجود عمل میں آیا۔پھر آمریت، وڈیرہ شاہی، جاگیرداری، دہشت گردی، ملائیت، لُولی لنگڑی سیاست، مذہبی، لسانی، گروہی سیاست، افراتفری، ہارس ٹریڈنگ، فلور کراسنگ، ہڑتال، تالہ بندی، لانگ مارچ، ٹرین مارچ اور گھیراؤ جلاؤ کے دور بھی دیکھے۔جنھوں نے میری ساکھ خراب کر دی بلکہ شکل بگاڑ دی۔ان کھوٹے سکوں نے اپنی من

مانی کر کے مجھے کہیں کا نہ چھوڑا۔ یہ تو اسی طرح ہوا جیسے نادان بچوں کے ہاتھ میں قینچی دے دی جائے۔

وہ لوگ دیتے ہیں درس بیداری
جن کے اپنے ضمیر سوئے ہوئے ہیں

اب میں پھر تاریخ کے ایک نازک موڑ پر کھڑا ہوں۔ میرا مستقبل خطرے میں ہے۔ مجھے میرے اپنوں نے لہولہان کر دیا ہے اپنوں نے نفرتوں کی کھیتیاں کاشت کر کے میرا پیٹ بارود خانوں سے بھر دیا ہے۔ فرقہ پرستی، کنبہ پروری اور نفسانفسی کا عالم ہے ہر کسی نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا رکھی ہے۔ بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ ہر چیز ہر قسم کی ملاوٹ سے اپنی اصلیت کھو بیٹھی ہے۔ دین و دنیا کے ساتھ ساتھ ہر رشتہ، خون، نسل، ایمان، جنت، دوزخ، خدا، رسول، قبلہ وکعبہ اور قرآن تک اس ملاوٹ سے محفوظ نہیں رہے۔ ووٹ فروشی، وزارت فروشی، جسم فروشی، بردہ فروشی، ضمیر فروشی اور جنت فروشی، عزتفروشی، اولاد فروشی، دین فروشی، وطن فروشی نے میرے جسم پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ مجھے خود غرض، انا پرست اور کلبی عادات والے لوگوں نے اغوا کر لیا ہے۔ میرے بیٹو! میری حفاظت کرو۔ اس خطے کو امن و امان کا گہوارہ بناؤ۔ محبت، پیار، خلوص، اخوت دوستی اور بھائی چارے کی کھیتیاں کاشت کر و نفرتیں، عداوتیں، فاصلے، دُوریاں اور رنجشیں دور کر دو۔ مجھے خوشحالی، استحکام، خود کفالت، روشن مستقبل، تعلیم، بہتر خوراک، پُرامن ماحول، بہتر ذرائع آمدن، اچھی شہرت اور مکمل تحفظ کی ضرورت ہے۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں قائداعظم نے یہ ملک اسلام اور مسلمانوں کے لئے بنایا ہے۔ جبکہ سب اسلامی جماعتیں اس کے بنانے کے خلاف تھیں اور کانگرس کی حامی تھیں۔ اب 65 سالوں میں اس نے کون سا نظام دیا ہے۔ جب آپ کے عمل اسلام سے دور ہو جائیں تو ایسا ہی ہونا تھا۔ اسلام کا نظام بہت عظیم ہے۔ مگر آپ کون سا اسلام نافذ کریں گے۔ یزید کا اسلام کہ امام حسینؑ کا اسلام۔ طالبان کا اسلام، مودودی، وہابی، دیو بندی، بریلوی، رائے ونڈی برانڈ کے اسلاموں نے اس 65 سال میں میرا منہ کالا کر دیا ہے۔ الٹا کشکول گدائی نے میرا امیج تباہ کر دیا ہے۔ مسلمان تو دور کی بات ہے آپ انسان تو بنو۔ آپ کے علماء سوبے عمل، زر پرست، زن پرست، شہوت پرست، فرقہ پرست، مردہ پرست، انا پرست، تخریب پرست، شاہ پرست اور مطلب پرست ہو کر رہ گئے ہیں۔ حضرت علامہ محمد اقبال حکیم الامت پاکستان کا خواب دیکھنے والے نے اپنی قوم کی کیا تصویر پیش کی تھی جبکہ آج اس وقت سے اب حالت قوم بدترین ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ، تو تمدن میں یہود	یہ مسلماں ہیں! جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو	تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں	کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں	کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

2011ء کا حج اسکینڈل ہی کافی ثبوت ہے۔ ان متشدد طاقتوں نے عوام کو روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم صحت روزگار دینے کی بجائے ایٹم بم دیا اور جس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیا ان کے دشمن نہیں ہیں کیا ایٹم بم کے بغیر دنیا کے باقی ممالک باعزت زندگی نہیں بسر کر رہے۔ وہ زمانہ گیا جب طاقتور ملک کمزور ملک پر قبضہ کر سکتے تھے۔ میری قوم نے ہر شہر کے چوراہوں پر جنگی جہاز اور میزائل رکھ کر اپنے جنگی جنون کا تو ثبوت دیا ہے۔ مگر اسلامی اقدار اور نامور نوبل لاریٹ یا اپنے علمی سائنسی کارنامے کرنے والوں کا کوئی نام نہیں، کوئی مجسمہ نہیں کوئی داخل نصاب نہیں، نعرے ہم ہر وقت اسلام کے مارتے

ہیں اور نقل ہم مغرب کی کر رہے ہیں۔کیا ہی ایک شاعر جناب امیر الاسلام ہاشمی نے صدق دل سے آج کے پاکستانی مومن کی نقشہ کشی کی ہے۔

اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں:

مکاری و عیاری و غداری و ہیجان	اب بنتا ہے ان چار عناصر سے مسلمان
قاری اسے کہنا تو بڑی بات ہے یارو!	اس نے تو کبھی کھول کے دیکھا نہیں قرآن
کردار کا گفتار کا اعمال کا مومن	سرحد کا ہے مومن کوئی بنگال کا مومن
ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں قرآن کا مومن	بیباکی و حق گوئی سے گھبراتا ہے مومن
مکاری و روباہی پہ اتراتا ہے مومن	جس رزق سے پرواز میں کوتاہی کا ڈر ہو
وہ رزق بڑے شوق سے کھاتا ہے مومن	اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

بلکہ ہماری موجودہ نسل اب اپنے اکابرین پر تنقیدی اور طنزیہ تبصرے کرتی ہے۔قومی دولت اور املاک کو غصب کرنا قوم کا فیشن بن گیا ہے۔ٹیکس نہ دینا معزز ہتھکنڈہ ہے۔بیوروکریسی سے مل کر بڑے بڑے قرضے معاف کروانا ہر سیاسی لیڈر کی عادت ثانیہ بن گئی ہے۔سب اداروں کو کرپشن کے عفریت نے ہڑپ کر لیا ہے۔قانون بے بس ہے۔ظلم کی حکمرانی ہے۔کسی بھی محکمہ کا الٹرا ساؤنڈ کرلیں کوئی مثبت خبر نہیں ملے گی۔کیا یہ سب کچھ فرشتے بگاڑ گئے ہیں۔اور پھر قانون حرکت میں نہیں آرہا۔کیونکہ اس کار خیر میں سب بڑے بڑے مسلمان لوگ اور جبہ پوش بھی ہی ملوث رہے ہیں۔اے میری قوم کے سپوتو! سوچو! افیمی چین میرے ایک سال بعد آزاد ہوا ہے۔آج وہ کہاں کھڑا ہے۔تم اسلام کے عظیم نظام کو رکھتے ہوئے بھی ایک ناکام ریاست کا روپ دھار چکے ہو۔اور آپ کی سب حرکتیں اسلام سے متضاد ہیں۔مسلمان ہو کر اپنے گھر میں (لالچ اور طمع کی خاطر کبھی سعودیہ سے کبھی امریکہ اور کبھی برطانیہ سے) ڈکٹیشن لیتے ہو۔تم احساس کمتری کا شکار ہو یا تم فقیر ہو اس رویہ نے تمہارا بیڑا غرق کر دیا ہے۔تم آدھا تیتر آدھا بٹیر ہو۔

نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے	نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

میں اپنے پر نظر ڈالتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے۔میرے بزرگوں نے جو خواب دیکھے تھے وہ نامکمل ہیں۔میں (پاکستان) بالکل ان کے برعکس ہوں۔ میں سوچتا ہوں کہ میری بنیاد تو اسلام پر تھی۔میری بنیادوں میں شہیدوں کا لہو شامل ہے۔مجھے تو ایسا ملک ہونا چاہیئے تھا جو امن کا گہوارہ ہوتا۔مجھے پوری دنیا کے لئے رول ماڈل ہونا چاہیئے تھا۔میں آپ کو یہی پیغام دوں گا کہ مجھے رول ماڈل بنائیں پوری دنیا کے لئے۔میری حفاظت کریں کیونکہ میرے دم سے آپ ہیں۔مجھ سے محبت کریں کیونکہ اپنے وطن سے محبت کرنا ایک عبادت ہے۔لہٰذا میری خدمت عبادت سمجھ کر کریں۔تو آپ کے ملک یعنی میرا شمار دنیا کے امیر ترین ممالک میں ہوسکتا ہے۔مجھے ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔یہاں رشوت، سفارش، اقرباء پروری، بے انصافی، بیروزگاری، ناخواندگی، غربت، بھوک، افلاس، عریانی اور بے راہروی نہیں چاہیئے قائداعظم کے افکار کو یاد کرو۔11 راگست 1947ء کی تقریر کو اپنا منشور بنالو۔اس ملک کے رہبر بنو، لیڈر بنو، مفکر بنو، ڈاکٹر عبدالسلام بنو، میں پاکستان ہوں۔میرا ایک قومی تشخص ہے اور اس تشخص کو قائم رکھنا آپ سب کی خصوصاً نوجوان نسل کی اہم ذمہ داری ہے۔ورنہ تمہاری داستاں بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

تاریخ کے جھروکوں سے

1940ء میں احمدیہ مسلم جماعت کی طرف سے شائع شدہ چند کتب کا تعارف

1۔ خطبات عیدین

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حقائق و معارف سے لبریز خطبات کا مجموعہ جو ملک فضل حسین صاحب نے مرتب کر کے شائع کیا۔

2۔ روئداد جلسہ خلافت جوبلی

مرتبہ مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے سیکرٹری خلافت جوبلی

3۔ بہائی تحریک پر تبصرہ

۔مولفہ مولوی ابوالعطاء صاحب

بہائیت کے متعلق تاریخی معلومات کا مستند مجموعہ جس میں بہائی شریعت اقدس کا اصل نسخہ اور اس کا ترجمہ شامل کرنے کے علاوہ اسلامی شریعت سے اس کا موزانہ بھی کیا گیا اور احمدیہ عقائد اور بہائی عقائد کا مقابلہ بھی کیا گیا ہے۔رسالہ معارف بابت ماہ فروری 1942ء نے اس پر حسب ذیل ریویو کیا۔’’ابوالعطاء صاحب نے اس کتاب میں خود بہائی لٹریچر اور ان کی کتابوں سے اس تحریک کی تاریخ اور اس کے عقائد پر تبصرہ کر کے اس کی گمراہیوں کو آشکارا کیا ہے۔بہائیوں کی کتاب اقدس کا عربی متن بھی معہ ترجمہ کے دے دیا ہے۔کتاب مفید اور دلچسپ ہے لیکن لائق مصنف اپنے فرقہ کی تبلیغ سے نہیں چوکے ہیں۔‘‘

4۔ مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے

مرتبہ جناب رحمت اللہ خاں صاحب شاکر اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل

(یہ کتاب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی تحریک پر لکھی گئی تھی۔

چنانچہ اس کے دیباچہ میں آپ نے تحریر فرمایا کہ۔

شاکر صاحب نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔وہ ایک عرصہ دراز سے بلکہ طالب علمی کے زمانے سے میرے مدنظر تھا۔مجھے خوب یاد ہے کہ جب یہ خاکسار سکول کی نہم اور دہم جماعت میں تعلیم پاتا تھا تو اس وقت ہمیں ایک انگریزی کی کتاب ’’گولڈن ڈیڈز‘‘ پڑھائی جاتی تھی۔جس میں بعض مغربی بچوں اور نوجوانوں کے سنہری کارناموں کا ذکر درج تھا۔ مجھے اس کتاب کو پڑھ کر یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ایک کتاب اردو میں مسلمان نوجوانوں کے کارناموں کے متعلق لکھی جائے۔جس میں مسلمان بچوں کے ایسے کارنامے درج کئے جائیں۔جو مسلمان نونہالوں کی تربیت کے علاوہ دوسری قوموں کے لئے بھی ایک عمدہ سبق ہوں۔یہ خواہش طالب علمی کے زمانہ سے میرے دل میں قائم ہو چکی تھی۔اس کے بعد جب میں نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا تو یہ خواہش اور بھی ترقی کر گئی کیونکہ میں نے دیکھا کہ جو کارنامے مسلمان نوجوانوں کے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں۔وہ ایسے شاندار اور روح پرور ہیں کہ ان کے مقابل مسیحی نوجوانوں کے کارناموں کی کچھ بھی حیثیت نہیں اور میں نے ارادہ کیا کہ جب بھی خدا توفیق دے گا میں اس کام کو کروں گا۔مگر افسوس ہے کہ ایک لمبے عرصہ تک میری یہ خواہش عملی جامہ نہ پہن سکی۔بالآخر گزشتہ سال اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ تقریب پیدا کر دی کہ شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر نے مجھ سے مشورہ پوچھا کہ میں آج کل رخصت کی وجہ سے فارغ ہوں۔مجھے کوئی ایسا مضمون بتایا جائے جس پر میں ایک مختصر کتاب لکھ کر اسلام اور احمدیت کی خدمت کر سکوں۔اس پر میں نے شاکر صاحب کو اپنی یہ خواہش بتا کر یہ تحریک کی کہ وہ اس موضوع پر مطالعہ کر کے کتاب تیار کریں اور میں نے چند ایسی کتابوں کے نام بھی بتا دیئے جس سے وہ اس مضمون کی تیاری میں مدد لے سکتے تھے اور انتخاب وغیرہ کے متعلق بھی مناسب مشورہ دیا اور مجھے خوشی ہے کہ شاکر صاحب نے مطلوبہ کتاب کے تیار کرنے میں کافی محنت سے کام لے کر ایک اچھا مجموعہ تیار کر لیا ہے۔ میں نے اس سارے مجموعہ کو بالاستیعاب نہیں دیکھا۔مگر بعض حصے دیکھے ہیں اور بعض جگہ مشورہ دے کر اصلاح بھی کروائی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ انشاءاللہ یہ کتاب نوجوانوں کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت)

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

احمدیہ مسجد، نائجر

احمدیہ مسجد، بُرکینافاسو

احمدیہ مسجد، گھانا

احمدیہ مسجد، سیرالیون